بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

التبیان العظیم

فی تفسیر

سورة التحریم

مجموعة دروس

امام اہلسنت غزالی زماں حضرت علامہ

سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

بانی و شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

صدر شعبہ اسلامیات اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

ناشر فانوس پبلی کیشنز

راولپنڈی۔ پاکستان

(ISBN) 969-8300-03-1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

التبیان العظیم

فی تفسیر

سورة التحریم

مجموعة دروس

امام اہلسنت غزالیٔ زماں حضرت علامہ

سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

بانی و شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

صدر شعبہ اسلامیات' اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

ناشر: فانوس پبلی کیشنز

راولپنڈی۔ پاکستان

نام کتاب	التبيان العظيم في تفسير سورة التحريم
مجموعہ دروس	حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
مُرتبہ	سید آلِ شاہد معینی
نظرِ ثانی	علامہ حبیب اللہ سعیدی چشتی
ناشر	جمیل النبی ناصر' فانوس پبلی کیشنز
	A-960/6 عابد مجید روڈ راولپنڈی فون : 5583146
زیرِ نگرانی	بزمِ معینیہ انوارِ سعید
مطبع	الحرمین پرنٹرز 54/62 بینک روڈ راولپنڈی
	(فون : 92-51-5510182)
باراول	اگست ۲۰۰۳ء
هدية	لائبریری ایڈیشن Rs. 200/-

International Standard Book Number (ISBN) 969-8300-03-1

کتاب ملنے کا پتہ :

سید آلِ شاہد معینی

144A/B-III مسکنِ معینی

خرم کالونی مسلم ٹاؤن راولپنڈی

Ph: No. 051-4471721 sasmoini@hotmail.com

نمبر شمار	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر
۴۹۔	عتاب نہیں تو محبت نہیں	۶۵
۵۰۔	نبی کریم ﷺ کی ازواج تمام جہان کی عورتوں میں بے مثل(الدرس التاسع)	۶۸
۵۱۔	اللہ کے رسول کو قصداً تکلیف پہنچانا کفر ہے	۷۰
۵۲۔	مسئلہ استعانت	۷۲
۵۳۔	ہر کمال کے بہت سے مراتب (الدرس العاشر)	۷۴
۵۴۔	عورتوں میں بے مثال عورتیں	۷۶
۵۵۔	سب سے زیادہ دشمنی حضرت عائشة صديقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے	۷۶
۵۶۔	اللہ کے نزدیک یہ اتنی بڑی بات	۷۷
۵۷۔	یہاں جو تنبیہ فرمائی	۷۸
۵۸۔	سرکارِ دوعالم ﷺ کی سات اولادیں	۷۸
۵۹۔	حیاتِ دنیا کی زینت	۸۰
۶۰۔	إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا	۸۰
۶۱۔	نسبتِ رسول	۸۳
۶۲۔	حضور ﷺ ہماری جان کے مالک(الدرس الواحد عشر)	۸۴
۶۳۔	النَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ	۸۴
۶۴۔	ملکِ حقیقی اور ملکِ مجازی	۸۵
۶۵۔	رسول کو ایذاء پہنچانے والا جہنمی	۸۶
۶۶۔	حضور تاجدارِ مدنی ﷺ نے سيدة فاطمة الزهرة کے متعلق فرمایا	
۶۷۔	اهل البيت سے مراد اصل میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات	۸۸
۶۸۔	سرکارِ دوعالم ﷺ کی دعا سے علی مرتضٰی، فاطمة الزهرة	
	اور حسنين كريمين عليهم السلام بھی اهلِ بيت میں شامل ہیں	۸۸
۶۹۔	حضرت عبد اللّٰه بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث	
	(حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے)	۸۹
۷۰۔	پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان فرمایا(الدرس الاثنا عشر)	۹۲

صوتی مجموعة دروس

التبیان العظیم

فی تفسیر

سورة التحریم

۵۸۶ ۵۸۶

تقدیم

غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت علامہ **سید احمد سعید کاظمی** رحمۃ اللہ علیہ کا نام عالم اسلام کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ بلاشبہ وہ فکر رازی کے امین اور سوز رومی کے قسیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں علم ودانش کا مقتدا بھی بنایا تھا اور عشق و معرفت کا امام بھی۔ ان کے روشن کئے ہوئے چراغ تا قیامت گمراہیوں اور ضلالتوں کی شبِ دیجور کو کافور کرتے رہیں گے فیاضِ ازل نے انھیں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی محبت کی دولت بڑی فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ وہ اُس علم وآگہی کو جہالت سے تعبیر فرماتے تھے جو محبتِ رسول ﷺ کی آگ کو تیز سے تیز تر نہ کرے۔ اُن کے نزدیک علم وادب کا منتہا اور عشق و معرفت کا کمال دلوں میں محبت الٰہی کے چراغ جلانا اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی شمع کو تیز تر کرنا تھا۔ اُن کے نزدیک ہر حدیث رخ مصطفےٰ ﷺ کا قصیدہ گاتی اور ہر آیت عظمتِ مصطفےٰ ﷺ کے ترانے الاپتی تھی

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الاحدیث یار کہ تکرار می کنیم

وہ عشق ومحبت کے انھیں راز داروں میں سے تھے جن کے نزدیک قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی ہر شد اور مد جمالِ مصطفےٰ ﷺ کے نغمے سناتی ہیں

نظر والوں کو آتی ہے نظر ہر آیہ قرآن
تمھارے مصحفِ رخ کا قصیدہ یارسول اللہ

ان کی تقریر سامعین کے قلب ونظر میں نئی زندگی کی روح پھونکتی تھی اور اُن کی تحریر کی جامعیت اور حسنِ بیان الجھی گتھیوں کو سلجھا دیتی تھی۔

زیرِ نظر کتاب "التبیان العظیم فی تفسیر سورۃ التحریم" حضرت غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ اُن کے دروسِ قرآن کی ایک کتابی شکل ہے جو حضرت نے ماہِ رمضان المبارک میں ارشاد فرمائے تھے۔

یہ درست ہے کہ تحریر اور تقریر کا انداز مختلف ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کو جو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں آپ کے یہ دروس بھی اُن کا منہ بولتا شہکار ہیں یہ ہے تو تقریر لیکن تحریر کی تمام تر خوبیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے۔

سورۃ التحریم کی تفسیر میں بہت سے مفسر بھی عجیب وغریب اشکالات کا شکار ہوئے اور عصمتِ نبوت کے منافی بہت سے اقوال بھی کر گئے لیکن حضرت کی یہ تفسیر پڑھئے تو دل فرطِ طرب سے مچل اٹھے گا اور ایک ایک جملہ

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے قصیدے سناتا ہوا نظر آئے گا عظمتِ الٰہی کا نقش بھی دل میں ثبت ہو گا عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کی حلاوتیں بھی دلوں میں خیمہ زن ہوں گی اور ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عقیدتوں کے چراغ بھی روشن سے روشن تر ہوں گے۔

حضرت کی اس تفسیر میں اہلبیت رسول ﷺ کی وضاحت بھی ملے گی آپ کی آلِ پاک کا تذکرہ بھی، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت کا اظہار بھی اس تفسیر میں بہت سے ایسے مسائل کی وضاحت بھی ہے جو امت میں اختلاف کی وجہ بنے ہوئے ہیں۔ فہرست دیکھنے سے اس میں بیان فرمودہ مباحث کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت کی بیان فرمودہ تفسیر کو پڑھ کر آپ کو یقین کامل ہو جائے گا کہ علم صرف الفاظ کی مالا رولنے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک نور ہے جو اہلِ تقویٰ اور صالحین کے دلوں پر اللہ تبارك وتعالیٰ کی جناب سے نازل ہوتا ہے۔

اگر حضرت کے علمی ورثہ کو منظر عام پر لایا جائے اور ان کی تقاریر کو کتابی شکل میں مدون کر دیا جائے تو بلا شبہ یہ صرف اہلِ سنت کی ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت ہو گی اور بہت سے راستہ بھٹکنے والوں کو منزلِ مقصود مل جائے گی اور حضرت کی روح کے اطمینان میں اضافہ ہو گا۔

اس قدر ہو گی ترنم آفریں بادِ بہار

نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

شبنم افشانی میری پیدا کرے گی سوز و ساز

اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

اس ساری کاوش کو رنگ لانے کا اصل سہرا حاجی شفیع عمری صاحب رحمۃاللہ علیہ کے سر ہے جن کی محبت کی وجہ سے یہ کیسٹ ہمیں حاصل ہوئے جو حضرت غزالی زماں رحمۃاللہ علیہ کے فرمانے پر انھوں نے جمع کئے اور حضرت کی اہلیہ کے حکم پر آپ کی چھوٹی صاحبزادی کو بصد شوق عطا کئے اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کی قبر کو جنت کا باغ بنادے اور اور اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین بحرمت نبیك الكريم ﷺ

نوٹ: چونکہ یہ کتاب دروس کے سمعی کیسٹ سن کر مرتب کی گئی ہے لہٰذا اس میں اگر کوئی تسامح نظر آئے تو وہ مُرتب کی طرف منسوب کیا جائے اور ہمیں مطلع کیا جائے تاکہ اس کی تصحیح کی جاسکے

سید آلِ شاہد معینی عفی عنہٗ

انتساب

یہ مجموعہ دروس حضرت غزالی زماں کی سب سے چھوٹی صاحبزادی نے جمع کیا اور اس کو اپنی **والدہ محترمہ** کی طرف سے **ازواج مطہرات** رضی اللہ عنہن اجمعین اور بالخصوص

ام المومنین حضرت **خدیجۃ الکبریٰ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی طرف منسوب کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنی جنابِ خاص سے سرکارِ دو عالم ﷺ کے طفیل اور صدقہ میں حضرت غزالیِ زماں کو اور آپ کی اہلیہ رحمہما اللہ کو اپنے پیارے حبیب کا قرب خاص نصیب فرمائے اور آپ کے چاہنے والوں کو ھدایت کی راہ پر قائم رکھے آمین

سورة التحريم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ نہایت رحمت والے بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اے نبی (کریم) آپ (قسم کھا کر اپنے اوپر) اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جسے اللہ نے آپ کیلئے حلال فرمایا، آپ (ازراہِ شفقت) بیویوں کی رضا جوئی فرماتے ہیں اور اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ج وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ ج وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○

(اے ایمان والو) بیشک اللہ نے تمھارے لئے تمھاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا اور اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ج فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ ج

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھیں اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار فرمادیا تو نبی نے انہیں کچھ بتادیا اور کچھ بتانے سے اعراض فرمایا،

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ○

پھر جب نبی نے انھیں اس کی خبر دی تو وہ بولیں آپ کو کس نے بتایا نبی نے فرمایا مجھے علم والے نہایت خبردار نے بتایا ۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ج

اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کو لو (تو بہتر ہے) کیونکہ تمھارے دل (راہِ اعتدال سے کچھ) ہٹ گئے ہیں،

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصٰلِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○

اور اگر نبی کے مقابلہ میں تم دونوں ایک دوسرے کی معاونت کرتی رہیں تو یقیناً اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک بخت مسلمان اور اس کے بعد اس کے فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں۔

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ○

اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں کہ اُن کا رب بدل دے اُن کیلئے تم سے بہتر بیویاں فرمانبردار، ایماندار، باادب، توبہ شعار، عبادت گزار، روزہ دار، شوہر دیدہ اور (بعض) کنواری

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جن پر تُند خو طاقت ور فرشتے (مقرر) ہیں وہ اللہ کا کوئی حکم نہیں ٹالتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ع ۱

اے کافرو آج کوئی عذر پیش نہ کرو تمھیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے خالص توبہ کرلو بعید نہیں کہ تمھارا رب تمھارے گناہ تم سے دور کردے اور تمھیں باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

جس دن اللہ رسوانہ کرے گا (اپنے) نبی کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے دوڑتا ہوگا اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں عرض کرتے ہونگے اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لیے پورا فرمادے اور ہمیں بخش دے بیشک تو جو چاہے اُس پر قادر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

اے نبی جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی فرمایئے اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ

اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی مثال بیان فرمائی

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صٰلِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ○

وہ ہمارے (خاص مقرب) دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے (دین کے معاملے میں) اُن سے خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلے میں انھیں کسی شی سے نہ بچا سکے اور حکم دے دیا گیا کہ تم دونوں (عورتیں) داخل ہونے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

اور ایمان والوں کے لئے اللہ نے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے جب اُس نے عرض کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے

پاس جنت میں گھر بنادے اور مجھے بچالے فرعون سے اور اس کے عمل سے اور مجھے نجات دے دے ظالم لوگوں سے۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ٥ع٢

اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال بھی) جس نے اپنی عفت کی (ہر طرح) حفاظت کی ہم نے (بواسطہ جبرائیل اس کے) چاک گریباں میں اپنی (طرف سے) روح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ (باادب) اطاعت گزاروں میں سے تھی۔

[البیان]

الدرس الاول

اَلحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (پارہ ۲۸ التحریم آیت ۱)

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلك لمن الشاهدین والشاکرین والحمدلله رب العالمین ٥

اللّٰهم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰله و اصحابه وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی دوسری تاریخ ہے ہفتے کا دن ہے ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ سارے رمضان کے روزے اسی طرح پورے کروا دے وماذالك علی الله بعزیز

اللّٰهم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰله و اصحابه وبارك وسلم

عزیزانِ محترم ! سورة التحریم کی آیت میں نے پڑھی اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی کل پرسوں کی بات ہے کہ یہاں پاکستان میں کوئی بہت بڑا علمی ریسرچ کا ادارہ ہے اس کے سربراہ کوئی ڈاکٹر ہیں انھوں نے تین آیتوں کے بارے میں اپنے خدشات کا اظہار کیا اور انھوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ قرآن شریف کی یہ تینوں آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور ایک آیت دوسری آیت کے خلاف ہے تو اس سلسلے میں ان کو تو بہت مختصر الفاظ میں جواب لکھنا پڑیگا لیکن میری طبیعت نے یہ تقاضا کیا کہ اس قسم کی باتیں جب (اس زمانے کی اصطلاح کے مطابق) بڑے بڑے محققین کے دماغوں میں سما جاتی ہیں تو پھر عام لوگوں کا کیا کہنا ہے اور بہت ممکن ہے کہ عامۃ الناس جو تھوڑا علم رکھتے ہیں وہ اِن شکوک و شبہات کا شکار ہو کر دولتِ ایمان سے محروم ہو جائیں۔ اللہ محفوظ رکھے۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں الٰہ العالمین ایمان کو ہر حال میں سالم رکھیو اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیو

ڈاکٹر صاحب کے خط کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی یہ آیت وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ٥ (پارہ ۲۷ النجم آیات ۳،۴) جبکہ اس کے معنی یہ کئے جائیں کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ بھی بولتے ہیں جو کچھ بھی فرماتے ہیں ان کا بولنا، ان کا فرمانا وحیِ الٰہی ہوتا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ٥ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا جو نطق مبارک ہے، حضور ﷺ کی جو گفتگو ہے، حضور ﷺ کا جو بولنا ہے وہ وحی الٰہی پر منحصر ہے وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے ان کا بولنا تو صرف وحیِ الٰہی ہی ہے اور وہ جو کچھ بولتے ہیں اللہ کی وحی ہے ۔ تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے لکھا ابھی میں نے ان کا جواب نہیں تحریر کیا انشاء اللہ میں لکھوں گا دو چار دن تک مکمل کردوں گا ان کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں ہے انگریزی میں ان کا پتہ و تہ لکھا ہے مجھے نام کا ابھی کچھ پتہ نہیں بہر حال کسی بڑے ریسرچ اور تحقیق کے ادارے کے وہ سربراہ ہیں ان کو یہ شکوک و شبہات پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ صورتحال کیا ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور جب ایسے

ذی علم اور ایسے ایسے محقق لوگوں کے ذہنوں میں قرآن پاک کی آیتوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں تو پھر عام طور پر کم پڑھے لکھے لوگوں کا تو پھر خدا ہی حافظ ہے اللہ کرم فرمائے ۔اس خط کو پڑھ کر بہت دلی پریشانی ہوئی انشاء اللہ میں تو جواب دونگا ۔ کہنے والے نے یہ کہا ڈاکٹر صاحب نے لکھا جبکہ اس آیت کے یہ معنی کئے جائیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بولنا وحی الٰہی ہی ہے اور کچھ نہیں وہ جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہے، ان کا نطق اللہ کی وحی ہے، ان کی گفتگو اللہ کی وحی ہے، وہ جو کچھ کہیں اللہ کی وحی ہے جبکہ اس آیت سے یہ معنی لیے جائیں تو قرآن کی دوسری آیت ایسی ہے جو بالکل اس کے خلاف ہے اور وہ یہ آیت سورۃ التحریم کی انھوں نے لکھی ہے اور انھوں نے لکھا ہے کہ جب رسول کا ہر نطق وحیِ الٰہی ہو تو سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج اے نبی! آپ نے کیوں حرام کیا اس چیز کو جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط آپ تو اپنی بیویوں کی رِضا جوئی فرما رہے ہیں اور آپ اپنی بیویوں کی رِضا تلاش کرنے میں مشغول ہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥ اور اللہ بخش دینے والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کی خواہش کے مطابق اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو جب انھوں نے یہ فرمایا کہ میں اللہ کی اس حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ یہ سوچ نبی کی بیویوں کی خواہش ہے اور جو چیز خواہش سے کہی جائے وہ تو وحی ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں تو کیونکہ ان کا یہ فرمانا اپنی بیویوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تھا اور ان کی بیویوں کی خواہش ہی اس گفتگو کی بنیاد تھی کہ میں نے اپنے اوپر فلاں چیز کو حرام کر لیا تو جو بات بیویوں کی خواہش کے مطابق کہی جائے اور وہ بات خواہش سے کہی جائے وہ تو کبھی وحیِ الٰہی نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ نے فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی نبی تو خواہش کی بات ہی نہیں کرتے وہ تو وحیِ الٰہی کی بات کرتے ہیں تو جو بات وحیِ الٰہی سے ہو وہ خواہش سے نہیں ہو سکتی تو جبکہ ہم نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے کہ رسول کی ہر بات وحیِ الٰہی ہے تو یہ اس آیت کے تو قطعاً خلاف ہو گا کہ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط آپ جو کچھ اپنے اوپر حرام کر رہے ہیں، حلال چیز اپنے اوپر حرام کر رہے ہیں تو آپ نے جن لفظوں میں ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیا آپ کے وہ لفظ تو ازواجِ مطہرات کی خواہش کے مطابق ہیں اور جو بات خواہش پر مبنی ہو وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ٥ تو لہٰذا یہ دونوں آیتیں آپس میں ٹکراتی ہیں پھر تیسری آیت انھوں نے یہ لکھی کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ٥ (پارہ ٥ النساء آیت ٨٢) اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف پایا جاتا۔ یہ آیت گویا حاکم ہے، اس مقدمے کا فیصلہ کرتی ہے کہ بھئی رسول کی ہر بات وحیِ الٰہی ہے یا نہیں؟ اگر کہتے ہو کہ ہے اور جب ایک بات دوسرے کے خلاف ہو تو وہ قرآن کی آیت نہیں ہو سکتی اور وہ بات

اللہ کی طرف سے نہیں ہو سکتی اور جو بات اللہ کی طرف سے ہو گی اس میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا اور جبکہ یہاں دونوں میں ہی اختلاف موجود ہے۔ آپ کیا کریں گے ؟ یہ کہیں گے کہ دونوں آیتیں قرآن کی نہیں ہیں اللہ کے کلام میں نہیں ہیں اللہ کی طرف سے نہیں ہیں اگر آپ ایسا کہیں گے تو سارے قرآن سے ہاتھ اٹھالیں اور اگر آپ ا ن کو اللہ کا کلام کہتے ہیں تو پھر آپ یہ بتائیں کہ ا ن دونوں آیتوں کے مضمون میں اختلاف کیسے پیدا ہو گیا کہ وہاں جو فرمایا کہ آپ اپنی بیویوں کی رضاجوئی فرمارہے ہیں اور اُن کی خواہش کے مطابق بات کر رہے ہیں اور جو بات خواہش کے مطابق ہو وہ تو وحی ہو ہی نہیں سکتی وہاں فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ تو یہ انھوں نے اس قسم کی تقریر ،اس قسم کا سوال انھوں نے مجھے لکھ کر بھیجا میں اب کیا کہوں ؟ میری نظر میں تو یہ ان کا استدلال اس قدر بودا ہے اور اس قدر کمزور ہے اس کی طرف آدمی کا توجہ دینا بھی اس کے منصب کے خلاف ہے اس کو کوئی اہمیت دینا۔ میں سمجھتا ہوں کوئی ذی علم آدمی تو اس کو کوئی اہمیت دے گا ہی نہیں یہ کھلی ہوئی بات ہے۔

جواب بالاختصار : وہاں فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ رسول اپنی خواہشِ نفس سے کوئی بات نہیں کرتے۔ هَوٰى سے مراد رسول کی خواہشِ نفس ہے اور رسول اپنی خواہشِ نفس سے بات کیوں نہیں کرتے تو اس کی وضاحت تو حضرت **اما م جعفر صادق** علیہ السلام نے بیان فرمادی کہ كَيْفَ يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى مَنْ لَيْسَ لَهُ الْهَوٰى جو خواہشِ نفس سے پاک ہیں وہ خواہشِ نفس سے بات کیسے کرینگے ، خواہشِ نفس تو ا ن میں ہے ہی نہیں جب ان میں خواہش نفس ہے ہی نہیں تو خواہشِ نفس سے وہ بات کریں گے ہی نہیں جب خواہش نفس سے ان کی بات نہیں ہو گی تو ظاہر ہے پھر وہ وحیِ الٰہی ہو گی۔ اب ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ آپ اپنی بیویوں کی رِضاجوئی میں لگے ہوئے ہیں تو جب بیویوں کی رضاجوئی کے لیے انھوں نے کلام کیا کہ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں تو یہ کلام تو بیویوں کی رضاجوئی کے مطابق ہوا ا ن کی خواہش کے مطابق ہوا یہ وحی کیسے ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی رضاجوئی یہ رسول کی خواہشِ نفس نہیں ہے ، دونوں میں صاف فرق ہے بھئی جو چیز رسول کی خواہشِ نفس سے ہو وہ چیز وحیِ الٰہی نہیں ہو گی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ازواج مطہرات کی رِضا جوئی کے لیے فرمانا کہ ُ میں فلاں چیز کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں ' اپنی خواہش نفس سے نہیں ہے بلکہ ازواج مطہرات کی رضاجوئی کے لیے ہے اور ازواج مطہرات کی رضاجوئی وہ تو حضور ﷺ کے حسنِ اخلاق کا نمونہ ہے ، حسنِ معاشرت کی بنیاد ہے ، حضور ﷺ کے لطف و کرم کا تقاضا ہے حضور ﷺ کی را فتت اور رحمت کا مقتضاء ہے حضور رؤف ہیں حضور رحیم ہیں **بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ٥** (پارہ ۱۰۔ التوبہ آیت ۱۲۸) تو جو عام مومنین کے ساتھ رؤف اور رحیم ہوں وہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ کس قدر رحمت اور رافت فرماتے ہوں گے تو ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی یہ تو حسنِ معاشرت کا ایک نمونہ

ہے حضور کے حسنِ اخلاق کا ایک بہترین پسندیدہ نقشہ ہے اور حضور کے حسنِ سیرت کا ایک چمکتا ہوا ماہتاب ہے حضور کے حسنِ اخلاق کا چمکتا ہوا آفتاب ہے ۔بھئی دیکھئے ! اگر ایک دوست دوست کی جائز خواہش کے مطابق کوئی بات کرے تو بتایئے وہ حسنِ اخلاق کا تقاضا ہو گا یا نہیں ہو گا ؟ تو ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جو معاذاللہ عیب قرار پائے بلکہ بیوی کی جائز خواہش کا پورا کرنا یہ کیا ہے ؟ یہ تو زوجیت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا ہے اپنی بیویوں کی جائز خواہشات اور ان کی جائز تمنا پوری کرنا یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کو عیب کہا جائے اسی لیے رسول اکرم سید عالم ﷺ کے اس فعلِ مبارک کی اگر معاذاللہ مذمت کی جائے تو پھر حضور ﷺ معصوم نہیں رہ سکتے کیونکہ ایک قابلِ مذمت فعل کسی سے سرزد ہو تو بتایئے عصمت کہاں رہے گی ؟ تو لہٰذا یہ فرمانا کہ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی فرما رہے ہیں تو یہ حضور ﷺ کے حق میں ہے کوئی عیب کی بات نہیں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقدس شوہر ہونے کی حیثیت سے اپنی پاک بیویوں کی رضاجوئی حسنِ معاشرت، حسنِ معیشت، حسنِ اخلاق اور اپنی پاکیزہ سیرت کے تقاضوں کی تکمیل فرما رہے ہیں، اس میں عیب کی بات کونسی ہے ؟ اور ایسا کلام کیونکر وحیِ الٰہی کے خلاف ہو سکتا ہے ؟ ارے ! وحیِ الٰہی کے خلاف تو وہ بات ہو جو کوئی اپنی نفسانی خواہش سے کرے تو حضور ﷺ نے تو نفسانی خواہش سے یہ بات ہی نہیں کی حضور ﷺ نے تو ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی فرمائی تو اس کو وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کے خلاف قرار دینا یہ کتنا بڑا ظلم ہے بلکہ یہ سمجھو ! میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اس بات پر توجہ ہی نہیں کی کہ ' <u>ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی</u> ' اور ' <u>اپنی خواہشِ نفس</u> ' اُن کو ان دونوں میں کوئی فرق ہی نظر نہیں آیا تو اس لیے اگر غور کیا جائے اور واقعہ پر اگر نظر ڈالی جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بات فرمائی تھی وہ یوں کہئے کہ (حضور کی) اپنی پسند کی بات تھی اس کو ترک فرما کر ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی فرمائی بھئی وہاں تو ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى جس بات میں خواہشِ نفس کا دخل ہو وہ وحی نہیں ہو سکتی۔ ٹھیک ہے ؟ تو جو بات حضور ﷺ کی خود بھی پسندیدہ تھی (اسے ترک کر دینا) اس کو کوئی خواہشِ نفس کہہ سکتا ہے ؟ میں نہیں کہوں گا میں اس لئے نہیں کہوں گا کہ میں حضور ﷺ کو خواہشِ نفس سے پاک مانتا ہوں۔ جو حضور ﷺ کی طبعی طور پر پسندیدہ چیز تھی اگر حضور ﷺ نے اس کو اپنے اوپر حرام فرمایا ازواجِ مطہرات کو خوش کرنے کے لیے تو اس میں حضور ﷺ کی اپنی خواہشِ نفس کہاں سے آئی؟ بھئی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اپنی خواہش کو حضور ﷺ نے پیچھے رکھ دیا اپنی خواہش کے مطابق تو حضور ﷺ نے کوئی بات ہی نہیں کی نہ کوئی عمل فرمایا وہ تو ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کو انھوں نے سامنے رکھا اور ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کو سامنے رکھنا یہ تو حسنِ معاشرت کا ثبوت دینا ہے حسنِ اخلاق کا مظاہرہ ہے اس کو وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کے خلاف قرار دینا تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان دونوں باتوں کا مفہوم اتنا واضح مفہوم تھا کہ ایک بچہ بھی اسے سمجھ سکتا تھا مگر اتنے بڑے محقق نے اس کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہ فرمائی بہر حال آج تو میں اس پر گفتگو ختم کرونگا باقی کلام انشاء اللہ کل ہو گا۔

الدرس الثانی

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وکَفٰی وَسَلَام" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلك لمن الشاھدین والشاکرین

والحمدللہ رب العالمین ٥

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارك کی تیسری تاریخ ہے اتوار کا دن ہے اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ باقی روزے بھی اپنی رحمت سے پورے کرائے سورۃالتحریم سے متعلق اختصار سے ذکر کرتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

اعتراض: اللہ رب العزت جل جلالہ عمانوالہ نے اس آیت کریمہ میں جو حضور ﷺ کو خطاب فرمایا یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥(التحریم ایت ١) تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن الفاظ میں حضور علیہ الصلوٰۃوالسلام نے اپنی ازواجِ مطہرات کی دل جوئی کے لیے ایک مباح چیز کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا تو حضور ﷺ کا وہ فرمانا وحیِ الٰہی نہیں تھا کیونکہ اگر وحیِ الٰہی ہوتا تو تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ اس کے ساتھ درست نہیں ہوتا کیونکہ ازواجِ مطہرات کی جو خواہش ہے وہ وحیِ الٰہی کے منافی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥(پارہ ٢٧ آیت ٤ النجم) رسول کا نطق جو ہے وہ خواہش سے نہیں ہوتا ہے بلکہ وحیِ الٰہی سے ہوتا ہے اور جب ازواجِ مطہرات کی خواہشات اور ان کی رضا یہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی پاک بیویوں کی خواہش ہے اور جو چیز خواہش ہے وہ وحی ہو نہیں سکتی حضور ﷺ کا اس موقع پر جو بھی کلام تھا وہ وحیِ الٰہی ہو ہی نہیں سکتا اور پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ٥ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ٥ تو ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے اور ان میں اختلاف ہے اور جب دو آیتوں میں اختلاف ہو تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا کلام نہیں کیونکہ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافاً کَثِیْرًا ٥(پارہ ٥ النساء آیت ٨٢) کسی کلام میں اختلاف کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ استفسار تھا۔۔۔

اسکے جواب کے سلسلہ میں جو کچھ مجھے لکھنا ہے وہ تو ایک علیحدہ بات ہے اور وہ اس کی سمجھ کے مطابق یا اس کی تحریر کا جو انداز ہے اس کے موافق لکھا جائیگا لیکن جو <u>اس کا جواب</u> ہے وہ میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں تا کہ کسی

پڑھے لکھے مسلمان کے ذہن میں یہ خلجان پیدا نہ ہو ۔

الھوٰی سے مراد : بات یہ ہے کہ وہاں جو فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کی کوئی بات شہوتِ نفسانی اور خواہشِ نفسانی سے نہیں ہوتی، تو رسول کی جو بات ہوتی ہے وہ رسول کی نفسانی خواہش سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی وحی سے ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ الھوٰی سے مراد رسول کی خواہشِ نفس ہے رسول کی خواہشِ نفس سے رسول کی بات نہیں ہوتی، رہا ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی یا ان کی خواہش تو اس کا الھوٰی سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ الھوٰی سے تو رسول کی خواہش مراد ہے اور مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ یہ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی ہے اس کا تصور الھوٰی کے ساتھ ملا کر یہ ذہن میں قائم کر لینا کہ ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی، ان کی خواہش پر مبنی ہے اور جو کلام خواہش ہے وحی نہیں ہوتا تو یہ بہت غلط بات ہے۔

کسی غیر نبی کی خواہش کا وحیِ الٰہی ہونا ممکن ہے : آپ کو معلوم ہو گا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے بعض صحابیات نے عرض کیا کہ حضور ﷺ قرآن پاک میں جہاں بھی ذکر آتا ہے مردوں کا آتا ہے مثلا وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَءَاتُوا الزَّكٰوةَ (پارہ ۱۔ البقرۃ آیت ۴۳) اور ہم عورتیں بھی تو مسلمان ہیں ہم ایمان لائی ہیں ہمارا تو کوئی ذکر قرآن میں نہیں آتا تو ہماری خواہش ہے کہ ہمارا ذکر بھی قرآن میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے پھر مؤنث کے صیغوں کے ساتھ یہ آیتیں قرآن میں نازل فرمائیں مثلاً وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَءَاتِيْنَ الزَّكٰوةَ (پارہ ۲۲۔ الاحزاب آیت ۳۳) تو اب اگر یہ بات کہی جائے کہ کسی کی خواہش کے مطابق کوئی کلام ہو تو وہ وحی نہیں ہوتا تو یہ بڑی لغو بات ہے ایمان والی عورتوں کی خواہش کہ ہمارا ذکر بھی قرآن میں آئے چنانچہ اللہ نے اس کے مطابق قرآن میں ذکر فرما دیا۔

اب یہ کہنا کہ ازواجِ مطہرات کی خواہش جس بات میں ہو وہ وحی نہیں ہو سکتی ۔ اللہ کے بندو ! عام ایمان والی عورتوں کی خواہش جس بات میں ہو وہ وحیِ الٰہی قرآن میں موجود ہے اب تم یہ کہتے ہو کہ ازواجِ مطہرات کی خواہش جس بات میں شامل ہو وحی نہیں ہو سکتی یہ کتنی جھوٹی بات ہے تو تم نے نہ قرآن کو پڑھا، نہ سمجھا، پھر یہ کتنی غلط بات ہے کہ کسی کی خواہش کا دخل ہو تو وحیِ الٰہی نہیں ہوتی۔ اللہ اکبر

آپ کو معلوم ہے کہ حضور تاجدارِ مدنی ﷺ پر ابھی تک حجاب کی آیتیں نازل نہیں ہوئی تھیں پردے کا حکم ابھی نہیں آیا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری انتہائی خواہش تھی کہ ہماری بات تو الگ رکھئے، اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں کے لئے تو پردے کا حکم آ جائے ۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی پاک بیوی حضرت سودة بنت ذمعة رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی ضروریات کے لیے باہر تشریف لے گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے محض اس خیال سے یہ بات کہی کہ اللہ کو غیرت آ جائے اور اللہ اپنے رسول کی بیویوں کے لیے پردے کا حکم نازل

کردے کہ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ اے سودة ! ہم نے آپ کو پہچان لیا کہ آپ سودة جارہی ہیں، سودة حضور ﷺ کی بیوی کانام تھا سودة بنت ذمعة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أم المؤمنين ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ نکلیں تو میں نے ان کو دیکھ کر کہا عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ اے سودة ہم نے آپ کو پہچان لیا میں نے اس لیے کہا کہ میری اس بات پر اللہ تعالیٰ پردے کا حکم نازل فرمادے۔ اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حجاب کا جو حکم نازل ہوا وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پر ہوا کہ نہیں ہوا ؟ پھر وہ وحیِ الٰہی ہے یا نہیں ہے؟ او ظالمو! اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پر کوئی حکمِ قرآنی نازل ہو جائے تو اس کے وحیِ الٰہی ہونے کا تم انکار نہیں کر سکتے، مؤمنات، صالحات، صحابیات کی خواہش کے مطابق مؤنث کے صیغوں کے ساتھ قرآنِ پاک میں آیتیں نازل ہو جائیں اس کے وحیِ الٰہی ہونے کا انکار نہیں کر سکتے یہ بتادو کہ ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کے لیے جو آیات نازل ہوں وہ کیسے وحیِ الٰہی سے خارج ہو سکتی ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بالکل کورے ہیں اور قرآن کو جانتے ہی نہیں ہیں تو اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس کے اس سوال کہ ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کے بارے میں حضور ﷺ نے جو کلام فرمایا وہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی وہ ہے جو الْهَوٰى سے باہر ہو اور یہ تو ان کی خواہش کے مطابق بات ہوئی تو یہ وحی کیسے ہوئی بتایئے !اس کا یہ جواب ہوا یا نہیں ہوا ؟ قرآن کی جو آیت میں نے پیش کی ان کی روشنی میں اس کا جواب ہوا یا نہیں ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پر پردے کی آیتیں اُتریں کہ نہیں اتریں؟ اور مومنات کی خواہش کے مطابق قرآن میں آیتیں اتریں جن میں مذکر کے علاوہ مؤنث کا صیغہ بھی اللہ نے ارشاد فرمایا یہ ان کی خواہش کے مطابق آیتیں اتریں یا نہیں اتریں؟ ان آیتوں کو کیا کہو گے؟ تو حضور ﷺ کا یہ فرمان بھی وحیِ الٰہی ہے اور جب یہ بات طے ہو گئی تو اب یہ کہنا کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (پارہ ۵ النساء آیت ۸۲) تو اختلاف کثیر جہاں ہو بیشک وہ اللہ کا کلام نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں اختلاف ہے کہاں ؟ یہ اختلاف تو تو خود پیدا کر رہا ہے یہ تیرا خود پیدا کردہ اختلاف ہے یہ تیرے اپنے ذہن کا اختلاف ہے یہ قرآن میں تو کوئی بھی اختلاف نہیں جب قرآن میں کوئی اختلاف نہیں تو یہ تیسری آیت محض اُن دو آیتوں کو وحیِ الٰہی سے خارج کرنے کے لیے پڑھنا یہ انتہائی بے علمی کی دلیل ہے یہی کہہ سکتا ہوں اور کیا۔

شانِ نزول :اس واقعہ کی ایک تفصیل ہے جو بیان کرنی تو نہیں چاہیے تھی مگر اب چونکہ سورة التحريم کی آیت آگئی اور میں نے اس کا ترجمہ بھی کر دیا تو میں اگر اس کا پس منظر بیان نہ کروں تو آپ کے ذہن میں خلجان رہے گا کہ یہ بات کیا ہے ؟ یہ واقعہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ عصر کی نماز کے بعد حضور ﷺ تمام ازواجِ مطہرات کے گھر میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے اور جب یہ آیت اتری ہے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اس زمانے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نو (۹) ازواجِ مطہرات تھیں، عصر کے بعد حضور ﷺ نو ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے اور حضور ﷺ وہاں تشریف لے جاکر اور ازواجِ مطہرات کو اپنے شرف سے، اپنے کرم سے، اپنی برکتوں سے، اپنی رحمتوں سے نوازتے تھے اور جتنی دیر بھی حضور ﷺ کسی پاک بیوی کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے۔ وہ وقت، وہ زمانہ تو اس بیوی کے لیے تمام کائنات کی نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوتا تھا کہ سرکار جس وقت کسی کے پاس جلوہ گر ہوں تو وہ وقت کتنی بڑی عظیم نعمت ہے۔

ا۔ ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور ﷺ کی پاک بیوی ہیں ان کے کسی رشتہ دار نے شہد کا ایک کپا تحفے میں بھیجا تھا تو ان کی طبیعت میں تو یہ بات تھی کہ میں حضور ﷺ کو شہد پلاؤں گی لیکن جتنی دیر حضور ﷺ کے بیٹھنے کا وقت تھا اتنی دیر تو وہ شہد نہیں لائیں جب وہ وقت گزر گیا اور حضور ﷺ جانے کے لئے اُٹھے تو عرض کیا حضور ﷺ ذرا میں شہد پیش کرتی ہوں آپ کا مطلب یہ تھا کہ آپ کچھ دیر زیادہ میرے پاس بیٹھیں چنانچہ انھوں نے اپنا یہ دستور بنالیا کہ جب حضور ﷺ تشریف لے جاتے تو بس پھر وہ شہد پیش کر دیتیں اور وہ شہد بھی ایسے وقت پیش کرتیں کہ جو حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کا وقت ہوتا۔ حضور ﷺ تو رحیم ہیں کریم ہیں حضور ﷺ اپنی رحمت اور رافت کے پیشِ نظر انکار نہیں فرماتے تھے اب اس بات کا حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پتہ چلا، حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پتہ چلا تو انھوں نے کہا کہ یہ تو بڑا غضب ہو گیا کہ زینب نے تو عجیب کام کیا کہ حضور ﷺ جتنی دیر تشریف فرما رہتے ہیں تو وہ بیٹھی رہتی ہیں اور جب حضور ﷺ اٹھتے ہیں تو وہ شہد حضور ﷺ کو پیش کرتی ہیں اور یہ بات ہمارے لیے تو بڑی ناقابلِ برداشت ہے ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے انھوں نے مشورہ کیا کہ کسی طرح حضور ﷺ جو یہ شہد حضرت زینب کے گھر پیتے ہیں یہ پینا چھوڑ دیں کوئی ایسی صورت پیدا کرو تو حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں نے مل کر یہ مشورہ کیا دوسری کچھ ازواجِ مطہرات کو جمع کیا اور کہا کہ جب حضور ﷺ تمھارے پاس تشریف لائیں جیسے کہ سرکار کی عادتِ کریمہ ہے کہ آپ عصر کے بعد سب کے پاس آتے ہیں تو اے سودة ! تمھارے پاس جب تشریف لائیں تو تم حضور ﷺ سے عرض کرنا کہ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے مغافیر مغفورة کی جمع ہے ایک گوند کو مغفور کہتے ہیں غوفت ایک درخت ہے اس درخت سے وہ گوند نکلتا ہے اس کی بو ذرا کچھ تیز ہوتی ہے عرب میں اکثر وہ درخت ہوتے ہیں اور لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ گوند پانی میں گھول کر پیا کرتے ہیں مگر اس میں ایک قسم کی بو ہوتی ہے سرکار کو تیز بو والی چیز بالکل پسند نہیں تھی تو حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں نے امِ سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا کہ جب حضور ﷺ تشریف لائیں اور تمھارے پاس آکر بیٹھیں تو فوراً کہنا کہ

حضور ﷺ آپ کے دہن پاک سے مغافیر کی بو آتی ہے حضور ﷺ فرمائیں گے کہ ہم نے تو مغافیر کھایا ہی نہیں یہ بو کہاں سے آتی ہے ہم نے تو زینب کے ہاں شہد پیا تھا تو اے ام سلمة ! تم یہی کہنا، اے سودة ! تم یہی بات کہنا، اے صفیة ! جب حضور ﷺ تشریف لائیں تو تم فوراً یہی بات کہنا۔ سب نے یہ طے کر لیا۔ حضرت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بھولی تھیں اور حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ڈرتی تھیں حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ سودة بھولنا نہیں جب حضور ﷺ تشریف لائیں تو یہ بات ضرور کہنی ہے اب حضرت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتظار میں تھیں کہ حضور ﷺ تشریف لائیں تو میں یہ حضور ﷺ سے کہوں حضرت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو ابھی حضور ﷺ دروازے پر تھے اور عائشة صدیقة کا خوف مجھ پر ایسا طاری تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ وہیں سے کہہ دوں کہ حضور آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے پھر میں ٹھہر گئی میں نے کہا کہ اگر ابھی سے کہتی ہوں تو حضور ﷺ فرمائیں گے یہ کیا بات ہے ابھی تو میں آیا بھی نہیں، میں حضرت عائشة کے خوف سے یہ چاہتی تھی کہ جیسے ہی حضور ﷺ تشریف لائیں تو میں دروازے پر حضور ہوں وہیں کہہ دوں چنانچہ جہاں جہاں بھی حضور ﷺ تشریف لے گئے یہی بات کہی گئی حضرت صفیة، حضرت ام سلمة، حضرت سودة سب بیویوں نے یہی بات کہی آخیر حضور ﷺ نے حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ فرمایا ہم نے تو مغافیر نہیں کھایا یہ تو ہم نے زینب سے شہد پیا تھا اب آپ لوگوں کو یہ بات پسند نہیں تو ہم شہد اپنے اوپر حرام کرتے ہیں۔

۲ ۔ یہاں ایک اور روایت بھی ہے حضور ﷺ کی پاک بیوی حضرت ماریة قبطیة جو مقوقس نے حضور ﷺ کو ہدیتاً بھیجی تھیں حضور ﷺ نے ان کو آزاد فرما دیا تھا اور آزاد فرما کر ان سے نکاح فرما لیا تھا انھیں کے بطنِ پاک سے حضور ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت ابراھیم پیدا ہوئے جو اٹھارہ مہینے کے ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ روایت یہ ہے کہ حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی سرکار وہاں جلوہ گر تھے انھوں نے کہا حضور میرے باپ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہیں مجھے اجازت دیں کہ میں وہاں چلی جاؤں۔ حضور ﷺ کسی کی دل شکنی نہیں فرمایا کرتے تھے تو آپ نے دل شکنی نہیں فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا آپ جا سکتی ہیں اتنے میں حضرت ماریة قبطیة رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتفاق سے آگئیں تو حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئیں ان کو یہ بات بڑی ناگوار گزری اور انھوں نے یہ کہا کہ حضور یہ میرا دن اور میری باری ہے اور ماریة قبطیة آپ کے پاس ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم غمگین نہ ہو بس اس کے بعد علیحدگی میں فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہونگے ان کے بعد تیرے باپ عمر خلیفہ ہونگے اور حضور ﷺ نے فرمایا یہ راز کی بات ہے کسی کو مت بتانا۔ اب جبکہ حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سنا کہ ماریة قبطیة کو حضور ﷺ نے اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ بات بھی کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پہلے خلیفہ ہونگے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونگے اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ راز کی بات فاش مت کرنا کچھ اتفاق ایسا ہوا کہ انھوں نے حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جاکر کہہ دیا کہ

۱ ۔ حضور ﷺ نے شہد کو حرام کردیا یا ۲ ۔ماریۃ قبطیۃ کو حرام کرلیا اور یہ بھی کہ پہلے خلیفہ ابوبکر ہونگے دوسرے خلیفہ میرے باپ عمر ہوں گے یہ بات حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہہ دی جب یہ کہہ دی تو حضور سید عالم ﷺ حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ حفصۃ ہم نے ایک بات تم سے کہی تھی تم نے ہمارا راز فاش کردیا اور تم نے یہ بات کہہ دی ۔

دو باتیں فرمائیں تھیں پہلی بات حضرت ماریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حرام کرنے کی یا شہد حرام کرنے کی تو حضور ﷺ نے بیان کردی مگر اگلی یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے کی وہ حضور ﷺ نے بیان نہیں فرمائی اور اپنی بات کا ایک حصہ تو حضور ﷺ نے بیان فرمادیا کہ تم نے یہ بات کہی بقیہ حصہ حضور ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا تو حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھبرا گئیں انھوں نے سمجھا کہ میں نے تو عائشۃ کو بتایا تھا اور عائشۃ کو میں نے منع بھی کردیا تھا کہ کسی کو مت کہنا ہو سکتا ہے کہ عائشۃ نے حضور ﷺ کو بتادیا ہو تو کہنے لگیں مَنْ اَنْبَأَكَ آپ کو کس نے بتایا انکا خیال تھا کہ شاید حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتادیا ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا نَبَّأَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ مجھے کون بتائے گا مجھے تو علیم و خبیر نے بتایا بس اس کے بعد پھر ایسا واقعہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کو مخاطب فرماکر تنبیہ فرمائی اور فرمایا إِنْ تَتُوْبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ج (پارہ ۲۸ التحریم آیت ٤) اگر تم اللہ کی طرف توبہ کرلو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہو گا کیونکہ تمھارے جو دل ہیں ایک طرف کو مائل ہو گئے ہیں ایک طرف کو جھک گئے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ إِنْ تَتُوْبَا میں جن دو بیویوں کا ذکر ہے وہ کون ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ایک میری بیٹی حفصۃ ہیں اور دوسری عائشۃ ہیں ۔

یہ آیتیں نازل ہو گئیں ان میں کتنے مسائل پیدا ہو گئے اب اس ڈاکٹر کی بات تو الگ رہی اس کا جواب تو دو لفظوں میں ہو گیا جیسے میں نے آپ کو سمجھایا لیکن اس واقعے کے سامنے آنے کے بعد کتنے مسائل پیدا ہو گئے اب ان مسائل کو سمیٹنے کے لیے ایک بڑا وقت درکار ہے پہلا مسئلہ تو یہ پیدا ہوا کہ

۱ ۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغافیر کھایا ہی نہیں تو ازواجِ مطہرات نے کیسے کہا کہ ہم کو آپ کے دہنِ پاک سے مغافیر کی بو آتی ہے جو بات ہو ہی نہیں وہ بات کہنا یہ تو جھوٹ ہے اور پھر وہ جھوٹی بات ایسی کہ جو رسول کی ذات کی طرف منسوب ہو مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (صحیح بخاری ج۱) جس نے میری ذات

کے بارے میں جھوٹی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے تو پہلا مسئلہ تو پیدا ہو گیا کہ حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو یہ بات کہی کہ حضور آپ کے دہن مبارک سے تو مغافیر کی بو آتی ہے تو یہ بات واقعہ کے تو خلاف تھی اور یہ بات ہے حضور ﷺ کی ذات پاک کے متعلق بھئی حضور ﷺ کا دہن مبارک، حضور ﷺ کا دہن پاک ہے؟ تو یہ بات حضور ﷺ کی ذات پاک سے منسوب ہوئی یا نہیں ہوئی؟ تو اگر کوئی خلاف واقعہ بات حضور ﷺ کی ذاتِ پاک سے منسوب کرے اس کا ٹھکانا تو جہنم ہے تو یہ کیسے بات بنے گی یہ ہے پہلا مسئلہ۔

۲۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمانا یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ(سورۃ التحریم) یہاں یہ سوال پیدا ہو گا کہ اللہ نے یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ فرماکر اپنے نبی ﷺ کو ایک قسم کی تنبیہ فرمائی کہ آپ نے وہ چیز کیوں اپنے اوپر حرام فرمائی جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی تھی اب سوال پیدا ہو گا کہ یہ تنبیہ کس قسم کی ہے تنبیہ ہے؟ یا کیا ہے؟ عتاب ہے؟ عتاب ہے تو کس نوعیت کا ہے؟ پھر اس کے علاوہ امہات المؤمنین، ازواجِ مطہرات کے بارے میں جو نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں تو ہر ایک مسئلہ الگ الگ پورا وقت چاہتا ہے آج میں نے یہاں تک بات کی ہے اگلی بات انشاء اللہ پھر کہوں گا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

الدرس الثالث

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وکَفٰی وَسَلَام" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ہ

یٰٓاَ یُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ہ

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلَی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی چار تاریخ ہے پیر کا دن ہے الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے یہاں چار روزوں تک پہنچایا رمضان شریف کے پورے روزے اسی طرح رکھوا دے اور جو معمولات ہیں پورے فرمادے آمین

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

عزیزانِ محترم ! میں دستور کے مطابق چند کلمات عرض کرونگا آج کی گفتگو ایک جملے کے متعلق ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اس میں تو شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں یا بخاری شریف کی اور دیگر روایات کو سامنے رکھ کر یہ کچھ اختلاف بھی سامنے آتا ہے کہ بعض روایات میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضور ﷺ نے شہد تناول فرمایا بعض روایات کے مطابق حضرت سودۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تو بہر حال علیٰ اختلاف الروایات یہ تو ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سودۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی پاک بیوی کے یہاں شہد تناول فرمایا اور وہ میں آپ کو بتا چکا ہوں صرف اس لیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عادتِ کریمہ تھی کہ عصر کے بعد ہر پاک بیوی کے پاس تشریف لے جاتے اور کچھ دیر تشریف رکھتے۔ کیونکہ ہر بیوی کو حضور ﷺ سے انتہائی محبت تھی اور وہ یہ چاہتی تھی کہ حضور میرے پاس زیادہ سے زیادہ ٹھہریں تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یا حضرت سودۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یا کسی اور بیوی نے جس کے پاس حضور ﷺ نے شہد تناول فرمایا وہ جب حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کا وقت آیا تو وہ پیالی میں شہد لے آئیں اور حضور ﷺ نے وہ شہد تناول فرمایا اور مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کی ایک محبوب چیز ہے وہ حضور تناول فرمالیں اور اس بہانے میرے پاس زیادہ دیر ٹھہر جائیں۔ بس یہ زیادہ دیر ٹھہرنے والی بات یہی بنیاد تھی اسی بنیاد پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں ایک ہلچل مچی اور اُنھوں نے کہا کہ انھوں نے (جن زوجہ نے شہد پیش کیا) جو ایک عجیب طریقہ اختیار کیا ہے اور حضور ﷺ کو اپنے پاس ٹھہرانے لگیں تو اس سے تو ہمیں حضور ﷺ کو بچانا ہے اور اپنے قلب کو سکون پہنچانا ہے کیونکہ ہمارے قلوب تو اس بات سے سکون نہیں پا سکتے کہ ہمارے پاس کم ٹھہریں

اور انکے پاس زیادہ ٹھہریں یہ بات ہمیں تو گوارا نہیں ہو سکتی لہٰذا کوئی طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس سے حضور ﷺ یہ طریقہ چھوڑ دیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں چنانچہ سب ازواجِ مطہرات نے یہ بات طے کی کہ حضور ﷺ جس زوجہ کے پاس تشریف لے جائیں ہر زوجہ یہی کہے کہ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے تو حضور ﷺ یہی فرمائیں گے کہ ہم نے مغافیر تو کھایا نہیں البتہ زینب یا سودۃ (جو بھی صحیح روایت ہے) کے ہاں شہد ضرور پیا ہے تو پھر حضور ﷺ یہ شہد کھانا چھوڑ دینگے یہ جو زیادہ دیر ٹھہرنے کا موقع ہے یہ ختم ہو جائے گا اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں گے مقصد یہ تھا ، چنانچہ اس بنیاد پر سب ازواجِ مطہرات نے یہ بات کہی اور پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ اچھا تم خوش رہو ہم شہد نہیں کھائیں گے ہم نے شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا یا دوسری روایت کے مطابق جو میں نے کل بیان کی تھی کہ حضرت ماریۃ قبطیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری میں جبکہ حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے والدِ ماجد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مزاج پرسی کے لیے گئی ہوئیں تھیں اور اس عرصہ میں حضرت ماریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئیں اور پھر حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی واپس آگئیں اور جب انھوں نے حضرت ماریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے یہاں دیکھا تو وہ بہت برہم ہوئیں، حضور ﷺ نے ان کی دل جوئی کی خاطر فرمایا کہ تم غم نہ کرو ہم نے ماریۃ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے بہر حال حضرت ماریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ یا شہد کا واقعہ ہو ۔

روایات میں دونوں قسم کے واقعات آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ واقعہ بھی درپیش آیا ہو اور یہ واقعات بھی درپیش آئے ہوں اور ان سب واقعات سے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ہو اور یہ ہر واقعہ اس آیت کا شانِ نزول قرار پایا ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک آیت کے شانِ نزول میں کئی واقعات شامل ہو جائیں بہر نوع میں تطبیق کے طور پر یہ کہہ رہا تھا حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ماریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہاں ہونا بہت ہی ناپسندیدہ ہوا اور ازواجِ مطہرات کو حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو، حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں شہد تناول فرمانا بہت ناگوار ہوا اور اپنی اس ناگواریِ خاطر کی بنا پر یہ سارا سلسلہ انھوں نے بنایا آپ یہ سمجھ گئے ہونگے کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ازواجِ مطہرات کو جو احساس ہوا اور اس بات سے انھیں جو ناگواری پیدا ہوئی وہ کیا بات تھی؟ وہ تو آپ سمجھ گئے ہونگے وہ بات یہ تھی کہ :۔

<u>رسول اللہ ﷺ کی محبت</u> ہر زوجۂ مطہرہ کو اس درجہ اتم واکمل تھی کہ کوئی زوجہ مطہرہ یہ گوارا نہیں کرتی تھی کہ میرے محبوب میں دوسرا بھی شریک ہو اور اسی کو عربی زبان میں غیرت کہتے ہیں یہ غیرت جو ہوتی ہے اس کا جو منشاء ہے، منشاء کے معنی ہیں پیدا ہونے کی جگہ، یہ محبت ہوتی ہے چنانچہ حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کی اور ازواجِ مطہرات بھی تھیں مگر میں نے کبھی غیرت نہیں کھائی سوائے حضرت خدیجۃ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا لیکن چونکہ حضور سید عالم ﷺ اُن کا ذکر اس طرح فرماتے تھے کہ میں محسوس کرتی تھی کہ حضور ﷺ کو حضرت خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت ہے ۔ مجھے بڑی غیرت آتی تھی کہ میرے محبوب کے دل میں میرے سوا بھی دوسرے کی محبت اس درجے ہو تو مجھے یہ پسندیدہ نہیں ہے ۔ تو محبت یہ غیرت کی بنیاد ہوتی ہے اور حدیث میں بھی آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں غیور ہوں اور میں غیرت مند ہوں اور حضور نے فرمایا مجھ سے زیادہ غیرت والی ذات اللہ کی ہے اللہ سب سے زیادہ غیرت والی ذاتِ مقدسہ ہے سب سے بڑا غیرت فرمانے والا اللہ ہے اور فرمایا پھر اللہ کے بعد غیرت فرمانے والا میں ہوں اور مؤمنوں کے اندر یہ محبت کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور اس غیرت کی جو بنیاد ہے یہ محبت ہے ۔

غیرت کے معنی: مجمع بحار الانوار (یہ لغتِ حدیث کی بڑی مشہور اور نہایت ہی مستند کتاب ہے) میں لکھتے ہیں اَلْغَیْرَۃُ کَرَاھَۃُ الشِّرْکَۃِ فِیْ الْمَحْبُوْبِ غیرت کے معنی ہیں محبوب میں کسی دوسرے کی شرکت کا ناپسندیدہ ہونا یعنی میرے محبوب میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو جائے۔ بھئی وہ تو میرا محبوب ہے تو جب میں اپنے محبوب میں کسی دوسرے کی شرکت کا تصور ذہن میں لاؤں گا تو یہی غیرت ہوگی (یعنی خلافِ غیرت ہوگا) مجھے یہ بات ناپسند ہوگی کہ میرے محبوب میں کوئی غیر بھی شریک ہے تو غیر کی شرکت محبوب میں اس کو غیرت کہتے ہیں اور یہ کمالِ محبت کی بناء پر پیدا ہوتی ہے تو ازواجِ مطہرات کے اندر جو یہ غیرت کا جذبہ پیدا ہوا یہ کمالِ حبِّ رسول کی بناء پر پیدا ہوا ہر زوجہِ مطہرہ یہ چاہتی تھی کہ میرے محبوب میں بس میں ہی شریک رہوں کوئی غیر شریک نہ ہو اور یہ محبت کا تقاضا ہے اور غیرت کا مفہوم یہی ہے کہ اَلْغَیْرَۃُ کَرَاھَۃُ الشِّرْکَۃِ فِیْ الْمَحْبُوْبِ غیرت کے معنی یہ ہیں کہ محبوب میں غیر کی شرکت کا ناپسند ہونا تو ہر زوجہِ مطہرہ کو سرکار کی اِس درجے محبت تھی کہ ہر ایک طبعی طور پر، نفسیاتی طور پر یہی چاہتی تھی کہ میرے محبوب میں دوسرا شریک نہ ہو۔ اچھا اب دوسرے کے شریک نہ ہونے کا کیا مفہوم تھا یہ نہیں کہ حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ چاہتی ہوں کہ کسی زوجہ مطہرہ کے حقوق پورے نہ ہوں بلکہ وہ چاہتی تھیں کہ جتنا تعلق رسول اللہ ﷺ کا ہم سے ہے اس سے زیادہ کسی سے نہ ہو۔ اب غور فرمائیں یہ بنیادی نکتہ ہے کہ جتنا حضور ﷺ کا قرب ہم سے ہے تو اس سے زیادہ قرب ان کا اپنی بیویوں میں سے کسی اور سے نہ ہو حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی یہی چاہتی تھیں کہ جتنا قرب ہم سے ہے اتنا اور کسی سے نہ ہو اور دوسری بیویاں بھی یہی چاہتی تھیں کہ جتنا قرب حضور ﷺ کو مجھ سے ہے اتنا اور دوسری بیوی سے نہ ہو کیونکہ غیرت کا تقاضا یہی ہے اَلْغَیْرَتُ کَرَھَۃُ الشِّرْکَۃِ فِیْ الْمَحْبُوْبِ کے معنی یہی ہیں اور یہی بات تھی جس نے حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو برانگیختہ کیا اور حضور ﷺ نے جو شہد تناول فرمایا یا حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں حضرت ماریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر تھیں اور پھر حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غیرت کھائی وہ اسی محبت کی بنیاد پر تھی۔ اب آپ یہ

فرمائیں کہ **محبتِ رسول کی حقیقت** کیا ہے؟ بتایئے؟ عینِ ایمان ہے یا نہیں؟ تو اب آپ بتائیں کہ جس کی منشاء عینِ ایمان ہو جس کی جڑ عینِ ایمان ہو تو ایمان کی شاخوں میں کفر آسکتا ہے؟ آپ سوچیں ایمان کی جڑ میں کفر کی شاخ لگ سکتی ہے؟ بھئی گندم کے پودے میں جو کا سٹہ لگ سکتا ہے؟ اور آم کی گٹھلی کے پودے میں کھجور کا پھل نہیں لگ سکتا تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ایمان کی جڑ میں کفر کی شاخ لگ جائے۔ ایمان کیا ہے؟ حُبِّ رسول ﷺ ۔ وہ حُبِّ رسول حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اندر بھی علیٰ وجه الکمال ہے وہی حُبِّ رسول حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اندر بھی علیٰ وجه الکمال ہے اور وہی حُبِّ رسول ہر پاک بیوی کے دل میں ہے ہر پاک بیوی اسی تلاش میں رہتی ہے کہ کوئی ایسا موقع ملے کہ مجھے حضور سے کچھ مزید قرب نصیب ہو جائے اور اس کا تقاضا ہے محبت، اس کی بنیاد ہے محبت، اس کی اصل ہے محبت اور محبت عینِ ایمان ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نے جو کچھ بھی کیا وہ بتقاضائے ایمان کیا اب آپ یہ کہیں گے کہ ..... (پہلا سوال اور اس کا جواب):۔

ایسی بات حضور ﷺ کی طرف منسوب کی جو واقعہ کے خلاف تھی یعنی حضور کے دہنِ پاک سے وہ مغفور کی بو تو نہیں آتی تھی تو انھوں نے ایسی بات کہی اور یہ تو میں حدیث آپ کو سنا چکا ہوں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری ذات کی طرف وہ بات منسوب کی جو واقعی میں نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے تو بھئی بعض شارحین نے اور محشین نے بخاری شریف اور دوسرے علماء محدثین نے یہاں تک تو لکھ دیا کہ یہ جو کچھ کہ بات کہی گئی بے شک حضور نے مغفور نہیں کھایا اور حضور ﷺ نے وہ گوند جو غرفت کے درخت سے بہتا ہے اور جم کر پھر لوگوں کے استعمال میں آجاتا ہے تو حضور ﷺ نے غرفت کے درخت کا وہ گوند واقعی نہیں کھایا تھا اور جب نہیں کھایا تھا تو اس کی تیز بو وہ بھی حضور ﷺ کے دہنِ پاک سے متعلق نہ تھی اس کے باوجود بھی ان کا یہ کہنا ۔ تو بعض علماء نے تو یہ کہہ دیا کہ بے شک یہ بات واقعہ کے مطابق تو نہ تھی مگر کیونکہ یہ محبت رسول کی بنیاد پر کہی گئی لہٰذا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا لیکن میں اس پر راضی نہیں ہوں میں اس جواب پر راضی نہیں ہوں <u>میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے</u> کہ کیونکہ غُرفت کے پودے جس کا وہ گوند مغفور کہلاتا ہے عرب میں بکثرت ہوتے تھے اور آپ کو معلوم ہے کہ جو درخت کسی جگہ ہوں، شہد کی مکھیاں اسی درخت کی پتیوں کا عرق چوستی ہیں، یہ ٹھیک ہے؟ یہی وجہ ہے کہ مختلف علاقوں کے شہد کا مزا بھی مختلف ہوتا ہے بلکہ آپ اس ایک ہی جگہ کو لے لیجئے مکھیوں کا جو ایک گھر بنا ہوا ہوتا ہے اگر وہ کسی پھلواری میں ہو اس کی لذت اور خوشبو بالکل الگ ہوگی اور اگر وہ کسی باغیچے میں ہو جس قسم کا باغیچہ ہوگا مثلاً وہ باغیچہ آموں کا ہے تو اس کی خوشبو اور لذت دوسروں سے مختلف ہوگی اگر آپ نے کہیں ایسے باغیچے میں شہد کا چھتہ نکالا کہ جو کینوؤں کا باغیچہ ہے اس کے شہد کی لذت اور خوشبو اوروں سے مختلف ہوگی یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، تو میں عرض کر رہا تھا کہ کیونکہ حجازِ مقدس میں غرفت کے پودے بھی کثرت سے ہوتے تھے اور جب شہد کی

مکھیاں وہ رس چوستی تھیں تو جو درخت ان کو زیادہ ملتے تھے انھیں درختوں کی پتیاں چوسیں گی تو جس درخت کی پتی چوسیں گی آپ بتائیں اس درخت کی خوشبو اور لذت اس کے چوسنے میں آئے گی کہ نہیں آئیگی ؟ آئے گی ۔ بس تو آپ سمجھ گئے مقصد یہ تھا کہ وہ شہد کی مکھیاں غوفت کے پودے پر جا کر بیٹھیں اور یہی بات حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی تھی کہ حضور ﷺ نے وہ مغفور نہیں کھایا لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ شہد کی مکھی غوفت کے پودے پر جا کر بیٹھی اور وہاں اس نے اس کے پتے کا رس چوسا تو اس کا اثر تو شہد میں آتا ہوا اور جب شہد آپ نے تناول فرمایا تو جتنا خفیف سے خفیف اثر شہد میں آیا ہو گا اتنا ہی اثر حضور ﷺ کے دہنِ پاک سے محسوس ہوا ہو گا ۔ بس یہ اس کا صحیح جواب ہے کہ اس میں یہ بات واقعہ کے خلاف نہ تھی واقعہ یہی تھا کہ وہ جو شہد کی مکھیاں تھیں غوفت کے پودوں پر جا کر بیٹھتی تھیں ان کے پتوں سے عرق چوستی تھیں عوفت کے پتوں کا جو رس ان کے منہ میں جاتا تھا اس سے شہد بنتا تھا تو اس کی لذت اور اس کی خوشبو دونوں اس شہد میں شامل ہوتی تھیں اور جب شہد پینے والا پیتا تھا تو ضرور اس کا اثر اس کے منہ میں محسوس ہوتا تھا مگر وہ اثر شہد کی خوشبو میں شمار ہوتا تھا منہ کی یا دہن کی خوشبو سے یا بدبو سے اس کا تعلق نہیں تھا ۔ ایک تو وہ بدبو ہوتی ہے جس کا تعلق کسی کے دہن سے ہو اور ایک وہ خوشبو یا بدبو ہے جس کا تعلق کسی ایسی چیز سے ہو جو آپ نے منہ سے کھائی ہو مثال کے طور پر کسی شخص نے مولی کھائی تو مولی کی بو اس کے منہ سے آئے گی یا نہیں آئے گی ؟ لیکن وہ اس کے منہ کی بو نہیں ہے وہ مولی کی بو ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے خوشبودار پھل کھایا تو وہ خوشبو اس کے منہ کی نہیں ہے بلکہ اس پھل کی ہے تو حضور ﷺ نے جب شہد تناول فرمایا وہ شہد کونسا تھا ؟ جو شہد غوفت کے درخت کے پتوں کو چوس کر حاصل کیا گیا تھا اور اس کا مزا، اس کی خوشبو اس میں شامل تھی اور جب سرکار نے اس کو تناول فرمایا تو ممکن نہیں ہے کہ جب وہ شہد تناول کیا گیا تو اس کا کوئی اثر دہنِ پاک میں نہ پایا جائے تو جو کچھ بھی اثر پایا گیا وہی امرِ واقعہ ہے اور اسی کو بیان کیا جا رہا ہے لہٰذا خلاف واقعہ کوئی بات نہیں ہے اور ازواجِ مطہرات اس بات سے پاک ہیں کہ وہ خلافِ واقعہ بات حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی طرف منسوب کریں ۔

تو جب حضور ﷺ اس واقعہ کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے حضور ﷺ جب تک بیٹھے رہے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہد نہیں لائیں جب چلنے لگے تو لے آئیں اب فرمایا لَا حَاجَةَ لِیْ مجھے کوئی حاجت نہیں ہے لَقَدْ حَرَّمْنَاهُ ہم نے اس کو حرام کر لیا حالانکہ عسل کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کو شہد بہت ہی مرغوب تھا اور شہد بہت ہی محبوب تھا ۔ پھر مقصد کیا تھا ؟ مقصد یہ تھا کہ اے ازواجِ مطہرات ! چلو ، شہد ہماری محبوب چیز ہے لیکن جب تم کو اس سے اِسی غیرت کی بناء پر کراہت ہوتی ہے اور تم اس بات کو پسند نہیں کرتیں تو چلو ، جس بات کو تم پسند نہیں کرتیں ہم نے اس چیز کو پسند نہیں کیا ہم نے اس کو ترک کر دیا۔ جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا تو حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا لَقَدْ حَرَّمْنَاهُ کیا بات ہوئی ! ہم نے تو اس

شہد کو حضور ﷺ پر حرام کرا دیا اب کیسے زینب کھلائیں گی اور کیسے حضور کو اس طرح زیادہ بٹھائیں گی۔

ازواجِ مطہرات کی خوشنودی کو طلب کرنا اور اپنی بیویوں کی جائز خوشنودی کو طلب کرنا یعنی یہ کوئی ایسی بات تو نہ تھی کہ جو شرعاً حرام ہو۔ آپ غور فرمائیں بھئی کوئی شرعاً حرام تو نہیں تھی ؟ یہ تو ایک حسنِ معاشرت کا پہلو ہوتا ہے اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ ہوتا ہے اور رافت و رحمت کا اظہار ہوتا ہے حضور ﷺ تو مجسم رؤف ہیں، مجسم رحیم ہیں اور حضور ﷺ کے اخلاقِ مبارکہ کی تو مثال پیش نہیں کر سکتے اور حضور ﷺ کے حسنِ معاشرہ کا تو تصور کہیں سے لا ہی نہیں سکتے تو ازواجِ مطہرات کی یہ جو رضاجوئی حضور ﷺ نے فرمائی وہ اپنے اخلاقِ کریمانہ کی بناء پر، اپنی رافت کی، اپنی رحمت کی بناء پر اور اس حسنِ معاشرت کی بناء پر کہ جس کو حضور ﷺ نے اسلام کے لیے ایک بنیادی حیثیت عطا فرمائی ہے لہٰذا اس میں حضور ﷺ کا کوئی گناہ نہیں اور ازواجِ مطہرات کا بھی کوئی گناہ نہیں جو کچھ انھوں نے کیا انتہائی غیرت کی بناء پر کیا، غیرت کا منشاء محبت ہے اور محبتِ رسول عینِ ایمان ہے اب دوسری بات انشاء اللہ کل کہوں گا اللہ سے دعا کریں اللہ کرم کرے۔ آمین

الدرس الرابع

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

صدق الله مولانا العلی العظيم وصدق رسوله النبی الامين ونحن علی ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العالمين ۝

اللّٰهم صل علی سيدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰلهٖ و اصحابهٖ وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی پانچ تاریخ ہے منگل کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ پورے رمضان شریف کے روزے نصیب فرمائے اللہ تعالیٰ قادر ہے اس کی رحمت بڑی وسیع ہے اسی کی رحمت پر بھروسہ ہے۔

اللّٰهم صل علی سيدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰلهٖ و اصحابهٖ وبارك وسلم

محترم حضرات ! سلسلہ کو مسلسل کرنے کے لیے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ سورۃ التحریم کا شانِ نزول تو میں آپ کے سامنے واضح طور پر ایک دفعہ نہیں بلکہ مکرر بیان کر چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ تھا کہ یا تو حضرت ماریۃ قبطیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ نے حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلجوئی کی خاطر اپنے اوپر حرام فرمالیا یا ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کی خاطر حضور ﷺ نے اپنے اوپر شہد کو حرام فرمالیا کیونکہ ازواجِ مطہرات یہ نہیں چاہتی تھیں کہ حضور ﷺ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اُتنی دیر سے زیادہ ٹھہریں جتنی دیر حضور ﷺ ہمارے پاس ٹھہرتے ہیں، تو شہد کو یا حضرت ماریۃ قبطیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حرام فرمایا ۔ اکثر روایات اور صحیح روایات شہد کے متعلق ہیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو ظاہری باطنی علمی، عملی، جسمانی، روحانی کمالات عطا فرمائے تو حضور ﷺ توان کمالات کے پیشِ نظر مجسمہ کمال ہیں مجسمہِ جمال ہیں مجسمہِ رحمت ہیں مجسمہِ رافت ہیں اور حسنِ اخلاق کے الفاظ کے صحیح معنی اگر کوئی تلاش کرنا چاہے تو کائنات میں نہیں ملیں گے وہ حضور ﷺ کی ذاتِ پاک میں ملیں گے صَلَّى اللّٰهُ تعالیٰ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ اب یہاں سلسلہ کلام کو مسلسل کرنے کے لیے مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ یہ جو اختلاف پیدا ہوتا تھا کہ ازواجِ مطہرات نے خلافِ واقعہ بات حضور ﷺ کی طرف منسوب کی اس کا جواب میں کل دے چکا اور میں نے بتادیا کہ ازواجِ مطہرات نے کوئی خلافِ واقعہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ذاتِ مقدسہ کی طرف منسوب نہیں کی بلکہ یہ واقعہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ چونکہ اس علاقے کی شہد کی مکھیاں مغافیر کے درخت سے رس چوستی تھیں اور اس کی بو اور اس کے مزے کا اثر شہد میں ہوتا تھا تو جو بھی شہد پیئے تو ضرور

اس شہد سے اس بو کا احساس ہر شخص کو ہوتا تھا لیکن وہ شدت اور تیزی جو رسولِ کریم ﷺ کو ناگوار تھی اور وہ حضور ﷺ کی شان کے لائق نہیں تھی وہ تیزی بو اور مزے میں ہرگز نہیں پائی جاتی تھی اور ازواجِ مطہرات نے تو اس شدت کا ذکر بھی نہیں کیا صرف اتنا ہی کہا اِنَّا نَجِدُمِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرٍ بس اور یہ ایسی بات تھی کہ جو واقعہ کے خلاف نہ تھی جب خلافِ واقعہ نہ تھی تو ازواجِ مطہرات پر سے یہ الزام ہٹ گیا کہ خلافِ واقعہ بات کو انھوں نے حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی طرف منسوب کیا یہ تو جواب اپنے مقام پر ہو گیا اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ يٰٓاَيُّهَاالنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج اے نبی آپ نے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام فرمایا جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ۔اگر کوئی اس آیت کا مفہوم ظاہر کے مطابق ذہن میں رکھتا ہے جیسا کہ زمحشری نے اس مقام پر بہت زہر اگلا ہے اور ایسی ہی باتیں زمحشری نے کہی ہیں جو شانِ نبوت اور شانِ عصمت کے قطعاً منافی ہیں اس نے نہایت نامناسب باتیں اِس آیتِ کریمہ کے تحت لکھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کی رسول نے اپنے اوپر اس کو حرام کر لیا اب آپ یہ بتائیں کہ یہ تو بالکل اللہ کی مخالفت ہے کہ اللہ ایک چیز کو ہمارے لیے حلال قرار دیتا ہے اور ہم کہیں کہ نہیں صاحب یہ تو حرام ہے یہ تو اللہ کا مقابلہ ہے اور اللہ جل جلالہٗ کے حکم کی نفی کرنا ہے ۔

(دوسرا سوال) ایک حلال چیز کو جب کہیں کہ حرام ہے جب ہم نے اس حلال چیز کو حرام کیا تو حلال ہونا تو اللہ کے حکم سے تھا تو ہم نے اس حلال چیز کو حرام کیا تو ہم نے حرام کہہ کر اللہ کے حکم کی نفی کی یا نہیں کی ؟

زمحشری کی گفتگو کا خلاصہ اس قسم کا ہے جو بڑا افسوس ناک ہے، بڑا دردناک ہے ۔جو مستشرقین ہیں اور یہود اسی طرح یہ لادین قسم کے لوگ، لامذہب قسم کے لوگ ہیں انھوں نے تو ایسی باتیں کیں تھیں کیونکہ وہ تو اسلام کے بھی دشمن ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بھی وہ معاند ہیں مگر دکھ اس بات کا ہے کہ اپنے ہی لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مفسرین کہلاتے ہیں انھوں نے ایسی باتیں کر کے ان مستشرقین کو اور ان معاندینِ اسلام کو تقویت پہنچائی جنھوں نے اس آیت کریمہ کے یہی معنیٰ بیان کئے کہ اللہ نے ایک چیز کو حلال کیا تھا اور رسول نے اس کو حرام کر دیا اور رب کی مخالفت کی اور اللہ کے حکم کی نفی کی جس چیز کو اللہ حلال کرے رسول کا یہ فرض ہے کہ اس کو حلال جانے لیکن جو چیز اللہ حلال کرے رسول اس کو حرام کر دیں یہ تو رسول کی شان کے لائق نہیں ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ کے حلال کو جو حرام سمجھے یا اللہ کی حلال کی ہوئی کسی چیز کو حرام سمجھے وہ تو کافر ہے جیسے اللہ کے حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے اللہ نے جس چیز کو حلال کیا اسے حرام سمجھنا یہ بھی تو کفر ہے۔اللہ نے میتة کو،دم کو، لحم الخنزیر کو اور مَآاُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (پارہ ۲. البقرة ۱۷۳) کو حرام کیا، نہیں کیا؟ بھئی مردار حرام ہے یا نہیں ہے ؟ خنزیر حرام ہے یا نہیں ؟اب اگر کوئی یہ کہے نہیں صاحب میں تو سمجھتا ہوں کہ خنزیر حلال ہے وہ کافر ہو گا یا نہیں ہو گا ؟ اللہ نے میتة کو حرام فرمایا اب کوئی شخص کہے کہ نہیں صاحب میں تو مردار کو حلال سمجھتا ہوں بولئے ! وہ کافر ہو گا یا

نہیں ہوگا ؟ تو جس طرح اللہ کے حرام کو حلال کہنا کفر ہے اسی طرح اللہ کے حلال کو حرام قرار دینا بھی تو کفر ہے تو اگر اس آیت کا یہ مطلب لیا جائے کہ اللہ نے ایک چیز آپ پر حلال کی اور آپ نے اللہ کی حِلّت کے مقابلے میں اس کو حُرمَت کا وصف دے دیا اور اللہ نے جو چیز حلال کی تھی آپ نے اس کو حرام کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ **معاذاللہ** آپ نے کفر کیا تو بتایئے رسول اللہ ﷺ سے کفر ہو سکتا ہے؟ اللہ کے رسول سے کفر ہو سکتا ہے؟ تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کتنی بڑی زیادتی ہے اصل میں بات کو اس نے سمجھا نہیں ۔ یہاں **لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ** کے یہ معنی نہیں ہیں جو زمحشری نے سمجھے یا لا مذہب اور بے دین معاندینِ اسلام نے سمجھ کر اسلام اور بانیِ اسلام ﷺ پر اعتراضات کئے یہ بات نہیں ہے اور آیت کا مطلب یہ نہیں ہے۔

آیت کا مطلب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب حضور سرور عالم ﷺ نے اس بات کو محسوس فرمایا کہ مثلاً حضرت **ماریۃ قبطیۃ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور ﷺ کے پاس حضرت **حفصۃ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دن میں موجود تھیں اور ان کی موجودگی حضرت **حفصۃ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گراں گزری تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کی گرانی کو دور فرمانے کے لیے، ان کی رضاجوئی کی خاطر، کہ اگرچہ **ماریۃ قبطیۃ** میرے لیے حلال ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے لیے حلال کیا ہے، میری خوشی اور خوشنودگی اسی میں ہے کہ میں ان کو اپنی زوجہ ہی سمجھوں اور زوجیت ہی کے معاملات ان کے ساتھ برتوں یہی چیز مجھے محبوب ہے لیکن اے **حفصۃ**! چونکہ تمھاری طبیعت پر گرانی ہوئی ہے لہٰذا میں اپنی پسندیدگی کو ایک طرف رکھتا ہوں اور تمھاری رضاجوئی کو میں مقدم رکھتا ہوں جو چیز میری پسندیدہ ہے میں اس کو پسِ پشت رکھے دیتا ہوں اور تمھاری جو رضاجوئی ہے اس کو میں مقدم خیال کرتا ہوں کہ تم راضی رہو، میری پسندیدگی بے شک پسِ پشت ہو جائے لیکن تمھاری رضامندی برقرار رہے۔ یہ کیا تھا حُسنِ معاشرت کا ایک پہلو تھا اب جو حضور ﷺ نے فرمایا ہم **ماریۃ** کو اپنے اوپر حرام کر دیں اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ **ماریۃ** کو اللہ نے حلال کیا تو میں نے اللہ کے مقابلے میں اس کو حرام کر دیا **نعوذباللہ** یہ تو مسئلہ بن گیا کہ اگر کسی مباح چیز کو کسی ناراضگی کے اظہار کی بناء پر یا کسی حکمت کی بناء پر کوئی اپنے اوپر حرام کرے اور یہ کہہ دے کہ مثلاً بھئی گھر میں ایک فرد کو گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ کچھ ناراضگی پیدا ہوگئی اور وہ ایک فرد روٹھ گیا اور گھر والوں سے اس نے کہا کہ بھئی روٹی پانی مجھ پر حرام ہے تو یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے حلال کو میں نے حرام کر دیا اس کا مطلب ہے کہ میں نہیں کھاؤں گا اب مسئلہ یہ بن گیا کہ جو شخص کسی مباح چیز کو اپنے لیے حرام کہہ دے تو یہ نہیں کہ وہ حرام ہو جائے وہ حلال تو ہے لیکن اس مباح چیز کو، جائز چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا ایسا ہے جیسے کسی نے کسی کام کے کرنے یا کسی چیز کے کھانے کی قسم کھالی ہو کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں یہ چیز نہیں کھاؤں گا تو کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا یہ گویا ایک قسم کی **یمین** ہے۔ یہ اللہ کے حلال کو حرام کر دینا اور اللہ کا مقابلہ کرنا نہیں **نعوذباللہ** بلکہ ایک قسم کی **یمین** ہے اور **یمین** کے معنی ہیں قسم۔ یہی

وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ج (التحریم آیت ۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمھاری قسموں کے حلال ہونے کا طریقہ تمھارے لیے بیان فرمادیا فَرَضَ بمعنی بَیَّنَ، فَرَضَ بمعنی شَرَعَ۔ اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسموں کے کھولنے کا طریقہ بیان فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسموں کے کھولنے کو مباح کردیا، مشروع کردیا۔ تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہوا آپ غور سے سنیں اور اپنے ذہن کے گوشوں میں اس کو محفوظ رکھیں بلکہ دل کے گوشوں میں۔ مقصد یہ تھا کہ اے محبوب ﷺ! ازواجِ مطہرات نے جو کوشش کی کہ آپ ماریۃ کو ترک فرمادیں یا شہد کو چھوڑدیں اور وہ اس لیے کہ اُن کو یہ گوارا نہ تھا کہ ایک بیوی کو حضور ﷺ کے ساتھ زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور باقی بیویوں کو کچھ کم موقع ملے یہ چیز اُن کو گوارا نہیں تھی تو آپ نے تو حسنِ اخلاق کی بناء پر ان کی پسندیدہ چیز کو مقدم رکھ لیا اور اپنی ناپسندیدگی کو آپ نے نظر انداز فرمادیا۔ تو یہ ٹھیک ہے کہ آپ مجسمہِ حسنِ اخلاق ہیں لیکن بات یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات نے جو ایسا کر کے یہ صورت پیدا کی کہ آپ کو یہ فرمانا پڑ گیا کہ ہم نے ماریۃ یا شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا یعنی ہم نہیں کھائیں گے تو یہ ایک قسم کی قسم ہو گئی۔ اب آپ بتائیں کہ حضور ﷺ کو شہد بہت پسند تھا یا نہیں تھا؟ اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اللہ کے محبوب نے ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرمادیا۔ یہ ہوا یا نہیں ہوا؟ اللہ کے محبوب ازواجِ مطہرات کے محبوب ہیں یا نہیں ہیں؟ اسی محبت کی بناء پر تو یہ سارا معاملہ ہوا کیونکہ ازواجِ مطہرات کی محبت یہ برداشت نہیں کرتی تھی کہ ہمیں جو فائدہ حضور ﷺ سے حاصل ہو مثلاً حضور ہمارے پاس تشریف فرما ہوں ہم حضور کا دیدار کریں تو ہمیں جو فائدہ حاصل ہو وہ کم ہو دوسری بیوی کو زیادہ فائدہ حاصل ہو محبت کی رو سے یہ گوارا نہ تھا اسی لیے تو یہ ساری بات ہوئی۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب! آپ نے ازواجِ مطہرات کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرمادیا جہاں تک آپ کی ذاتِ مقدسہ کا اور ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کا تعلق ہے اور جہاں تک حسنِ معاشرت کا سوال ہے اور جہاں تک حسنِ اخلاق کی بنیادیں اور قدریں قائم ہوتی ہیں وہاں تک تو ظاہر ہے کہ آپ اس کام میں اور اس معاملے میں اور اس فیصلے میں آپ بالکل حق پر ہیں اور آپ نے جو کیا وہ حسنِ اخلاق کا مظاہرہ فرمایا لیکن اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ آپ نے ازواج کی رضا کو مقدم رکھا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیا تو اے پیارے حبیب! اگر آپ ازواج کے محبوب ہیں تو ہمارے بھی تو محبوب ہیں تو آپ نے ازواج کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرمادیا تو میں آپ کا محب ہوں آپ میرے محبوب ہیں محب کو کب گوارا ہے کہ اس کا محبوب کسی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پیارے محبوب! آپ میرے محبوب ہیں میں آپ کا محب ہوں آپ نے ازواج کی رضاجوئی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیا اور اس بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ میرا رب جو میرا محب ہے وہ میری محبوب چیز ترک کرنے کو کیسے گوارا فرمائے گا آپ نے ادھر توجہ نہیں فرمائی پیارے حبیب اگر

کچھ ناراضگی ہوگی توازواج سے ہوگی مجھ سے تو کوئی ناراضگی نہیں ہے میرے کہنے سے آپ شہد کھالیجئے قَدْفَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ج اللہ نے فرمایا کہ میرے محبوب اگر کوئی ناراضگی آپ کی ہوگی توازواج کے ساتھ ہوگی مجھ سے تو کوئی ناراضگی نہیں ہے تو میرے محبوب! میرے کہنے سے آپ شہد کھالیجئے کیونکہ قسموں کے حلال ہونے کا جو طریقہ ہے ہم نے اس کو بھی مشروع فرمادیا۔

قسموں کے حلال ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر کوئی قسم کھائے اور پھر وہی کام کرے تو پھر وہ کفارہ دے دے

حضور نے کفارہ دیا یا نہیں دیا؟ حضور نے تو اللہ کے فرمان کے مطابق پھر اپنی محبوب چیز کو اختیار فرمالیا کیونکہ اللہ نے جو فرمادیا لیکن حضور ﷺ نے پھر کفارہ دیا یا نہیں دیا؟ تو یہاں دو قول ہیں ایک قول حسنِ بصری کا ،ایک مُقَاتِل کا۔ مُقَاتِل نے کہا کہ حضور نے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔

حسنِ بصری نے کہا کہ حضور ﷺ نے کوئی کفارہ نہیں دیا نہ کوئی غلام آزاد کیا، نہ کسی اور طریقہ سے کفارہ دیا۔
بعض لوگوں نے حسنِ بصری کے قول کو ترجیح دی اور بعض نے مقاتل کے قول کو ترجیح دی بعض نے کہا واقعی حضور نے کفارہ دیا مقاتل کا قول ہے اور بعض نے کہا حضور نے کوئی کفارہ نہیں دیا حسنِ بصری کا قول ہے اور

میں کہتا ہوں دونوں ٹھیک ہیں :اگر حضور ﷺ نے کفارہ دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کفارہ جو تھا وہ حِنث کا کفارہ تھا نہیں کیونکہ حِنث تو کہتے ہیں گناہ کو اور حضور ﷺ تو معصوم ہیں پھر یہ کہ حضور ﷺ نے خود تو شہد کھایا بھی نہیں جس چیز کی حضور ﷺ نے قسم فرمائی تھی آپ نے خود تو توڑی بھی نہیں بھئی! کھایا تو اللہ کے حکم سے کھایا تو کفارہ دے تو اللہ دے ، حضور ﷺ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ کفارہ دیں اور اللہ کفارہ سے پاک ہے ،اللہ تو کفارے سے پاک ہے تو لہٰذا حقیقتاً حضور ﷺ پر کفارہ نہیں آتا اور اگر بالفرض حضور نے دیا مقاتل کے قول کے مطابق تو اس لیے نہیں دیا کہ وہ حِنث کا کفارہ تھا بلکہ وہ امت کی تعلیم کے لیے دیا کہ اگر قسم کھانے کے بعد پھر وہ کام کرو تو ایسا کرو جیسا میں کررہا ہوں اور اُمت کی تعلیم کے لیے کیا۔ تو حسنِ بصری کا قول بھی ٹھیک ہے اور مقاتل کا قول بھی ٹھیک ہے لیکن حضور ﷺ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اب اس کے بعد میں اس بات کو یہاں تک چھوڑ دیتا ہوں کہ حضور سیدِ عالم جناب تاجدارِ مدنی محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کسی حلال کی ہوئی چیز کو اس طرح حرام نہیں فرمایا کہ اس کی حِلّت کی نفی فرمادی ہو نعوذ باللہ نعوذ باللہ ۔ حضور ﷺ اس سے پاک ہیں کسی مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کی حلت کی نفی کردے وہ تو پھر خدا کا مدِّمقابل ہو گیا اب اس کے بعد آپ کو یہ بتاؤں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے جو فرمایا کہ قَدْ حَرَّمْنَاهُ ہم نے شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا اس سے پہلے یہ مسئلہ نہیں تھا اس کے بعد یہ مسئلہ ہو گیا۔ کیا؟ اصل بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تو ایک ایک ادا سے دین پیدا ہوتا ہے دین کا مرکز حضور ﷺ ہیں، دین کا منبع حضور ﷺ ہیں، دین کا منشاء حضور ﷺ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور ﷺ سورج ہیں دین اس کی شعاعیں ہیں

حضور ﷺ جو کہیں وہ دین ہے، جو وہ کر دکھائیں وہ دین ہے تو اس سے پہلے یہ مسئلہ نہیں تھا جب حضور ﷺ نے فرمایا شہد کے بارے میں یا مارية قبطية کے بارے میں کہ قَدْ حَرَّمْنَاهُ ہم نے اس کو حرام کر لیا تو حضور ﷺ کے اس فرمانے سے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ اگر کوئی اللہ کی مباح کی ہوئی چیز کو مباح سمجھتے ہوئے کہے کہ میں نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس کا یہ کہنا پھر یمین ہو جائے گا اس سے پہلے یہ یمین نہیں ہوتا تھا حضور ﷺ کے اس فرمانے کے بعد وہ یمین ہو گیا قسم ہو گیا کیونکہ حضور ﷺ کی اداؤں کے سانچے میں دین ڈھلتا ہے وہ قسم ہو گئی اور اب قسم توڑنے کا کفارہ اُس شخص پر لازم آئے گا جو کسی مباح چیز کے بارے میں یہ کہے کہ میں نے اِس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور پھر اس کے بعد اُس کو کھائے یا اُس کو استعمال کرے تو اس کو کفارہ دینا پڑے گا ۔ کیوں ؟ اس لیے کہ اس کا کسی مباح چیز کو حرام کرنا یہ ایسا ہے جیسا کہ قسم کھانا اور قسم کو توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے لہٰذا کسی حلال چیز کو حرام کہنے کے بعد پھر جب وہ اس کو استعمال کرے گا تو کیونکہ حرام کہنا قسم تھا تو اب اس کو کفارہ دینا ہو گا اور حضور سرورِ عالم ﷺ کے بارے میں میں نے آپ کو حسنِ بصری کا قول بھی بتا دیا اور مقاتل کا قول بھی بتا دیا اور دونوں کی توجیح بھی آپ کے سامنے پیش کر دی باقی انشاء اللہ کل اگر زندگی رہی۔

الدرس الخامس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين

والحمدلله رب العالمين ٥

اللّٰهم صل على سيدنا مولانا وملجانا محمد وعلى اله و اصحابه وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارك کی چھ تاریخ ہے بدھ کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ تو نے یہ چھ روزے رکھوائے باقی رمضان شریف کے سب روزے پورے کروادے اور سب معمولات دستور کے مطابق پورے ہو جائیں اور اے اللہ تو اپنی رحمت سے شرفِ قبولیت بھی عطا فرما آمین

اللّٰهم صل على سيدنا مولانا وملجانا محمد وعلى اله و اصحابه وبارك وسلم

محترم حضرات ! سورۃ التحریم کی آیاتِ طیبہ سے متعلق جو گفتگو کا آغاز ہوا وہ مسلسل چل رہا ہے اور آج جو بات مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج اے نبی محترم ﷺ! آپ نے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام فرمالیا جو ہم نے آپ کے لیے حلال فرمائی تھی تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی فرماتے ہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے پہلے تو مجھے یہ بتانا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی تو سرکار نے ضرور فرمائی لیکن یہ آپ یاد رکھیں کہ ازواجِ مطہرات کی رضا میں کوئی ایسی چیز شامل نہیں تھی جو شرع کے خلاف ہو بلکہ ازواجِ مطہرات کی رضا سراپا منحصر تھی رسول اللہ ﷺ کی کمالِ محبت پر۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک بیوی یہ چاہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے جو قرب دوسری بیویوں کو حاصل ہو تو ہمارے قرب میں اس سے کوئی کمی نہ ہونے پائے۔ ایک بیوی سے جو قرب ہو تو دوسری بیوی یہ چاہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس بیوی سے کم قرب مجھے حاصل نہ ہو اور ہر بیوی اپنا حق سمجھتی تھی۔ وہ ازواجِ مطہرات قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مائیں ہیں، محترمات ہیں، وہ مطہرات ہیں اُن کا یہ جذبہ، ان کی یہ رضا، ان کی یہ مرضی، ان کی یہ نیک پاک اور طیب و طاہر خواہش کہ ہم میں سے کسی کو حضور ﷺ کے قرب میں کمی نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ جتنا قرب کسی دوسری بیوی کو حاصل ہے ہمیں اس سے کچھ کم ہو، نہیں بلکہ ہمیں جو قرب حضور ﷺ سے حاصل ہو وہ دوسری بیویوں سے کسی حال میں کم نہ ہو۔ ان کی یہ خواہش ان کی یہ تمنا، ان کی یہ آرزو، ان کی یہ رضا، ان کی یہ مرضی، یہ رسول اللہ ﷺ کے کمالِ محبت پر مبنی تھی اور جذبہ غیرت کا تو دارومدار ہی محبت پر ہے کیونکہ میں نے غیرت کے معنی جو بیان کئے تھے مجمع بحار الانوار میں یہ معنی لکھے ہیں

اَلْغَیْرَۃُ کَرَھَۃُ شِرکَۃِ الْغَیْرِفِیْ الْمَحْبُوْب غیرت کے معنی اپنے محبوب میں غیر کی شرکت کو ناپسند کرنا۔ یہی الفاظ مجمع بحار الانوار میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لغتِ حدیث کی کتابوں میں انہی لغات کے معنی بیان کئے جاتے ہیں کہ جو لغاتِ حدیث میں استعمال ہوتے ہیں۔ تو لفظ غیرت بار بار احادیث میں استعمال ہوا ہے اس لیے لفظِ غیرت کے معنی کتبِ غریب الحدیث میں جو بیان کئے گئے وہ یہ ہیں اَلْغَیْرَۃُ کَرَھَۃُ شِرکَۃِ الْغَیْرِ فِیْ الْمَحْبُوْب غیرت کے معنی اپنے محبوب میں غیر کی شرکت کو ناپسند کرنا۔ اپنے محبوب میں غیر کی شرکت کی ناپسندیدگی اور محبوب میں شرکتِ غیر کی ناگواری، یہ کیا ہے؟ یہ ہے غیرت اور ظاہر ہے یہ غیرت محبوب سے متعلق ہے اور محبوب جب تک ہوتا ہی نہیں جب تک کہ وہ مرکزِ محبت نہ ہو اور یہ ناگواری یہ کمالِ محبت کی بناء پر پیدا ہوتی ہے جتنی کسی کو کسی سے محبت ہو گی اسی قدر اس کے حق میں غیرت بھی پائی جائے گی مجھے حضرت سیدی شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار یاد آئے جو اسی معنی میں انھوں نے فرمائے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں

؎ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم

وہ فرماتے ہیں کہ میری غیرت کا یہ عالم ہے کہ اگر میرا بس چلے تو اِس اپنی آنکھ کو یہ اجازت نہ دوں کہ یہ میرے محبوب کو دیکھے آنکھ کی بجائے میں خود ہی دیکھوں

؎ گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم

اور میرا بس چلے تو کان کو یہ موقع نہ دوں کہ وہ میرے محبوب کی بات سنے میں خود ہی سنوں کان کون ہوتے ہیں، محبوب کی بات سننے میں مجھے یہ کان کی شرکت بھی گوارا نہیں اور محبوب کا چہرا دیکھنے میں آنکھ کی شرکت بھی گوارا نہیں۔ آگے ایک جگہ انھوں نے فرمایا

؎ ہدیہِ زلفِ تو گر ملکِ دوعالم بدہند

یعلم اللہ کہ سرے موئے تو دیدن ندہم

فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب! اگر تیری زلف کا ہدیہ دونوں عالم کا ملک بھی کوئی مجھ کو دے اور کہے کہ دونوں عالم لے لو اور محبوب کی زلف دے دو، دنیا بھی آخرت بھی سارے ملک لے لو اور محبوب کی زلف دے دو۔ فرماتے ہیں

؎ یعلم اللہ کہ سرے موئے تو دیدن ندہم

اگر دونوں جہان کے ملک مجھ کو محبوب کی زلف کے ہدیے میں دیئے جائیں تو یعلم اللہ، یہ یعلم اللہ جو ہے یہ قسم کے معنی میں ہیں یعنی اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں دونوں جہان کے ملکوں کے بدلے میں تیری زلف کا دینا تو درکنار،

؎ یعلم اللہ کہ سرے موئے تو دیدن ندہم

خدا کی قسم میں تو کسی کو تیری زلف کے ایک سرے کو دیکھنے بھی نہ دوں کیا اچھا مقطع فرمایا ہے

شرف گر باد وزد بو زِے زلفش ببرد

باد را نیز درایں دہر وزیدن ندہم

فرماتے ہیں۔اے شرف الدین بو علی قلندر! اگر ہوا چلے اور میرے محبوب کی زلف کی بو کو پھیلائے ، تو وہ محبوب کی زلف کی خوشبو تو سب سونگھیں گے تو میری غیرت تو برداشت نہیں کرے گی کہ میرے محبوب کی زلف کی بو اور لوگ سونگھیں، میری غیرت یہ برداشت نہیں کرے گی

شرف گر باد وزد بو زِے زلفش ببرد

باد را نیز درایں دہر وزیدن ندہم

تو میرا قابو چلے (بس چلے) تو ہوا کو اس دہر میں چلنے ہی نہ دوں کہ یہ ہوا جب چلتی ہے تو میرے محبوب کی زلف کی خوشبو کو پھیلاتی ہے اور لوگ سونگھتے ہیں تو میری غیرت کب تقاضا کرے کہ میرے محبوب کی زلف کی بو اور لوگ سونگھیں، میری غیرت تو برداشت نہیں کرتی سبحان اللہ!

اب آپ نے اندازہ فرمایا ہوگا کہ غیرت کا کیا مفہوم ہے ارے میری غیرت کا تو عالم یہ ہے کہ آنکھ کو بھی الگ کردوں اس کو دیکھنے نہ دوں، محبوب کا چہرہ میں خود ہی دیکھوں اور کان کو بھی الگ کردوں تو کون ہوتا ہے میرے محبوب کی بات سننے والا، میں خود ہی سنوں میری غیرت کا یہ عالم ہے کان کی شرکت بھی گوارا نہیں، آنکھ کی شرکت بھی گوارا نہیں سبحان اللہ تو پتہ چلا اَلْغَيْرَتُ كَرَهَةُ شِرْكَةِ الْغَيْرِ فِيْ الْمَحْبُوْب غیرت کے معنی ہی یہ ہیں کہ محبوب میں کوئی غیر نہ شریک ہو جائے یہی غیرت ہے اور یہ کمالِ محبت سے پیدا ہوتی ہے تو ازواجِ مطہرات کی غیرت کا تقاضہ یہ تھا ، ہر پاک بیوی یہ چاہتی تھی کہ بس حضور ﷺ میرے ہی ہو کر رہیں اسی لیے ازواجِ مطہرات نے یہ تدبیر سوچی کہ حضور ﷺ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں یہ غیرت کا جذبہ تھا جس نے ان کو اُبھارا اور وہ جو کچھ بھی بات ہوئی وہ جذبہ غیرت کی بناء پر ہوئی اور جذبہ غیرت کمالِ محبت پر مبنی ہے اور **کمال محبتِ رسول حقیقتِ ایمان ہے** لہٰذا ازواجِ مطہرات کی جو مرضی، جو رضا اور جو خواہش تھی وہ محبتِ رسول پر مبنی تھی اور جو چیز حبِّ رسول پر مبنی ہو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت اور کوئی بہتری ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا ازواجِ مطہرات کی رضا کو شرع کے خلاف کہنے والے کے منہ پر ہم تُف کرتے ہیں ازواجِ مطہرات کی رضا ہرگز ہرگز شرع کے خلاف نہ تھی بلکہ وہ تو کمالِ جذبہ محبت وغیرت پر مبنی تھی ازواجِ مطہرات پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اُن کا کمال ثابت ہوتا ہے اب ایک بات یہ ہے کہ جب ان کی غیرت بھی اچھی تھی اور ان کی غیرت میں شرع کے خلاف کوئی بات نہیں پائی جاتی تھی تو اب اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط آپ تو اپنی بیویوں کی رضاجوئی فرمارہے ہیں ۔ یہ کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ میں کل بتا چکا ہوں کہ اے میرے محبوب! آپ ان کے محبوب ہیں تو ہمارے بھی تو محبوب ہیں ان کی رضا کو آپ نے آگے

رکھ لیااور ہماری رضا کی پرواہ ہی نہیں فرمائی ہماری رضا تو یہ ہے کہ ہمارا محبوب اپنی محبوب چیز کو ترک نہ کرے تو آپ نے ان کی رضا کو آگے رکھ لیا کہ وہ راضی ہو جائیں اور آپ نے اِدھر التفات نہیں فرمایا کہ آپ ہمارے محبوب ہیں اور ہم کو کب گوارا ہے کہ ہمارا محبوب کسی کی خاطر اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دے لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج اور یہ حقیقت ہے کہ حضور نبی اکرم تاجدارِ مدنی ﷺ کے ساتھ جب بھی اس قسم کا معاملہ ہوا ہے جس کو لوگ کیسے کیسے ناپاک لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ معاذاللّٰہ ۔ اللہ نے رسول کو ڈانٹ پلائی اَستَغفِرُاللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ

مخاطبت میں عظمت کا اظہار: میں کہتا ہوں جب کسی کو ڈانٹا جائے تو آپ ایمان سے کہیں کہ جس کو ڈانٹا جائے گا تو ڈانٹنے کے لیے جب ہم اس کا نام لیں گے تو کیا اس کا نام کمال اکرام اور کمالِ اعزاز اور کمالِ عظمت کے ساتھ لیں گے ؟ بھئی! ڈانٹنے کے لیے کسی کا نام لیا جائے تو اس کے نام کے ساتھ کوئی عظمت کا لفظ نہیں ہوتا بلکہ وہاں تو ناراضگی کے اظہار کے لیے اس کا نام ایسے انداز سے لیا جاتا ہے کہ جس میں اس کی مذمت ظاہر ہو اور نام لے کر عظمت کا اظہار کیا جائے پھر ڈانٹا جائے ، یہ کوئی بات نہ ہوئی ؟ اگر یہ بات ہوتی جیسے لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللّٰہ اللہ نے ڈانٹ پلائی تو پھر تو یہ نہ ہوتا کہ یٰۤاَیُّهَاالنَّبِی ، کیونکہ مخلوق کے لیے النَّبِی سے بڑھ کر تو کوئی عزت کا لفظ جہان میں ہے نہیں ، تو یٰۤاَیُّهَاالنَّبِی کے لفظ سے ارشاد فرمانا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللّٰہ تبارك وتعالیٰ جل جلالہ محبوب کی ادنیٰ بے توجہی پر محبت بھرا شکوہ فرمارہا ہے کہ پیارے حبیب! آپ نے اِدھر تو توجہ نہیں فرمائی آپ کی تو توجہ ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کی طرف ہو گئی تو ہماری طرف بھی توجہ فرمائی ہوتی کہ آپ ہمارے محبوب ہیں اور آپ کی محبوب چیز کا ترک ہونا ہمیں کب گوارا ہے تو یٰۤاَیُّهَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج اے پیارے حبیب !اے محبوب! اے مسند نبوت کو زیب دینے والے محبوب! اے مسند نبوت پر جلوہ گر ہونے والے محبوب، !اے کمالاتِ علمیہ اور عملیہ سے متصف ہونے والے محبوب! لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمائی آپ کسی کے لیے اس کو اپنے اوپر کیوں حرام فرماتے ہیں کیونکہ آپ کی محبوب چیز کا آپ سے چھوٹنا یہ آپ کی تکلیف کا باعث ہے اور ہمیں آپ کی تکلیف گوارا نہیں ۔ آپ کو ازواجِ مطہرات کی تکلیف گوارا نہیں ہے ہمیں آپ کی تکلیف گوارا نہیں ہے آپ قرآن کریم میں رسول کریم سید عالم ﷺ کے عتاب کے مسئلے پر غور کریں تو ہر جگہ آپ کو یہی صورت ملے گی۔ اٹھارہ آیتیں میں نے جمع کیں ہیں جن میں عتاب کا مفہوم ہے اور پھر اس عتاب پر میں نے لغتِ عرب سے کلام کیا ہے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں میں نے اس کی وضاحت کی ہے اس میں ایک آیت یہ بھی ہے یٰۤاَیُّهَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج بہر حال خیر اب وہ تفسیر کی باتیں تو میں یہاں نہیں بیان کر سکتا وہ تو خاص اہلِ علم حضرات کے لیے ہیں اور آپ جتنے بھی میرے احباب ہیں سب بے شک اہلِ علم ہیں لیکن آپ کو تفسیر کے

سے ذوق نہیں ہے اس لیے اگر میں ان تمام چیزوں کو بیان کروں تو وہ آپ کے لیے ایک چیستاں بن کر رہ جائیگا تو اس لیے جوبات آپ کے کام کی تھی وہ میں نے کہہ دی اب یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ ازواجِ مطہرات کی رضا کو بے شک حضور ﷺ نے تلاش فرمایا لیکن ان کی رضا میں کوئی عمل خلافِ شرع نہیں تھا بلکہ ان کی رضا کا مدار حضور ﷺ کی محبت اور غیرت تھی اور یہاں جو اللہ تعالیٰ نے محبت بھرا شکوہ فرمایا وہ اس بنا پر تھا کہ ہم آپ کے محب ہیں اور جب آپ اپنی محبوب چیز کو چھوڑیں گے تو آپ کی وہ تکلیف ہم سے کب گوارا ہو گی اس لیے ہم آپ کو فرماتے ہیں کہ آپ نے قسم کھالی کہ ہم شہد نہیں کھائیں گے تو ارشاد فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ج (آیت ۲۔ التحریم) محبوب قسم کھالی تو کوئی بات نہیں ہے ہم نے قسم کھولنے کا راستہ مقرر کر دیا ہے اور اس کا طریقہ بیان کر دیا ہے اور آپ تو امت کے پیشوا ہیں آپ جو کچھ بھی کریں گے وہی دین بن جائیگا آپ کی اداؤں کے سانچے میں ہی تو دین ڈھلتا ہے آپ کسی چیز کے نہ کھانے کی قسم کھالیں وہ یمین ہو گئی کیونکہ آپ کا عمل ہے اب اگر آپ کفارہ دے دیں تو یہ اس لیے نہیں کہ آپ معاذ اللہ گناہ گار تھے لہٰذا گناہ کے بدلے میں کفارہ دے دیا، آپ تو معصوم ہیں اگر آپ کفارہ دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ امت کو طریقہ بتائیں گے کہ اگر قسم کھا کر توڑا جائے تو اس کا پھر یہ طریقہ ہے یہ تعلیم امت کے لیے ہے اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (حدیث نبوی) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اپنی اداؤں سے، اپنے اقوال سے، اپنے افعال سے میں تو دین کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں تو حضور اکرم ﷺ کہ یہ لفظ حَرَّمْنَا فرما کر یہ دین کا مسئلہ بتا دیا کہ مباح چیز کا اپنے لیے حرام کہنا یہ قسم ہے اور قسم سے باہر آنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا کفارہ دے دیا جائے اور امام حسنِ بصری کا قول میرا ذوق ہے اگرچہ مُقَاتِل کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے کفارہ دیا مگر میرا ذوق قولِ امامِ حسن بصری ہے کیونکہ حضور ﷺ نے خود تو کھایا ہی نہیں وہ تو اللہ نے فرمایا لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج جو بالکل ایسی بات ہے مثال نہیں دیتا سمجھانے کے لیے کہتا ہوں کہ اگر گھر میں کوئی ایک فرد روٹھ کر کہہ دے میں کھانا نہیں کھاتا کھانا مجھ پر حرام ہے تو جو گھر کا بڑا فرد ہے وہ اگر کہے بھئی! اگر تو نے اپنے کسی بھائی بہن سے ناراض ہو کر یہ کہہ دیا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا تو ناراضگی بہن بھائیوں کی ہو گی میرے سے ناراضگی نہیں ہے میرے کہنے سے کھالو۔ تو آپ کی کوئی بات ہو گی تو ازواجِ مطہرات سے ہو گی ہم سے تو کوئی ناراضگی نہیں ہے تو اے محبوب ہم کہتے ہیں آپ شہد کھالیں۔ مصطفیٰ ﷺ کا کیا مقام ہے لوگوں نے کچھ نہیں سمجھا۔ اب اس کے بعد ائمہ مجتہدین کے کچھ اختلافات ہیں تو ان کو بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے وہ حواشی میں آگئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک مباح کو حرام قرار دے دیا جائے تو امام شافعی کا مذہب یہ ہے، امام مالک کا مذہب یہ ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے تو ان اختلافات کو مجھے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں میں نے یہاں اتنی بات کہہ دی جو آپ حضرات کے مطلب کی تھی اور آپ سمجھ بھی گئے اب اس کے بعد اگلی بات ازواجِ مطہرات سے متعلق وہ اسی واقعہ کا

ایک جز ہے اس کو اگر میں واضح طور پر بیان نہیں کرونگا تو ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں پھر شکوک و شبہات رہ جائیں تو میں چاہتا ہوں کہ اللہ کا کلام جب مسلمان کے سامنے آئے، وہ اس کو سمجھے تو شرح صدر کے ساتھ اس کے مضامین اس کے دل میں بیٹھ جائیں اور کسی قسم کا تردد، شک و شبہ نہ ہونے پائے انشاء اللہ باقی کلام اللہ نے چاہا تو کل ہوگا اللہ سے دعا کریں۔

الدرس السادس

اَلحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلك لمن الشاهدین والشاکرین

والحمدلله رب العالمین ٥

اللّٰهم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰلہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارك کی سات تاریخ ہے جمعرات کادن ہے اَلحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے یہ سات روزے رکھوائے باقی رمضان شریف کے سب روزے پورے کروا دے اور سب معمولات دستور کے مطابق پورے ہو جائیں اور اے اللہ تو اپنی رحمت سے شرفِ قبولیت بھی عطا فرما۔

اللّٰهم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰلہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ کارخ ازواجِ مطہرات کی طرف : میں یہ عرض کرونگا کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ کو سامنے رکھنے سے ذہن اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ بھئی کوئی نہ کوئی ایسی بات حضور ﷺ سے ہوئی ہے جو مغفرت طلب ہے اور رحمت طلب ہے لیکن میں یہ عرض کرونگا کہ ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو طرزِ عمل اختیار کیا تھا تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ کارخ اس طرف ہو تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط ازواجِ مطہرات کی حضور ﷺ نے جو رضاجوئی فرمائی وہ تو اس بناء پر کہ ازواجِ مطہرات سے ایک کام سرزد ہوا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس پر ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ کارخ جو ہے یہ ازواجِ مطہرات کے اس فعل کی کی طرف کر دیا جائے جو کہ ان سے سرزد ہوا تو کیا ضروری ہے کہ اس کو حضور ﷺ کی طرف ہی متوجہ کیا کریں، ہاں! اس طرح ہم متوجہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو ازواجِ مطہرات کے اس طرزِ عمل کو بخشش دے گا وہ اپنے محبوب کے صدقے میں بخشے گا۔

دو وجہ سے، ایک تو یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہیں ان کی حضور ﷺ سے نسبت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود حضور ﷺ نے ان کی رضاجوئی فرمائی ہے تو اب جس بات کو رسول طلب فرمائیں اللہ تبارك وتعالیٰ جل مجدہٗ اُس کو رد نہیں فرماتا۔ فرمایا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ کیونکہ میرے محبوب نے تمھاری رضاجوئی طلب فرمائی لہٰذا میں معاف کرتا ہوں تو یہ دو وجہ سے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ کی توجیہ اس نوعیت کے ساتھ ہو سکتی ہے اور اگر آپ اس کو اسی پہلے موقف پر رکھیں تب بھی سرکار کی شان، حضور ﷺ کی عظمت ہی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ کیسے ہوا؟

یہ کہ اے محبوب کریم ﷺ! ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے آپ کو تکلیف پہنچی کیونکہ آپ نے اپنی محبوب چیز کو ترک فرمادیا (اپنی محبوب چیز کو ترک کرنا تکلیف ہے یا نہیں ؟) اور ازواجِ مطہرات کی رضا کو ملحوظ رکھا، ان کی رضا کو تو ملحوظ رکھا اور ہماری رضا کو بھی تو ملحوظ رکھنا تھا اور ہماری رضا کیا تھی وہی کہ ہم کب گوارا فرماتے ہیں کہ آپ ازواجِ مطہرات کی خاطر اپنی محبوب چیز کو ترک فرمائیں اور تکلیف برداشت فرمائیں تو آپ نے اس پہلو کو ترک فرمایا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ اب اندازہ فرمائیں کہ اس میں حضور ﷺ کی عظمت وشان کا کتنا بڑا پہلو نکلتا ہے مگر بات یہ ہے کہ سب باتیں ایمان اور محبت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں جہاں ایمان نہ ہو، نہ محبت ہو وہاں کچھ بھی نہیں ۔

حضور ﷺ کو تکلیف پہنچنا یا پہنچانا: اب ایک بات یہ عرض کروں کہ ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی کیونکہ اپنی محبوب چیز کو ترک فرمایا اور اپنی محبوب چیز کو ترک کرنا باعث تکلیف ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ازواجِ مطہرات نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی اور یاد رکھو کہ نبی کو تکلیف پہنچانا تو کفر ہے تو ازواجِ مطہرات نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی تو ازواجِ مطہرات کا کیا حال ہوگا ؟

تو اس کے متعلق میں ایک بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ نقطہ اہلِ علم کے یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اگر ازواجِ مطہرات نے یہ طرزِ عمل اس مقصد سے اختیار کیا تھا کہ ہم حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں تو یہ کفر ہے لیکن ازواجِ مطہرات کا یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں وہ تو یہ چاہتی تھیں کہ ہمارے ساتھ حضور ﷺ کا قرب زیادہ سے زیادہ رہے جب مقصد یہ تھا تو اب وہ کفر والا پہلو ختم ہوگیا یہ الگ چیز ہے کہ اُن کے اس طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی لیکن تکلیف پہنچانا ازواجِ مطہرات کا مقصد نہیں تھا اس کی مثال دیتا ہوں حدیث میں بھی اس کی ایک مثال آتی ہے اور ہمارے روزمرہ میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں دیکھئے ایک بچہ آپ کو پیارا لگتا ہے اور آپ نے محبت میں اس کو گھٹ کر پیار کیا اب بچے کو تکلیف تو ہوئی لیکن آپ نے اس کو تکلیف پہنچانے کے ارادے سے یہ فعل نہیں کیا تھا آپ نے تو اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل کی ہے اور رہا یہ کہ اس کو تکلیف پہنچی تو یہ آپ کے ارادے میں نہ تھی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ازواجِ مطہرات نے جو یہ طرزِ عمل اختیار کیا ان کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ہم حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں مگر ان کی نیت، ان کے ارادے اور ان کے قصد کے بغیر ان سے حضور ﷺ کو اسی طرح تکلیف پہنچی جس طرح پیارے بچے کو پیار کرنے سے تکلیف پہنچے مگر پیار کرنے والے کا مقصد اس کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا اس کی ایک مثال حدیث میں بھی ہے مختصر لفظوں میں وہ یہ ہے کہ جب میت قبر میں جاتی ہے تو پھر قبر میت کو بھینچتی ہے اور اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر آجاتی ہیں، اب میت دو حال سے خالی نہیں۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ ہر مسلمان ہر بنی آدم سب کی اصل مٹی ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (پارہ ۱۶ طٰهٰ آیت ۵۵) اصل تو مٹی ہے اور جو چیز اصل ہوتی ہے عربی میں اس کو اُم کہتے ہیں تو یوں کہئے کہ مٹی جو ہے وہ ہماری ماں ہے اب بچہ جب ماں کی گود سے نکل کر باہر آجائے اور پھر

بہت عرصے کے بعد اس کے پاس واپس آئے تو دو حال سے خالی نہیں ہو گا یا تو وہ عرصہ اس نے ماں کو ناراض کرنے میں، ماں کو تکلیفیں پہنچانے میں لگایا ایسے ایسے کام کئے کہ ماں کو تکلیف پہنچی ماں ناراض ہوئی یا وہ عرصہ اُس نے اِس حال میں بسر کیا کہ ماں کی رضاجوئی کرتا رہا اور ماں کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہا۔ اگر وہ ماں کی فرمانبرداری کرتے کرتے ماں کی آغوش میں آیا تب بھی ماں اس کو بھینچے گی اور اگر نافرمانی کرتا ہوا آیا تب بھی بھینچے گی مگر نافرمانی کرتا ہوا آیا تو غضبناک ہو کر بھینچے گی یا فرمانبرداری کرتا ہوا آیا تو محبت کے ساتھ بھینچے گی اور نتیجہ تو دونوں کا ایک ہی ہو گا لیکن اتنی بات میں ضرور عرض کردوں کہ مؤمن کے لیے جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو یہ اس کے حق میں مذمت کا باعث نہیں ہوتی بلکہ یہ بالکل ایسا ہوتا ہے کہ ماں اپنے بچے کو عرصے دراز تک اپنے سے جدا کر بیٹھی ہے اور پھر بچہ اس کی خدمت کرتا رہا ہے اور اس کو دعا سلام بھی بھیجتا رہا ہے اور اس کی ہر قسم کی خبر گیری بھی کرتا رہا ہے مگر وہ پچاس، ساٹھ سال تک دور ہی رہا اور اس حالت میں وہ ماں کی خدمت سے غافل نہیں رہا اب جب بچہ آئے گا تو ماں اس کو بڑی محبت کے ساتھ، بڑے پیار کے ساتھ بھینچے گی تو اسے تکلیف تو ہو گی مگر تکلیف پہنچانا مقصود نہیں، مقصود تو اپنے محبت کے تقاضے کی تکمیل ہے اور اگر وہ ماں کو ناراض کرتا رہا، برا بھلا کہتا رہا اور اس کو تکلیفیں پہنچاتا رہا اور پھر جب اتفاق سے آیا تو ماں اس کو غضبناک ہو کر بھینچے گی اور پھر اس کو تکلیف پہنچانا ہی مقصود ہو گا وہ پہلو مذمت کا ہے، یہ پہلو جو ہے تعریف کا پہلو ہے اور مدح کا پہلو ہے۔ تو بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ازواجِ مطہرات نے جو طرزِ عمل اختیار کیا بے شک اس سے حضور ﷺ کو تکلیف تو ضرور پہنچی مگر ان کا مقصد تکلیف پہنچانا نہ تھا بلکہ اپنی محبت کے تقاضے کو پورا کرنا تھا لیکن اللّٰہ تبارك وتعالیٰ جل مجدہٗ چونکہ حضور سیدِ عالم ﷺ کا محبّ ہے اللہ تعالیٰ نے اس پہلو کو مُنْتَفِی نہیں فرمایا بلکہ اس کو برقرار رکھا اور وہ فقط عظمتِ رسول ﷺ کی خاطر اور فقط اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا محبّ ہے اور حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں۔ ازواجِ مطہرات کا ارادہ تو نہ تھا کہ حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں وہ تو اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل میں لگی ہوئی تھیں لیکن ان کے طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچ گئی ایک محبوب چیز کو حضور ﷺ نے چھوڑ دیا تو یہ تکلیف اللہ کو گوارا نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے پھر ازواجِ مطہرات کی طرف کلام کو پھیر دیا اور اس کی یہ توجیہہ بھی ہو سکتی ہے کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ "رَّحِيْمٌ" ٥ بے شک تم نے ایسا کیا تمھارے طرزِ عمل سے میرے محبوب کو تکلیف پہنچی مگر چونکہ تمھاری غرض اور نیت تکلیف پہنچانا نہیں تھی لہٰذا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ "رَّحِيْمٌ" ٥ یہ بھی توجیہ کا ایک پہلو نکلتا ہے۔ اس کے بعد قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ج (التحریم آیت ۲) اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کے کھولنے کا طریقہ بیان کر دیا ہے اور قسموں کے کھولنے کا اور قسم کے کفارے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ میں پہلے بیان فرما دیا اور سورۃ التحریم کی یہ آیت بعد میں نازل ہوئی سورۃ التحریم، سورۃ المائدۃ کے بعد آتی ہے اور قسم کے کفارے کا بیان سورۃ المائدۃ میں پہلے ہو چکا ہے۔ (آگے ہے)

صیغہ مخاطبت کے استعمال میں فرق: وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ ج وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ٥ (التحریم ۲)

اللّٰہ تبارك وتعالیٰ جل جلالہٗ نے پہلے تو اپنے حبیب کو مخاطب فرمایا یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج (التحریم ۱) اِس لیے وہ خطاب کا صیغہ بھی مفرد تھا اور یہاں فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ (التحریم ۲) یہاں جمع کا صیغہ ہے تو وہاں صیغہ مفرد کا ہے اور مفرد کی ضمیر ہے، یہاں صیغہ جمع کا ہے اور جمع کی ضمیر ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ ایسا اس لیے ہوا کہ وہ فعلِ رسول ہے اور فعلِ رسول ہی دین میں اصل ہے تو جو میرے رسول نے کہا وہ تمھارے لیے دین کا قانون بن گیا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُم پتہ چلا کہ رسول نے اگر کسی مباح چیز کو اپنے اوپر روک دیا تو ان کا روکنا اس کو اپنے لیے حَرَّمْنَا کالفظ فرمادینا۔ یہ کیا ہے؟ یہ یمین ہے ۔کیونکہ یہ کام رسول نے کیا تھا تو یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج مفرد کا صیغہ تھا اور چونکہ اس کا حکم سب مؤمنوں کے لیے ہے تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُم کیونکہ رسول کی اداؤں کے سانچے میں دین ڈھلتا ہے اب قیامت تک سارے ایمان والوں کے لیے یہ حکم آگیا اور پھر اللّٰہ تبارك وتعالیٰ جل جلالہٗ نے اب مؤمنین کو شامل کر کے کلام کو آگے چلایا اور کیوں چلایا؟ اس لیے کہ ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو جو تکلیف پہنچی اس میں مسلمان بھی تو شامل ہیں آپ بتائیں مؤمنین شامل ہیں یا نہیں؟ بھئی آپ بتائیں آپ کو رسول کی تکلیف سے تکلیف پہنچی یا نہیں؟ بے شک ازواجِ مطہرات نے ان کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا مگر ان کے اس طرزِ عمل سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی اور جو تکلیف رسول کو پہنچی وہ فقط رسول کو نہیں پہنچی سب مؤمنوں کو پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تمھارا مولا ہے مَوْلٰكُمْ جمع کی ضمیر فرمائی اور فرمایا کہ ایمان والو! اگر ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے تمھارے محبوب کو تکلیف پہنچی جو تمھاری تکلیف ہے تو جس کو تکلیف پہنچے اس کی کوئی مدد بھی تو کی جاتی ہے وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ ہم تمھاری مدد کے لیے موجود ہیں۔ آگے فرمایا وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ٥ اور وہ تو بڑے علم والا، بڑی حکمت والا ہے کیونکہ جب تک علم اور حکمت نہ ہو اس وقت تک مدد ہو بھی نہیں سکتی ۔مدد کے لیے علم کی ضرورت ہے، مدد کے لیے حکمت کی ضرورت ہے اگر کوئی کسی کی مدد کے لیے کھڑا ہو جائے اور حکمت کے خلاف کوئی طریقہ اختیار کرے تو وہ بجائے آسانی کے اس کو تو دقت پیدا ہو جائے گی اگر جانے بغیر کوئی کام کر بیٹھے تو اُلٹا کر بیٹھے گا۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ تو بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمھارے مولا ہیں اور یہ مولا بمعنٰی مددگار ہے لفظِ مولا اس سورۃ میں جہاں بھی آیا ہے ہر جگہ لفظِ مولا کے معنی مددگار آئے ۔آگے فرمایا وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا (التحریم آیت ۳) اب اللّٰہ تبارك وتعالیٰ جل جلالہٗ نے اپنے محبوب سیدِ عالم تاجدارِ مدنی جنابِ احمد مجتبٰی حضرت محمدِ مصطفٰی ﷺ کی عظمت کے پرچم لہرانے کے لیے یہ بات ارشاد فرمائی کہ جب نبی محترم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی بیوی کی طرف کوئی راز کی بات فرمائی، بھید کی بات فرمائی کہ جب ازواجِ مطہرات نے حضور سیدِ عالم ﷺ کو اس چیز سے محروم کرنا چاہا جو

حضور ﷺ کو محبوب تھی تو حضور سید عالم ﷺ نے اس کو ترک بھی فرمادیا مگر اس ترک کے متعلق حضور ﷺ نے ایک راز کا انداز اختیار فرمایا اور بطورِ راز فرمایا کہ اے حفصة! یا اے عائشة ! میں اس چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں، یہ بات فرمانا ایک راز کے طور پر تھا اور اس کے ساتھ اگلی بات بھی بطورِ راز ہی فرمائی۔ کیا ؟ کہ میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہونگے ان کے بعد عمر خلیفہ ہونگے یہ بھی اس کے ساتھ فرمایا تو پہلا حصہ وہ تھا کہ میں اس کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور فرمایا لَا تُخْبِرِیْ کسی کو خبر نہ دے۔ اے عائشة ! اے حفصة! اس بات کی کسی کو خبر نہ دینا کہ میں نے اس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ کہ میں نے تم کو یہ بتایا کہ میرے بعد ابو بکر اور ابو بکر کے بعد عمر خلیفہ ہونگے فرمایا تم اس بات کی کسی کو خبر مت دینا فرمایا یہ میرا ایک راز ہے اور تم اس کو اپنے جی میں رکھو اور میں نے اس کو حرام کر لیا تا کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمھاری محبت کا تقاضا پورا ہو جائے بیشک مجھے تکلیف ہو میں برداشت کر لونگا مگر تمھاری محبت کے تقاضے کو میں پورا کر رہا ہوں تم اس بات کی کسی کو خبر مت کرنا۔ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِیُّ إِلیٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (التحریم ۳) جب نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں میں سے ایک بیوی کی طرف ایک بات بطورِ راز فرمائی اب حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ نے یہ بات فرمائی تھی کہ ہم نے ایک چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تم کسی کو بتانا نہیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر اور ابو بکر کے بعد عمر خلیفہ ہونگے حضور ﷺ نے دونوں باتیں فرمائیں اور فرمایا کسی کو بتانا نہیں حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ سنا کہ حضور ﷺ نے اپنے اوپر اس چیز کو حرام کر لیا کہ جس کے حرام نہ ہونے کی وجہ سے ہم حضور ﷺ کے قرب سے محروم تھے اور حضور ﷺ کے التفات اور عنایات کی کمی ہم محسوس کرتے تھے جب حضور ﷺ نے اس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اب ہم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئے جس مقصد کو ہم نے سامنے رکھ کر یہ سلسلہ شروع کیا تھا اور اب حضور ﷺ نے تو شہد کو یا مارية کو اپنے اوپر حرام فرما لیا لہٰذا اب ہم جو دل میں مقصد رکھتے تھے کہ حضور ﷺ کا قرب ہم کو زیادہ نصیب ہو۔ یا ہم سے زیادہ کسی دوسری بیوی کو قرب حاصل نہ ہو تو اس مقصد میں ہم کامیاب ہو گئے اب اس خوشی میں حضور ﷺ کی ممانعت حضرت حفصه رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یاد نہیں رہی اور خوشی میں اتنی پھولیں اور اس قدر خوشی میں سمائیں کہ فوراً حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جا کر کہہ دیا اور جب کہہ دیا تو یاد آیا کہ بھئی حضور ﷺ نے تو منع فرمایا تھا تو ان کو کہا کہ اللہ کے لیے یہ بات کسی کو مت کہنا حضور ﷺ نے مجھے فرمایا تھا، تو اب یہ بات اس وقت ان کو بھول گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم سید عالم ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ پیارے حبیب آپ کا راز فاش ہو گیا اب حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دونوں باتیں کہہ دیں مگر جب حضور ﷺ نے حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ اے حفصة ہمارا راز تم نے فاش کر دیا اور تم نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے یہ چیز اپنے اوپر حرام کر لی بس اتنی بات حضور ﷺ نے فرمائی اور اگلی بات کا ذکر نہیں فرمایا۔ آگے آیت ہے

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ ج (التحریم آیت ۳) جب حضور کی اس بیوی نے حضور کا راز فاش کر دیا اور دوسری بیوی کو خبر دیدی اور اللہ نے ان کے راز فاش کرنے کا اظہار اپنے محبوب کے اوپر فرمادیا۔ وَاَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ ج تو حضور ﷺ نے بعض بات جو حضور کے راز کی انھوں نے فاش کی تھی وہ تو ان کے سامنے ذکر فرمادی وہ یہی کہ بھئی ہم نے اس چیز کو حرام کیا تھا اور تمھیں بتایا تھا کہ آگے بتانا نہیں لیکن حضور ﷺ نے اگلی بات کا زبانِ اقدس سے ذکر نہیں فرمایا وَاَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ اس بات سے حضور ﷺ نے اعراض فرمایا اور پہلی بات حضور ﷺ نے فرمادی۔ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ٥ (التحریم آیت ۳) جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا تو حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذہن میں فوراً یہ بات آئی کہ غالباً عائشۃ نے حضور ﷺ کو یہ کہا ہوگا کیونکہ میں نے عائشۃ ہی کو تو بتایا تھا جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم نے ہمارا راز کھول دیا جبکہ ہم نے منع کیا تھا کہ لَا تُخْبِرِیْ کسی کو نہیں بتانا تو حضور ﷺ نے اپنی فرمائی ہوئی ایک بات تو ان کے سامنے رکھی کہ فلاں چیز کو ہم نے اپنے اوپر حرام کر لیا لیکن اگلی بات کہ میرے بعد ابو بکر اور ان کے بعد عمر خلیفہ ہونگے یہ تو حضور ﷺ نے ان کو فرمایا تھا انھوں نے یہ بات بھی بتادی تھی مگر جب حضور ﷺ نے ان سے شکوہ فرمایا تو پہلی بات ہی کا ذکر فرمایا دوسری بات کا ذکر نہیں فرمایا وَاَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ تو جب حضور ﷺ نے ان کے سامنے اس بات کا ذکر فرمایا تو حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑی پریشانی ہوئی اور ان کا ذہن فوراً اِدھر گیا کہ میں نے تو یہ بات عائشۃ کے سوا کسی کو بتائی ہی نہیں تو ضرور عائشۃ نے ہی حضور ﷺ کو بتایا ہوگا حالانکہ میں نے ان کو کہہ بھی دیا تھا لَا تُخْبِرِیْ حضور ﷺ نے مجھے منع کیا تھا تو آپ کسی کو نہ کہیں کہ میں نے یہ راز فاش کیا ہے مگر عائشۃ نے پھر بھی کہہ دیا تو حضرت حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ سے کہنے لگیں مَنْ اَنْبَاَكَ آپ کو کس نے بتایا؟ ان کا خیال تھا عائشۃ نے بتایا ہوگا۔ یہ بات تو نہ تھی حضور ﷺ نے فرمایا نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ مجھے کسی نے نہیں بتایا مجھے علیم و خبیر نے بتایا ہے اب آج تو کلام یہاں تک کرتا ہوں اگلی بات انشاء اللہ اگر زندگی ہے تو کل عرض کرونگا۔

الدرس السابع

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۰ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۰

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ۰

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی اِحْسَانِہ آج رمضان المبارک کی نو تاریخ ہے ہفتہ کا دن ہے اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ثم اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ تو نے اپنی رحمت سے نو روزے رکھوا دیئے یہ باقی سب روزے بھی پورے کروا دے الٰہی رمضان شریف کے سب معمولات اپنی رحمت سے درست فرمااور تیری یہ نعمت ایسی نعمت ہے جس کا شکر کرنے سے ہم قاصر ہیں اور عاجز ہیں ۔

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

ازواجِ مطہرات نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائی یا نہیں ؟ بزرگانِ محترم! سورۃالتحریم کی تفسیر کے ضمن میں کچھ کلمات عرض کر رہا تھااور وہ کلمات مسلسل چل رہے ہیں اور میں سلسلہ کلام کو مکمل کرنے کے لیے عرض کروں گا کہ یہ تصور کہ ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوئی سازش کی اور ان کو اذیت پہنچائی یہ نہایت ہی ناپاک تصور ہے مؤمن کا ذہن اس کو کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا جبکہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی کی بیویو !اگر تم نے نبی کو ناراض فرمایا تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیوی اپنے نبی کو عطا فرمادے گا القرآن (التحریم آیت ۵) تو یہ کیا تھا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو ایک تنبیہ تھی کہ ان سے کوئی ایسا کام، کوئی ایسا فعل، کوئی ایسا قول سرزد نہ ہو جس سے اگرچہ ان کی نیت تو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانا نہیں لیکن ان کی نیت نہ ہونے کے باوجود حضور ﷺ کو کوئی اذیت پہنچ جائے اور پھر حضور ﷺ تم سے مفارقت اختیار فرمالیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے گا مفارقت کی بات تو میں اپنے طور پر کہی قرآن میں نہیں ہے قرآن میں اتنا ہے کہ اگر تم نے نبی کو ناراض کیا تو اللہ تمھاری جائے ایسی بیویاں اپنے حبیب کو عطا فرمائے گا جو تمام اوصاف میں تم سے بہت بہتر ہونگی اچھا اب مجھے یہاں یہ بتائیں کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے یا نہیں ؟ کہ اگر ازواجِ مطہرات نے نبی ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی یا انھیں ناراض کیا تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر بیویاں نبی کو عطا فرمائے گا ۔ ٹھیک ہے ؟ اب آپ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کا جو وعدہ ہو اور اللہ تعالیٰ قرآن میں جس وعدے کو نازل فرمائے کیا ممکن ہے کہ وہ غلط ہو جائے ؟ کیا ممکن ہے کہ وہ پورا نہیں ہو ؟ تو وعدہ تو یہ ہے کہ اگر نبی کی بیویوں نے تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نبی کو

ان سے بہتر بیویاں عطا فرمادے گا۔اب اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضور ﷺ کی بیویوں نے حضور ﷺ کو اذیت پہنچائی تو پھر اللہ کا وعدہ تو پورا نہ ہوا بھئی اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو یہی تھا کہ تمھاری بجائے ہم دوسری بیویاں اپنے نبی کو عطا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان بیویوں کی بجائے حضور ﷺ کو دوسری بیویاں عطا فرمائیں یا نہیں ؟ بھئی ظاہر ہے کہ نہیں عطا فرمائیں اور جب نہیں عطا فرمائیں تو معلوم ہوا کہ ان بیویوں نے حضور ﷺ کو اذیت پہنچائی ہی نہیں اگر وہ اذیت پہنچاتیں تو وعدہ الٰہیہ کے مطابق یقیناً ان سے بہتر بیویاں اللہ اپنے حبیب کو عطا فرما دیتا لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہو گیا کہ ازواجِ مطہرات نے حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی ہی نہیں۔ یہ بات تو یہیں قرآن کی روشنی میں ختم ہو جاتی ہے اب اس کے بعد یہ کہ حضور ﷺ کو تکلیف تو پہنچی ۔ تو اس میں تو شک نہیں کہ حضور ﷺ کو تکلیف تو ضرور پہنچی بھئی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شہد کو روک دیا اپنے آپ کو شہد سے بالکل بچا لیا شہد کھانا ترک فرمادیا ، حضرت ماریۃ قبطیۃ کو حضور ﷺ نے اپنے اوپر حرام کر لیا۔ یہ بتائیں کہ ان چیزوں سے حضور ﷺ کو کوئی تعلق تھا یا نہیں تھا؟ بھئی ظاہر ہے تعلق تھا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُحِبُّ الْعَسْلَ وَالْحَلْوَاءَ (الحدیث) حضور سید عالم ﷺ کوئی میٹھی چیز بنائی ہوئی نہایت پسند فرماتے تھے اور شہد تو حضور ﷺ کو بے حد پسند تھا تو جب شہد بے حد پسند تھا تو پھر ؟

بھئی **محبتِ رسول** سے بڑھ کر کوئی نیکی ہے ؟ اور **محبتِ رسول** کے بغیر تو کوئی نیکی نیکی ہے ہی نہیں اگر کوئی رسول کی محبت دل میں نہیں رکھتا، لاکھ نیکیاں کرتا پھرے وہ نیکی ہے ہی نہیں ۔ کلمات شریف پڑھے وہ بھی نیکی نہیں۔ منافقین کلمہ نہیں پڑھتے تھے ؟ قرآن نے نہیں کہا ؟ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (پارہ ۲۸، المنفقون ۱) تو حبِّ رسول کے بغیر ، محبتِ رسول کے بغیر ،الفتِ رسول کے بغیر کوئی کلمہ پڑھتا رہے کوئی کچھ کرتا رہے وہ بالکل بیکار ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ ازواجِ مطہرات نے جو کچھ کیا حضور ﷺ کی محبت کے تقاضے سے کیا۔ ہر بیوی یہی چاہتی تھی کہ حضور ﷺ کا قرب اسے زیادہ رہے یا کم از کم دوسری بیویوں سے میرا قرب کم نہ ہو۔

بولیے ! ہر زوجہ کی، ہر منکوحہ کی طبیعت کا ایک نفسیاتی تقاضا ہے یا نہیں ہے ؟ یہ تو ازواجِ مطہرات ہیں، رسول کی بیویاں ہیں تو جو رسول کی بیویوں کو یہ نفسیاتی تقاضا اللہ کی طرف سے لاحق ہو گا اس کی تو ساری بنیاد حبِّ رسول ہو گی اور حبِّ رسول جس چیز کی بنیاد ہو وہ تو بڑی نیکی ہے تو معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نے نبی کریم سید عالم ﷺ کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی، کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، کوئی دکھ نہیں پہنچایا انھوں نے تو اپنا مداوا کیا اور اپنی غیرت کے تقاضوں کو پورا کیا ، اپنی محبت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ غیرت کی بنیاد محبت اور محبت بنیاد ایمان کی اور ایمان بنیاد تمام نیکیوں کی۔ اگر محبت نہ ہو تو ایمان نہیں اگر ایمان نہ ہو تو کوئی نیکی نیکی ہی نہیں۔ تو یہ ساری باتیں محبت رسول پر مبنی تھیں ایسی صورت میں حضور سیدِ عالم ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی تو ازواج مطہرات کے ارادے سے نہیں پہنچی ان کی

نیت نہ تھی ان کا قصد نہ تھا ان کی غرض یہ نہ تھی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائیں ان کا مقصد تو یہ تھا کہ ہم اپنی غیرت، الفت و محبت کے تقاضوں کو پورا کریں ۔(جیسے بچہ سے ماں کا پیار میں دبو چنے اور زمین کا میت کو دبو چنے والی مثالیں جو پچھلے درس میں دی گئیں)

دو عورتیں کون ہیں جن کا ذکر اس موقع پر آیا؟ اب اس کے بعد یہ بات آپ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو جو تنبیہ فرمائی اور یہ فرمایا اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ج (التحریم آیت ٤) تَتُوْبَا تثنیہ کا صیغہ ہے قُلُوْبُکُمَا کی ضمیر بھی تثنیہ کی ہے، تثنیہ کے معنی دو فرد ہیں اور تَتُوْبَا یہ مؤنث کا صیغہ ہے اس کا مطلب ہے دو عورتیں۔وہ دو عورتیں کونسی تھیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج سے واپس آرہے تھے جس کے بعد آپ کو شہید کر دیا گیا تو میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وضو کرا رہا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ اے فاروق اعظم! اے خلیفۃ الرسول! اے امیر المؤمنین! آپ یہ فرمائیں کہ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا صلے میں جن دو عورتوں کا ذکر ہے وہ کون ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ عائشۃ اور حفصۃ ہیں ۔ عائشۃ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور حفصۃ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں اور یہ دونوں حضور ﷺ کی پاک بیویاں تھیں اور تمام عالمِ اسلام اور سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

ازواجِ مطہرات کو توبہ کرنے، اللہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم :اب آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا اے عائشۃ اور اے حفصۃ اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اِنْ تَتُوْبَا شرط ہے تو اس کی جزا محذوف ہے اب شرط کی دلیل فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ اے عائشۃ اور اے حفصۃ! اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلو، اللہ سے توبہ کرلو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا تو یقیناً بے شک تمھارے دل ایک طرف کو جھک گئے تم اللہ کی طرف رجوع کرلو اور توبہ کرلو یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا اور یہ توبہ کرنا تمھارے لیے بہتر کیوں ہوگا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا اس کی دلیل یہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ تم دونوں کے دل ایک طرف کو جھک گئے، ایک طرف کو مائل ہو گئے۔کچھ لوگوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ راہِ اعتدال سے ہٹ گئے میں اس ترجمہ پر راضی نہیں ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں نے بھی بِسْمِ اللہ سے لے کر والناس تک قرآن کا ترجمہ لکھا ہے مگر میں نے اس مفہوم پر یہ ترجمہ نہیں لکھا اور میں اس ترجمے پر راضی نہیں ہوں اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ. اے عائشۃ! اے حفصۃ! اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرلو، توبہ کرلو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور یہ توبہ کرنا تمھارے لیے بہتر کیوں ہے؟ کیوں توبہ کرلو؟ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا کیونکہ تمھارے دل ایک طرف کو مائل ہو گئے۔

ایک طرف کو مائل ہونے کا کیا مطلب ہے ؟ یہ بات آپ غور سے سمجھ لیں اور انشاء اللہ آپ کا ذہن بالکل صاف ہو جائے گا اصل بات یہ ہے کہ ایک طرف کے لئے دوسری طرف بھی ہونی چاہیے ؟ ایک طرف تو جب ہی ہو گی جب کوئی دوسری طرف ہو اصل بات یہ کہ ایک طرف تو خود ازواجِ مطہرات کی غیرت اور محبت کا تقاضا ہے، ہے یا نہیں ہے ؟ ان کی محبت، ان کی غیرت یہ ایک طرف ہے کہ اس کو پورا کرنے کے لیے وہ ایسا منصوبہ بنائیں کہ جس منصوبے کی وجہ سے بغیر اس کے کہ ان کا ارادہ ہو حضور ﷺ کو خود بخود تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے فرمایا کہ اے رسول کی بیویو ! تمھارا دل تو ایک ہی طرف متوجہ ہو گیا کہ تم اپنی محبت و غیرت کے تقاضے کی تکمیل چاہتی ہو بس اسی طرف تمھارا دل متوجہ ہو گیا کہ کچھ بھی ہو تمھاری محبت کا تقاضا پورا ہو جائے، تمھاری غیرت کا تقاضا پورا ہو جائے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا اور اب وہ محبت کیا ؟ وہ محبت تو ایسی تو نہیں ہے کہ دنیاوی محبت ہو، کسی انسان کی، کسی عورت کی، کسی مرد کی۔ یہ تو **محبتِ رسول** ﷺ کا مسئلہ ہے اس میں تو شک نہیں ہے کہ یہ محبتِ رسول فی نفسہ اتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اتنی عظیم نعمت ہے کہ اس کے مقابلے میں تو ہم کسی نعمت کو لا ہی نہیں سکتے لیکن اس کے ساتھ دوسرا پہلو یہ لگا ہوا ہے کہ تم اپنی محبت کے تقاضے کو پورا کرتی ہو تو رسول کو تکلیف ہوتی ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا تو تمھاری طبیعتیں، تمھارے دل تو ایک ہی طرف کو جھک گئے اور ایک ہی طرف مائل ہو گئے اور وہ طرف کیا ہے ؟ کہ تمھاری محبت کا تقاضا پورا ہو جائے اسی طرف تمھارے دل مائل ہو گئے اور دوسری طرف کو تم نے دیکھا ہی نہیں کہ میرے محبوب کو تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ غور فرمائیں بالکل اتنی واضح بات ہے کہ اب اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ معاند ہے۔ دو طرفیں ہیں ایک طرف تو ازواجِ مطہرات کے محبت کے تقاضے کی تکمیل ہے اور ایک طرف ان کے تقاضوں کی تکمیل کی وجہ سے حضور ﷺ کی تکلیف ہے۔ آپ ایمان سے کہیں کہ جب ازواجِ مطہرات نے آپس میں مشورہ کر کے ہر ایک کو یہ کہا کہ جب تمھارے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں تو کہنا حضور آپ نے مغافیر کھایا ہے إِنَّ نَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ سرکار فرمائیں گے میں نے کوئی مغافیر نہیں کھایا پھر تم کہہ دینا سرکار آپ نے مغافیر تو نہیں کھایا لیکن آپ نے زینب کے گھر شہد تو پیا تھا شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر جا بیٹھی ہو گی حضور ﷺ پر بات واضح ہو جائے گی کہ یہ چاہتی ہیں کہ شہد نہ پیوں چنانچہ حضور ﷺ نے فرمادیا لَقَدْ حَرَّمْنَا ہم نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا تم خوش رہو ہمیں تکلیف ہو تو بے شک ہو۔ تو انھوں نے اپنی محبت کے تقاضے کو پورا کر لیا کہ نہیں کر لیا ؟ یہ ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا کا مفہوم۔ کہ اے نبی کی بیویو ! تم نے اپنی محبتِ رسول کے تقاضے کو پورا کر لیا مگر دوسری طرف کو نہیں دیکھا وہ یہ کہ تمھیں راضی کرنے کے لیے کہ زینب کے گھر رسول اللہ شہد نہ پئیں حضور ﷺ نے اپنے اوپر شہد حرام فرمالیا اب تو حضور ﷺ کہیں شہد نہیں پئیں گے۔ بھئی جس چیز کو حضور ﷺ نے اپنے اوپر حرام فرمالیا اس چیز کی تو قسم ہو گئی اب جس چیز کی قسم ہو گئی اس پر کہیں بھی عمل نہیں ہو سکتا بھئی جس چیز کے کھانے پینے

کی قسم کھالو وہ تو آپ کہیں بھی نہیں کھا سکتے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی کی بیویو! تم تو فقط اس لیے کہ حضور ﷺ حضرت زینب کے گھر زیادہ دیر بیٹھ گئے اور جب اٹھنے کا وقت آیا تو وہ شہد لے آئیں اور جب وہ شہد لے آئیں تو وہ بیٹھ گئے اور انہوں نے شہد تناول فرمایا ۔ لو بھئی! زینب نے تو کمال کر دیا کہ ہم تو اتنی دیر ٹھہرا نہیں سکتے اور حضور اتنی دیر تو ٹھہرتے نہیں اور ہماری محبت تو تقاضا نہیں کرتی، ہماری غیرت تو برداشت نہیں کرتی کہ جتنی دیر حضور کہیں اور ٹھہریں اس سے کم ہمارے یہاں ٹھہریں، جتنی دیر حضور ﷺ کسی دوسری زوجہ کے گھر جلوہ گر ہوں اس سے کم ہمارے پاس جلوہ فرما ہوں تو ہم سے تو یہ برداشت نہیں ہوتا کہ تم نے تو اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل کی تو نبی نے تمھاری رضا کے لیے فرمادیا لَقَدْ حَرَّمْنَا ہم نے اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا تو تم نے اپنی محبت کے تقاضے کو سامنے رکھا یہ نہ دیکھا کہ حضور کو تکلیف ہو گی اگر چہ تمھارا ارادہ تکلیف پہنچانا نہیں تھا کیونکہ اگر تمھارا ارادہ تکلیف پہنچانا ہو تو تم تو کافر ہو جاؤ ۔ نبی کو تکلیف پہنچانا تو کفر ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا اے نبی کی بیویو ! اے عائشة ! اے حفصة ! تمھارا دل تو ایک ہی طرف کو جھک گیا تمھیں چاہئے کہ تم اس بات سے توبہ کر لو کہ تم صرف محض اپنی محبت کے تقاضے کو سامنے رکھو اور میرے نبی کی تکلیف کے تصور کو بالکل اُٹھا دو (بھول جاو) ایسا نہ کرو ۔ اب بتائیں آیت کریمہ کے معنی واضح ہوئے یا نہیں ہوئے ؟ آپ اس بات کو سوچیں ۔ اللہ نے صاف صاف فرمادیا کہ اے نبی کی بیویوں تمھارے دل ایک طرف کو جھک گئے ہیں اور وہ طرف کیا ہے کہ تمھاری محبت کا تقاضا پورا ہو میرے محبوب اپنی محبوب چیز کو ترک کر دیں تو بے شک کر دیں تو تم نے اپنے دل کو ایک ہی طرف کو جھکا لیا تم اپنی محبت کے تقاضے کو بے شک پورا کرو لیکن یہ بھی دیکھو کہ میرے محبوب کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اگر چہ تمھارا ارادہ نہیں ہے تکلیف پہنچانے کا، تمھارا ارادہ تو محض اپنی محبت کے تقاضے کی تکمیل ہے لیکن اس انداز سے محبت کے تقاضے کو پورا کرنا کہ نبی کو تکلیف ہو ایسا نہیں ہونا چاہیے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ج (التحریم آیت ٤) اگر تم توبہ کر لو تو تمھارے حق میں بہتر ہو گا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا تم دونوں کے دل ایک ہی طرف کو جھک گئے ہیں اب یہ کہ راہِ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں میں یہ ترجمہ نہیں کروں گا ۔ اب اس کے بعد ہے وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (التحریم آیت ٤) کہ اے عائشة اور اے حفصة ! اگر تم دونوں اسی طرح ایک دوسرے کی معاونت کرتی رہیں جس طرح ابھی معاونت کی (شہد کے معاملے میں معاونت کی) وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (التحریم ٤) میرے حبیب پر اسی طرح معاونت کرتی رہیں اور اپنی محبت کے تقاضوں کی تکمیل اور اپنی غیرت کے تقاضوں کی تکمیل میں میرے محبوب کی محبوب چیز کو ترک کرنے کا تم نے خیال نہ کیا اور ان کو تکلیف پہنچنے کا تصور ذہن میں نہ رکھا اور تم ایک دوسرے کی اسی طرح معاونت کرتی رہیں تو کیا ہو گا ؟ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصٰلِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ" (التحریم آیت ٤) تو اے نبی کی بیویو! سمجھ لو فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ کہ اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے وَجِبْرِيْلُ اور جبرائیل بھی مددگار ہے وَصٰلِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور جتنے نیک

مسلمان ہیں سب ہی نبی کے مددگار ہیں وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ "اور فرمایا اس کے بعد سارے فرشتے میرے نبی کے مددگار ہیں۔ اتنی سی بات پر اللہ اللہ۔ حضور اللہ کے کس قدر محبوب ہیں اللہ کی محبوبیت حضور ﷺ کے لیے کس مقام پر حاصل ہو چکی ہے کہ اتنی سی بات پر کہ ازواجِ مطہرات نے تو حضور ﷺ کی محبت کی رو میں بہہ کر ایسا کیا مگر اللہ نے فرمایا کہ تم محبت کی رو میں بہہ گئی یہ نہ دیکھا کہ میرے محبوب کو تکلیف پہنچی اور تم نے اس بات کا خیال نہ کیا تو خوب سمجھ لو اگر تم ایک دوسرے کی معاونت اس قسم کے معاملات میں کرتی رہیں تو میرے حبیب کا مددگار اللہ ہے اور میرے حبیب کا مددگار جبرائیل ہے اور میرے حبیب کے مددگار تمام صالحین مومنین ہیں اور اس کے بعد تمام فرشتے میرے نبی کے مددگار ہیں اور فرشتے کون ہیں ؟ کتنے ہیں ؟ کیسے ہیں ؟ اللہ نے فرمایا وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (پارہ ۲۹۔ المدثر ۳۱)
ارے فرشتوں کا یہ حال ہے کہ ان کی تعداد اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں اور سارے فرشتے ہی میرے نبی کے مددگار ہیں

اب یہاں کئی باتیں سمجھنے کی ہیں، یہ تو حضور ﷺ کی عظمت کے پرچم لہرانے کے لیے اللہ نے فرمایا کہ میرے محبوب کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ اے ازواجِ مطہرات ! میرے محبوب تو تمھاری دلجوئی فرمارہے ہیں اور وہ تمھاری رضاجوئی میں مشغول ہے لیکن اگر تم نے میرے محبوب کی دلجوئی کو ترک کر دیا، تم نے میرے محبوب کی دلجوئی کی طرف توجہ نہیں کی اور فقط اپنی محبت کے تقاضے کو سامنے رکھ لیا اور یہ نہیں دیکھا کہ محبوب ﷺ اگر شہد ترک فرما دیں گے تو انھیں اپنی محبوب چیز سے محرومی ہو جائے گی اور یہ تکلیف کا باعث ہوگا اس بات کا تم نے بالکل خیال ہی نہیں کیا اور تمھارے دل ایک ہی طرف کو جھک گئے اور یہ جہت تمھارے سامنے رہی ہی نہیں اگر تم نے یہی طریقہ اختیار رکھا اب چونکہ ان دونوں میں جو مرکزی کردار ہے وہ حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے بھئی مرکزی کردار حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے یا نہیں ؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ اے عائشة اور اے حفصة مرکزی کردار تو تمھارا ہے کہ تم نے حضرت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اگر حضور ﷺ تمھارے پاس تشریف لائیں تو فوراً کہنا اِنِّیْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ اے صفیة اگر حضور تمھارے پاس تشریف لائیں تو کہنا اِنِّیْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ تو ہر بیوی سے یہ بات طے کرلی ۔ یہ مرکزی کردار حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تھا اور مقصد ان کا یہ تھا کہ حضور ﷺ وہاں جو شہد تناول فرمانے کے لیے زیادہ دیر بیٹھ جاتے ہیں ہمیں یہ گوارا نہیں ہو تا ہماری محبت یہ کہتی ہے کہ جتنا ہمارے پاس بیٹھیں اتنا ہی وہاں بیٹھیں ۔

میں بڑا افسوس کرتا ہوں کہ کچھ لوگوں نے ان آیات کے معنٰی کو بالکل نہیں سمجھا پرائے تو پرائے بعض اپنوں نے بھی نہیں سمجھا غضب تو یہ ہے۔ بہر حال میں نے آپ کو بتادیا کہ ازواجِ مطہرات کی یہاں مدح کا پہلو اس حیثیت سے نکلتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہی ہیں حبِّ رسول میں کر رہی ہیں اب دوسرا پہلو ایسا تھا کہ حضور ﷺ کو تکلیف

ہوئی اللہ نے فرمایا اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ اگر تم اس قسم کے معاملے میں ایک دوسرے کی معاونت کرتی رہیں (یعنی جن سے نادانستہ طور پر بھی نبی کو تکلیف ہو) تو خوب سمجھ لو ! اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے جبرائیل ، تمام مؤمنین صالحین مددگار ہیں وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْر "سارے فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں سبحان اللہ ! اب یہاں ایک بات یہ بھی تھی کہ جب اللہ مددگار ہے تو اللہ کے مددگار ہونے کے بعد کسی اور کے مددگار ہونے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے ؟ یہ بات سوچنے کی ہے بھئی! اللہ کے مددگار ہونے کے بعد کسی اور کے مددگار ہونے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے ؟ نہیں رہتی ۔جب نہیں رہتی تو اللہ کا فرمانا کہ اللہ اپنے محبوب کا مددگار ہے وَجِبْرِيْلُ جبرائیل بھی مددگار ہیں۔ بھئی جب اللہ مددگار ہے تو جبرائیل کی تو ضرورت ہی نہیں ہے وَصٰلِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور پھر تمام صالحین مؤمنین نبی کے مددگار ہیں۔ بھئی جب اللہ مددگار ہے تو جبرائیل ،صالحین مؤمنین کی کیا ضرورت ہے ؟ اے اللہ جب تو مددگار ہے تو پھر جبرائیل کے مددگار ہونے کی ضرورت کیا رہی اور پھر مؤمنین صالحین کے مددگار ہونے کی ضرورت کیا رہی ؟ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْر " فرمایا میرے سارے ملائکہ میرے محبوب کے مددگار ہیں۔اے اللہ جب تو مددگار ہے پھر تو کسی کے مددگار ہونے کی ضرورت ہے ہی نہیں پھر یہ بات کیا ہے ؟ یہ معمہ کیا ہے ؟ تو یہ بات آپ سمجھ لیں کہ مددگار تو اللہ ہی ہے لیکن اللہ کی مدد ظاہر ہوتی ہے جبرائیل سے ،اللہ کی مدد ظاہر ہوتی ہے صٰلِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ سے ،اللہ کی مدد ظاہر ہوتی ہے ملائکہ سے۔کیا مطلب ؟ جبرائیل جو کریں گے وہ ان کا کرنا نہیں ہوگا وہ اللہ کی مدد ہوگی ، مؤمنین صالحین جو کچھ بھی میرے محبوب کی مدد کریں گے وہ ان کی مدد نہیں ہوگی وہ اللہ کی مدد ہوگی وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْر "اور فرمایا میرے سارے فرشتے جو مدد کریں گے وہ ان کی نہیں ہوگی وہ اللہ کی مدد ہوگی۔ اب ان تمام لوگوں کا منہ کالا ہوگیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ارے ظالمو! جو بھی کرتا ہے وہ اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے یہ ایک نکتہ ہے قرآنِ کریم کی تفسیر میں آپ کے عقائد کے تحفظ کے لیے یہ ایک بہترین زرّیں نکتہ ہے ۔اللہ سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر قائم رکھے اللہ سب حضرات کو اپنی رحمتوں سے نوازے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا فیض ،اللہ کا کرم ،اللہ کی رحمتیں آپ پر جاری رہیں یا اللہ تیری بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر دعا کرتا ہوں یا اللہ ہم سب کو اپنی رحمتوں سے نواز تو کریم ہے تو رؤف ہے تو رحیم ہے ۔آمین

الدرس الثامن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

صدق الله مولانا العلى العظيم وصدق رسوله النبى الامين ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين

والحمدلله رب العالمين ٥

اللّٰهم صل على سيدنا مولانا وملجانا محمد وعلى اٰله و اصحابه وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی دس تاریخ ہے اتوار کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے دس روزے رکھوا دیئے اور انشاء اللہ ربِ کریم جس نے اپنی رحمت سے دس روزے رکھوا دیئے وہ پورے رمضان کے روزے بھی رکھوائے گا۔ یا اللہ رمضان شریف کے پورے روزے، تراویح، اور رمضان شریف کے جو سب معمولات ہیں ان کو اپنی رحمت سے تکمیل تک پہنچا اور شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ٥ (التحریم آیت ٥)

طرزِ تخاطب: محترم حضرات! سورۃ التحریم کی آیاتِ طیبات جن پر رمضان کی پہلی تاریخ سے گفتگو ہو رہی ہے ان کے مطالب اور ان کے مباحث کی طرف میں بعض جگہ اجمال اور بعض جگہ تفصیل سے گفتگو کرتا چلا آرہا ہوں اور میں نے ان مسائل کے کسی پہلو کو چھوڑا نہیں ہے۔ آج جو بات مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے تو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم نازل فرما کر يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج فرما کر معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اپنے رسول کو ڈانٹا اس غلطی پر کہ کیوں اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیا یہ بہت بڑی غلطی ہے اللہ نے اپنے رسول کو ڈانٹا بعض نے تو یہ کہا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول اکرم تاجدارِ مدنی ﷺ کو سورۃ التحریم کی ان آیاتِ طیبات میں کس محبت و شفقت اور کس پیار کے ساتھ اپنے محبوب کو خطاب فرمایا درحقیقت لوگوں کے خطابات میں اس کی مثال آپ پیش نہیں کر سکتے جس محبت کے ساتھ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو محبت اور الفت بھرا خطاب فرمایا ہے اس خطاب کی مثال آپ کو دنیائے خطاب میں نہیں ملے گا۔ اب یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول کو ڈانٹا تو وہ ترجمہ کرتے وقت یہ انداز اختیار کرتے ہیں کہ اے نبی! کیوں اس چیز کو حرام کیا جو ہم نے تیرے لیے حلال کی تھی وہ گفتگو کا یہی طرز اختیار کرتے ہیں۔ اور ہم چونکہ اس کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اور انھیں آیاتِ طیبات کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خطاب خطابِ محبت ہے اس لیے ہم

اس کا ترجمہ یوں کریں گے یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ اے پیارے نبی لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَكَ آپ نے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کر لیا جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی فرما رہے ہیں آپ نے ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی کرتے ہوئے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کر لیا جس کو ہم نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔ اب آپ فرمائیں ترجمے کا وہ انداز صحیح ہے یا یہ میرا انداز صحیح ہے؟ شاید آپ یہ کہیں بھئی تمھارے پاس دلیل تو کوئی نہیں، بات تو دونوں طرف مساوی ہے۔ مساوی نہیں ہے، میری بات مدلل ہے اس پر دلیل موجود ہے بلکہ میں یہ عرض کروں گا آپ اس بات پر ذرا سی توجہ فرمائیں کہ اگر کسی کو ڈانٹنا ہو، اگر کسی پر ناراضگی کا اظہار کرنا ہو تو اس کے خطاب کے لئے کس قسم کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے اس کے لیے عزت، عظمت کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے؟ یا مذمت کے الفاظ استعمال بولے جائیں گے؟ آپ اندازہ فرمایئے کہ اگر کسی کی غلطی کی بناء پر اپنی ناراضگی برہمی کا اظہار کریں گے تو برہمی اور ناراضگی کے اظہار کے لیے آپ اس کے واسطے تعظیم اور عظمت اور عزت کے الفاظ اختیار نہیں کریں گے بلکہ آپ اس کے لیے وہی الفاظ اختیار کریں گے، انہی الفاظ سے خطاب کرینگے جس کا وہ اہل ہے، جس کا وہ مستحق ہے جب آپ اس پر ناراض ہو رہے ہیں، جب آپ اس پر اپنی ناراضگی اور شدتِ عتاب کا اظہار کر رہے ہیں تو پھر خطاب میں آپ وہی الفاظ اختیار کریں گے جس کے وہ لائق ہے، جس کا اہل ہے، جس کا مستحق ہے آپ دیکھئے میں مثال نہیں دیتا میں آپ کو سمجھانے کے لیے روزمرہ کی بات کرتا ہوں بالفرض آپ کے شاگرد نے آپ کی نافرمانی کی تو آپ اس کی نافرمانی پر چاہتے ہیں کہ اس سے ناراض ہوں تو آپ مجھے بتائیں کہ کن لفظوں میں آپ اس سے خطاب کریں گے کیا آپ ناراضگی کا اظہار کرنے کے لیے اور اس پر ناراض ہونے کے لیے یہ کہیں گے کہ اے قابلِ احترام، اے معزز، اے میرے محترم شاگرد تو نے یہ کام کیوں کیا؟ آپ یہ بتائیں یہ الفاظ، یہ طرزِ خطاب اس ناراضگی کے اظہار کے ساتھ مناسب لگتا ہے۔ بھئی آپ اس کو ڈانٹ رہے ہیں تو آپ کہیں گے کہ اے بیوقوف کیوں تو نے یہ کام کیا۔ تو آپ اس کے لیے ایسے الفاظ بولیں گے جو اس کی مذمت پر دلالت کرتے ہوں ایسے الفاظ نہیں بولیں گے جو اس کی عزت و عظمت پر دلالت ہوں۔ ٹھیک ہے یا غلط ہے؟ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے رسول کو ڈانٹ پلائی تو ان کے پاس تو کوئی دلیل نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ نے اپنے رسول پر محبت کا اظہار فرمایا میرے پاس دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کلام کی ابتدا فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ساری دنیا میں اور تمام دنیا کے لغات میں النَّبِیُّ سے زیادہ معزز اور محترم کوئی لفظ ہے؟

اے منصبِ نبوت پر رونق افروز ہونے والے محبوب، کتنی بڑی عزت کا لفظ ہے، کتنے بڑے احترام کا لفظ ہے اس سے بڑھ کر کیا، اس کے برابر بھی کائنات میں مخلوق کے لیے کوئی لفظ آپ مجھے نہیں دکھا سکتے۔ یہ ٹھیک ہے؟ تو اگر آپ کے نزدیک یہ وہی بات ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے رسول کو ڈانٹ پلائی تو اس کے لیے تو وہی انداز ہونا چاہیے

تھاجوایک نافرمان شاگرد کے لیے آپ ناراضگی کا اظہار کرتے وقت گفتگو میں انداز اختیار کرتے ہیں وہی ہونا چاہیے تھا او پاگل،او احمق ، او بیوقوف، یہ تونے کیا کیا ۔

لیکن اللہ فرماتا ہے اے پیارے نبی !اے منصب نبوت کو زیب دینے والے محبوب! لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اندازہ فرمائیں کہ یہ انداز ، یہ طرزِ کلام میرے دعوے کی دلیل ہے یا اُس کے دعوے کی؟ تو پہلی بات تو آپ اپنے ذہن میں یہ نکتہ رکھ لیں اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بظاہر صورتِ عتاب تو یقیناً ہے ۔

عتاب عتاب میں فرق :بھئی عتاب عتاب میں فرق ہے مثال نہیں دیتا سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔ اللہ اوراس کے رسول مثال سے پاک ہیں ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کوایسی زوجہ ، ایسی شریکِ حیات ، رفیقِ حیات عطافرمائی جس کے ساتھ آپ کو اس کی خوبیوں کی بناء پر،اس کے محاسن کی بناء پر اوراس کے محامد کی بناء پر آپ کواس سے کمال درجہ کی محبت ہے جب کوئی بیوی محاسن سے متصف ہو، محامد اس میں پائے جائیں، خوبیاں اس میں پائی جائیں، تعریف کی باتیں اس میں پائی جائیں،وہ نیک وصالحہ ہو، پاک دامن ہو، طیبہ طاہرہ ہو، حسن وجمال کا پیکر ہو تو اسکے ساتھ جو محبت ہوگی وہ ایک طبعی اور فطری تقاضا ہوگااور واقعی وہ محبت کاایسامرکز ہوگا(مثال نہیں دیتا فقط بات سمجھاتا ہوں) فرض کیجئے آپ اپنے کاروبار پر چلے گئے، ملازمت پر دفتر چلے گئے، کسی کام پر گئے اور بیوی کو بیمار چھوڑ کر گئے اٹھنے کے قابل نہیں ہے، بخار چڑھا ہوا ہے،تکلیف میں ہے جب اس نے دیکھا کہ میرے خاوند کے آنے کا وقت آگیااور جب وہ آئے گا تو بھوکا ہوگا، پیاسا ہوگا اس کے لیے کھانا سالن،اس کے حسبِ منشاء طعام کا انتظام۔ اب اپنے خاوند کی خدمت کے لیے اس نے کیا کیا کہ اسی حالت میں جبکہ وہ سخت بیمار ہے،بخار میں تپ رہی ہے اب جناب وہ اٹھی گرمی کا زمانہ اوراس نے کیا کیا چولہے میں آگ جلائی اور وہ لکڑیاں جھونک رہی ہے اور منہ اس کا تمتمارہا ہے بخار میں بھن رہی ہے اور وہ اپنے خاوند کے لیے کھانا پکانے میں مصروف ہے اس لیے کہ میرا خاوند آئے گا تو کیا کھائے گا تو اس نے کہا کہ یہ میرا فرض ہے کہ اپنے خاوند کے آنے سے پہلے اس کے آنے تک کھانا تیار کرلوں اور جب اس کا خاوند آیا تو اس نے اس حال میں بیوی کو دیکھا تو اب اس وقت اس کی حالت کیا ہوئی، محبت کے تقاضے نے جو اس کو ایک تاثر دیا وہ کیا تاثر تھا؟ وہ یہ تاثر تھا کہ وہ ناراض ہونے لگا کہ تجھے اپنی حالت پر رحم نہیں آتا تو یہ نہیں دیکھتی کہ تو بخار میں پڑی ہوئی ہے اور تونے کیوں یہ آگ جلائی اور کیوں تونے گرمی میں اپنے آپ کو خراب کیا۔ وہ ناراض ہوتا ہے لیکن ایمان سے کہنا کہ اس کا ناراض ہونا اس لیے ہے کہ اس کو ڈانٹ پلائے اس لیے ہے کہ اپنی خفگی کا اور اپنے دل کی ناپسندیدگی کا اظہار کرے یا یہ محبت کا اظہار ہے ؟ تو یہ بھی عتاب کا پہلو ہے مگر یہ عتاب عین محبت کا خطاب ہے،الفاظ عتاب کے ہیں، گفتگو عتاب کی ہے جو شخص ان دونوں کی کیفیت سے واقف نہیں ہے اور جس کو معلوم نہیں ہے کہ یہ بیوی کتنی اچھی ہے اور یہ خاوند کتنی اس کے ساتھ محبت کرتا ہے توجب وہ آکر اس کے طرزِ کلام کو،اس کے طرزِ بیان کو اس کی آواز کو محسوس

کرے گا تو ممکن ہے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ یہ واقعی ناراض ہو رہا ہے لیکن جس کو حقیقتِ حال کا پتہ ہے وہ تو یہی کہے گا کہ اپنی کمالِ محبت کا اظہار کر رہا ہے تو بھئی بات یہ ہے کہ جنھیں حقیقتِ حال کا پتہ نہیں ہے وہ تو یہی کہیں گے۔

اللہ تو بیٹے سے پاک ہے اللہ تو بیوی سے پاک ہے اللہ جل جلالہٗ وعما نوالہٗ کو اپنے محبوب ﷺ سے وہ محبت ہے کہ ساری دنیا کی محبتوں کو ایک طرف رکھ دو اور اللہ کو جو رسول سے محبت ہے وہ ایک طرف رکھ دو کوئی محبت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اللہ اکبر! اس کی مثال بھی قرآن میں موجود ہے مگر بات یہی ہے کہ

ع سخن شناس نہی دل براخطا ایں جا ست

اس کی مثالیں قرآن میں موجود ہیں بات یہ تھی کہ

<u>غزوہ تبوک کا موقع تھا</u> مؤمنین تو ہمیشہ اس بات کے متلاشی رہتے تھے کہ کب کوئی جہاد کا موقع آئے اور ہم جہاد کی فضیلت حاصل کریں اور شہادت پانے کا کوئی موقع ہمیں نصیب ہو اور منافقین کے اوپر تو جہاد کے نام سے ایک لرزہ طاری ہو جاتا تھا چنانچہ اتفاق ایسا ہوا کہ تمام منافقین جمع ہوئے انھوں نے کہا کہ بھئی یہ تو بڑا لمبا سفر ہے، گرمی کا زمانہ ہے، کہاں مدینہ، کہاں تبوک ،شام کے علاقے میں، شام کے راستے میں، تبوک شام کے قریب تھا بہت دور کا سفر تھا اور حالت یہ تھی کہ چالیس ہزار دشمن مقابلے میں جمع تھے یا اس سے بھی زائد ۔بہت پریشانی تھی بعض علماء نے کہا کہ لاکھ سے زیادہ فوجیں عیسائیوں نے جمع کی تھیں اب ان کے مقابلے میں مسلمانوں کا جانا بڑی عجیب بات تھی ۔ اللہ اکبر جن کے دلوں میں ایمان تھا تو سچ کہتا ہوں کہ ان کے لیے تو اس سے بڑھ کر خوشی کا موقع نہیں تھا اور منافقین کا حال ایسا تھا کہ وہ لرزتے تھے، کانپتے تھے اور ڈرتے تھے کہ پتہ نہیں ہمارا کیا بنے گا تو منافقین جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ان کو کیا پتہ ہے ہم جیسا بھی جا کر ان کو بیان کریں گے وہ کہیں گے ٹھیک ہے ان کو پتہ ہی کچھ نہیں، وہ جانتے بھی کچھ نہیں ہم جو کچھ بھی انھیں جا کر عذر بیان کریں گے وہ کہیں گے ٹھیک ہے ہمارا عذر وہ قبول کرلیں گے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ابھی اگر ہم عذر جا کر پیش کریں تو مسلمانوں کے مقابلے میں تو ہم ذلیل ہو کر رہ جائیں گے مؤمنین مخلصین کے سامنے۔ تو طے یہ کیا کہ ابھی کچھ بھی مت بولو اتنا بڑا لشکر ہے کون دیکھتا ہے کون شامل ہوا کون نہیں ہوا جب یہ لشکر واپس آئے گا اور پھر ہماری بات سامنے آئے گی تو ہم جا کر عذر بیان کر دیں گے اور جب عذر بیان کر دیں گے انھیں پتہ تو کچھ ہے نہیں جیسے ہم کہیں گے عذر مان لیں گے بات ختم ہو گئی چنانچہ سرورِ عالم ﷺ مدینہ منورہ سے تبوک تشریف لے گئے اور یہ منافقین تو بڑے خبیث تھے ، ڈر کے مارے گئے نہیں جب سرکار واپس تشریف لائے اور تین مؤمن ایسے تھے کہ وہ بھی نہ پہنچ سکے مگر معاذ اللہ نفاق کی بنیاد پر نہیں بلکہ کچھ تھوڑی سی ان سے غفلت ہو گئی پکے مؤمن، سچے مؤمن ان کے اوپر عتاب نازل ہوا اور پچاس راتیں جو ان پر گزریں بخاری شریف میں اور دوسری کتب احادیث میں ان کا یہ واقعہ موجود ہے مگر اس وقت مجھے ان کے واقعہ سے بحث نہیں ہے اس وقت تو منافقین کی گفتگو پیشِ

نظر ہے۔ جب سرکار تشریف لائے تو یہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے کسی نے کہا کہ میری بیوی بیمار تھی، کسی نے کہا میری لڑکی بیمار تھی، کسی نے کہا حضور میرا بیٹا بیمار تھا، کسی نے کہا میں خود مر رہا تھا جو جو جھوٹی جھوٹی باتیں تھیں انھوں نے بیان کر دیں حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ جاؤ دفع ہو جاؤ اور جو مؤمنین مخلصین رہ گئے تھے مگر وہ نفاق کی بنیاد پر نہیں رہے تھے بلکہ وہ ان کی سستی تھی وہ حاضر ہوئے انہوں نے کہا حضور نہ تو ہم بیمار تھے، نہ ہم میں کوئی عذر تھا بلکہ ہم تو سستی کی بناء پر رہ گئے تھے فرمایا تمھارا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا تم الگ ہو اور وہ الگ ہیں تمھارا مقدمہ اللہ کی طرف سے فیصل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا ان تین صحابہ کا مقدمہ اللہ کی طرف سے فیصل ہوا قرآن میں آیتیں نازل ہوئیں منافقین کو حضور ﷺ نے جلدی فرمایا کہ جاؤ جاؤ بھاگ جاؤ۔ بات یہ تھی حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں، حضور کریم ہیں، حضور رحیم ہیں، حضور رؤف ہیں حضور ﷺ کے سامنے جب جھوٹے جھوٹے عذر بیان کئے اور وہی ناپاک تصور ذہن میں لے کر جو پہلے پہلے انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے رکھا تھا تو سرکار دو عالم ﷺ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر یہ لوگ یہیں بیٹھے رہے تو ایسا نہ ہو کہ رب کی غیرت جوش میں آجائے اور یہیں بیٹھے بیٹھے ان کی تذلیل ہو جائے اور ایسی آیتیں نازل ہو جائیں اور یہیں ان کا منہ کالا ہو جائے تو حضور ﷺ نے یہ نہیں چاہا کہ یہ یہیں بیٹھے بیٹھے ذلیل و خوار ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کی مذمت میں، ان کی برائی میں ایسی آیات نازل فرمادے تو اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا جلدی جاؤ اور دفع ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمھارے منہ یہیں کالے ہو جائیں تمھارے میں اس قدر جھوٹ اور فریب ہے ابھی اس کا کہیں پردہ چاک نہ ہو جائے سرکار نے ان کو دفع فرمادیا وہ چلے گئے۔ اللہ تبارك تعالیٰ جل مجدہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ (پارہ ۱۰۔ التوبۃ آیت ۴۳) میرے محبوب اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ دیکھو یہاں بھی بات تو ہوگی مگر عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ یہ پہلے فرمایا اسی لئے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اپنے محبوب پر اظہارِ ناراضگی نہیں فرمارہا بلکہ اللہ تبارك تعالیٰ جل مجدہٗ اظہارِ محبت کے طور پر یہ کلام فرمارہا ہے لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ میرے محبوب آپ نے اتنی جلدی ان کو اجازت دے دی، کیوں آپ نے اجازت دی؟ آپ کو ذرا سا اظہارِ تحمل فرمانا چاہئے تھا یہاں تک کہ جو سچے تھے ان کا سچا ہونا سامنے آجاتا۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے میرے محبوب آپ نے کیوں اتنی جلدی ان کو اجازت دے دی عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ (پارہ ۱۰۔ التوبۃ آیت ۴۳) میرے محبوب اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے کیوں اتنی جلدی اجازت دے دی اجازت دینے میں (حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ٥) یہاں تک تأمل فرماتے کہ سچوں کا سچا ہونا سامنے آجاتا اور جھوٹوں کا جھوٹا ہونا سامنے آجاتا۔ اب یہاں آپ اگر غور فرمائیں تو میں آپ کو سمجھاؤں کہ یہ صورت حال کیا تھی لوگوں نے تو یہی سمجھا کہ حضور ﷺ کو پتہ کچھ نہیں تھا اللہ نے ناراضگی کا اظہار کر دیا حضور ﷺ نے کیوں ایسی غلطی کی۔ لوگ تو یہی کہتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ میرے پیارے محبوب آپ نے ان کو اذن دینے میں جلدی فرمائی ذرا سا آپ تحمل فرماتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ میرے

محبوب کے خلاف منصوبے بنانے والے اور میرے محبوب کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے تصورات ذہن میں قائم کرنے والے میرے محبوب کی مجلس سے صحیح وسالم اُٹھ کر چلے جائیں اور انکے منہ کالے نہ ہوں پیارے محبوب اتنا تو توقف فرماتے کہ ان کی موجودگی میں ان کے منہ کالے ہو جاتے۔ اور سرکار نے کیا کیا، سرکار یہ جانتے تھے کہ میرے رب کی غیرت جوش میں آگئی تو معاملہ انتہائی خراب ہو جائے گا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمھیں اپنے سر کی سلامتی چاہیے تو جلدی ابھی ابھی نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ میرے محبّ کی طرف سے انتقام شروع ہو جائے تو پھر تم اس انتقام کی تاب نہیں لاسکو گے۔ تو یہ میرے آقا کی کمال رحمت تھی کہ حضور ﷺ نے اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے انتقام ہو اور ان کے حق میں ان کے جھوٹے ہونے کی آیتیں نازل ہوں اس سے پہلے ہی حضور ﷺ نے ان کو دفع فرمادیا۔

میں مثال نہیں دیتا میں بات کرتا ہوں کہ اگر کسی کے محبوب کو اگر آپ تنہائی میں تکلیف پہنچانا چاہیں اور وہ جانتا ہے کہ میرا محبّ پیچھے آرہا ہے تو وہ ان کو کہے کہ تم اگر اپنا سر سلامت چاہتے ہو تو ابھی جلدی سے نکل جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ میرا محبّ آجائے اور تمھارا کام یہیں پر تمام ہو جائے تو اس کو وہ محبوب بچارہا ہے یہ بھی اس کی جمالِ محبوبیت کی دلیل ہے تو حضور سیدِ عالم ﷺ نے منافقین کو فرمایا کہ جلدی سے نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمھاری موجودگی میں تمھاری مذمت کی آیتیں نازل ہو جائیں اور میرے محبّ، ربِ کریم غفور و رحیم کی غیرت جوش میں آجائے اور تمھاری روسیاہی نازل ہو جائے جلدی نکل جاؤ اللہ فرماتا ہے لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ میرے محبوب آپ نے اتنی جلدی کیوں اذن دے دیا۔

وہی بات حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ باربار حضور ﷺ کی خدمت میں آتے تھے اور کیوں آتے تھے؟ سرکار کے حسن وجمال کو اپنے سینے میں لے کر آتے تھے، کیوں؟ اس لیے کہ اللہ نے فرمایا حضور مُزَکِّیْ ہیں اللہ نے فرمایا لَقَدْمَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (پارہ ۴ آلِ عمران آیت ۱۶۴) یُزَکِّی کا فاعل کون ہیں؟ رسول ہیں یا نہیں؟ اور جو یُزَکِّی کا فاعل ہوگا تو وہ مُزَکِّیْ ہوگا کہ نہیں؟ تو میرے آقا مُزَکِّیْ ہوئے کہ نہیں؟ جب حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور سرکار کے حسنِ تزکیہ سے وہ حسن وجمال پاتے تھے اور پھر حضور ﷺ ہی کے حسنِ تزکیہ کو لے کر واپس چلے جاتے تھے اور پھر حضور ﷺ کے حسنِ تزکیہ کو مزید حاصل کرنے کے لیے پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے تھے یہاں تک کہ سرکار کے حسنِ تزکیہ نے ان کو واقعی ایسا پاک کر دیا کہ اب وہ اس لیے حاضر ہوئے کہ سرکار کی بارگاہ میں آپ کے دستِ اقدس پر مشرف بہ اسلام ہو جائیں اور یہ ایسے وقت میں آئے کہ جب قریش کے کچھ بڑے بڑے سردار آئے ہوئے تھے اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو ان کے ماتحت ہزاروں آدمی مسلمان ہو جاتے حضور ﷺ ان کو تبلیغ فرمارہے تھے اور یہ حضور ﷺ کی تبلیغ میں بیٹھے رہے اب تبلیغ تو کافروں کے بڑے بڑے سرداروں کو ہو رہی تھی تو عبداللہ ابن ام مکتوم نے اس حقیقت کو سمجھا نہیں تو یہ حضور ﷺ کے کلام میں اثنائے کلام باربار بول اٹھے تو حضور سرور

https://ataunnabi.blogspot.com/

چیز کو چھوڑیں گے تو انھیں تکلیف ہوگی تو اے ازواج مطہرات! تمھیں یہ تو سوچنا چاہیے کہ اگر تمھاری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیں تو ہماری محبت کا بھی تو کوئی تقاضا ہے اور ہماری محبت کا تقاضا کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ وہ ہمارے محبوب ہیں اور محبوب کا محبوب کی محبوب چیز کو ترک کرنا محبّ گوارا ہی نہیں کرتا تو تم نے اس امر کی طرف توجہ ہی بالکل نہیں کی۔ اتنی بات پر اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے حق میں شدت اختیار فرمائی اور یہ شدت جو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے حق میں ہے یہ ان کی مذمت نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کی عظمت اور محبوبیت کا اظہار ہے اس نکتہ کو اگر لوگ سمجھ لیں (تو بات درست ہو جائے) تو اس بناء پر اللہ نے حضور ﷺ سے بھی فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (التحریم آیت ۱) اے نبی ﷺ! اے مسندِ نبوت پر جلوہ گر ہونے والے محبوب! جو چیز میں نے آپ کے لئے حلال فرمائی آپ کسی کی خاطر کیوں اپنے اوپر اس کو حرام فرماتے ہیں اور چونکہ آپ اس چیز کو اپنے اوپر حرام فرما چکے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس کو پھر استعمال فرمائیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ج کیونکہ میرے محبوب کی ہر بات اور ان کا ہر قول اور ہر فعل دین ہے تو جب آپ ایک چیز کو اپنے اوپر حرام فرمانے کے بعد اس کو استعمال فرمائیں گے تو پیارے حبیب آپ کی امت کے لیے ہم یہ قانون بناتے ہیں کہ اگر آپ کی امت میں کوئی فرد کسی مصلحتِ شرعیہ کی بناء پر کسی مباح چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے اور پھر وہ اس کو استعمال کرے تو پھر اسے وہ کرنا چاہیے جو میرے محبوب نے کیا تو پتہ چلا کہ محبوب کا کرنا اور کہنا یہ دونوں دین کی راہیں ہیں جو حضور ﷺ کی اداؤں کے ساتھ تیار ہوئیں اب اس کے بعد سرکار کی شان میں ایسی بات کہنا جو نہ عقل کا تقاضا ہو نہ نقل کا تقاضا ہو کہاں کی ایمانداری ہے۔ بہر نوع ازواج مطہرات میں کوئی مذمت کا پہلو نہیں نعوذ باللہ۔ وہ طیبات ہیں، صالحات ہیں، وہ حضور کی محبوبات ہیں وہ بے مثل و بے مثال ہیں پھر ان کے بارے میں کسی کی بد عقیدگی اس کے لئے دونوں جہان کی تباہی کا سبب ہے یہ بات آپ اپنے ذہن میں رکھلیں اور پھر ساری سورۃ کا مفہوم جو ہے وہ بالکل حل ہو جاتا ہے اور پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی محبت کو کتنا اونچا کیا ان کی محبوبیت کی شان کو کتنا اٹھایا اور فرمایا اے عائشہ اور حفصہ تمھارے طرزِ عمل سے میرے محبوب کو تکلیف ہوئی یعنی انھوں نے اپنی محبوب چیز کو چھوڑا (اور انھیں) تکلیف ہوئی اگر تم اسی طرح اپنے موقف پر ٹھہری رہیں اور اسی طرح تم اپنے منصوبوں کو ایک دوسرے کے ساتھ چلاتی رہیں تو پھر یہ سمجھ لو کہ میرے محبوب کو تو تکلیف ہوگی اور میں تو گوارا نہیں فرماتا کہ میرا محبوب تکلیف اٹھائے تو یہ سمجھ لو اللہ ان کا مددگار ہے جبرائیل ان کے مددگار ہیں، مؤمنین صالحین ان کے مددگار ہیں اور یہیں بات ختم نہیں ہوئی اور فرمایا وَالْمَلٰۤىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ فرشتے بھی ان کے بعد مددگار ہیں بھئی! کتنے مسائل یہاں حل ہو گئے سبحان اللہ! یہ سب باتیں جو حضور ﷺ کی محبوبیت کے احترام میں اللہ نے فرمائیں کہ اگر تم نے اپنا یہ طرزِ عمل جاری رکھا تو ہم اپنے محبوب کے مددگار ہیں، صالحین مؤمنین ان کے مددگار ہیں اور پھر

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرشتے بھی اس کے بعد ان کے مددگار ہیں۔

مسئلہ استعانت : یہ مسئلہ بھی آپ نے سمجھ لیا کہ جب اللہ نے فرمادیا **فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ** ایک ہی لفظ دیکھ لیں میں کہتا ہوں بات ختم ہو جاتی ہے۔(اے بارگاہِ نبوت تیری عظمتوں پر قربان جاؤں) ایک ہی لفظ دیکھئے **فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ** بے شک اللہ ان کا مددگار ہے تو یہ بات آپ خود سمجھیں کہ اللہ کے مددگار ہونے کے بعد کسی اور کے مددگار ہونے کی ضرورت رہتی ہے؟ بھئی! اگر میں کسی کا مددگار ہو جاؤں تو پھر کسی دوسرے کو مددگار بنانے کا مقصد تو یہ ہوگا کہ میں پوری پوری مدد نہیں کر سکتا تو بھئی آؤ تم بھی آؤ اور پھر وہ بھی آگئے تو پھر بھی مدد پوری نہیں ہوئی تو پھر تم تیسرے کو بھی بلالو یہ بھی مدد کرلیں پھر تیسرے سے بھی کام نہ بنا تو چوتھے تم بھی آؤ تاکہ پوری پوری مدد ہو جائے تو آپ مجھے بتائیں کہ اللہ کے مددگار ہونے کے بعد کس کی مدد کی حاجت رہی اور جب نہیں رہی اور یقیناً نہیں رہی تو پھر **فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ** کہ بعد وَجِبْرِيْلُ فرمانا اس کا کیا مطلب ہے؟ **وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ** فرمانا اس کے کیا معنی ہیں؟ **وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ** اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی ایک ہیں، ایک ہیں اور صرف ایک ہیں اور وہ کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ اللہ تو تمھیں نظر نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ جب تمھیں نظر نہیں آتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کے وہ کام جو اللہ کی ذاتِ پاک سے متعلق ہیں وہ بھی تو تم کو نظر نہیں آتے۔ ٹھیک ہے؟ بے شک چاند کو اللہ تعالیٰ چلاتا ہے، سورج کو اللہ چلاتا ہے لیکن اب یہ تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ چاند چل رہا ہے، سورج چل رہا ہے لیکن اب یہ کس کو نظر آرہا ہے کہ اللہ چلارہا ہے اگر یہ بھی نظر آجاتا پھر تو کوئی منکر ہی نہیں رہتا بھئی! یہ کسی کو نظر آرہا ہے کہ اللہ چلارہا ہے؟ بھئی! چلا تو رہا ہے امنا و صدقنا لیکن اب یہ تو کوئی نہیں دیکھ رہا کہ اللہ چلارہا ہے اگر یہ لوگ دیکھیں تو پھر کوئی بھی منکر نہیں ہو کوئی کافر نہیں ہو پھر تو اللہ کا کوئی بھی منکر نہ ہو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ کے مددگار ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرائیل کا مددگار ہونا وہ جبرائیل کا مددگار ہونا نہیں ہے وہ میرا ہی مددگار ہونا ہے ہاں میری مددگاری جبرائیل کے ذریعے ظاہر ہوگی صالحین مؤمنین کے ذریعے میری مددگاری ظاہر ہوگی وہ جبرائیل مددگار نہیں ہیں در حقیقت میں ہی مددگار ہوں وہ صالحین مؤمنین وہ مددگار نہیں ہیں ارے! وہ میں خود ہی تو مددگار ہوں **وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ** ارے! وہ ملائکہ مددگار نہیں ہیں میں خود ہی تو مددگار ہوں پتہ چلا کہ اللہ کے بندوں کی مدد اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اللہ کے بندوں کی جو مدد ہے وہ اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اب یہ لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ بھئی! **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** (الفاتحۃ آیت ۴) بھی پڑھتے ہو اور پھر فلاں مدد کرو فلاں مدد کرو غوث پاک تم مدد کرو یہ کیا مصیبت ہے **اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** بھی پڑھتے ہو۔ ارے خدا کے بندو! تمھیں پتہ نہیں ہے اور تم اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ مستعانِ حقیقی اور مددگارِ حقیقی خدا کی قسم اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی کسی کو مددگارِ حقیقی سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے، مشرک ہے، اسلام سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ سمجھ گئے؟ لیکن جب ہم نے اللہ کی مدد کا مظہر سمجھ کر کسی سے اس

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لئے مدد لی کہ یہ اللہ ہی کی مدد کا مظہر ہے تو میرے دوستو ! پھر یہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے خلاف نہیں ہے بلکہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا مقتضٰی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں کو تمھاری مدد کے لیے پیدا کیا ہے اور جن جن چیزوں کو تمھارے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے اور جن جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے مفاد کے لیے پیدا کیا ہے تم ان چیزوں سے فائدہ حاصل کرو، ان سے مدد حاصل کرو، ان سے نفع حاصل کرو کیونکہ وہ نفع ان کا نہیں ہے وہ تو اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اگر یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجائے تو کئی مسئلے حل ہو جائیں بس اللہ سے دعا کرتا ہوں باقی مسائل انشاء اللہ میں پھر بتاؤں گا یا اللہ ! تو رؤف و رحیم ہے میں عاجز بندہ ہوں تو میری دعائیں ان نیک پاک بندوں کے حق میں قبول فرمالے سب کی خیر ہو۔ آمین

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الدرس العاشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

صدق الله مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلك لمن الشاهدین والشاکرین

والحمدلله رب العالمین ۝

اللّٰهم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰله و اصحابه وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی بارہ تاریخ ہے اور غالباً منگل کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے اپنی رحمت سے بارہ روزے رکھوا دیئے باقی پورے روزے بھی پورے رکھوا دے اور تراویح اور تمام معمولات پورے کرا دے اور شرف قبول بھی عطا فرما، اے اللہ! اپنی رحمت فرما ہم سب عاجز ہیں تیری رحمت کے محتاج ہیں تو ہم سب پر اپنا کرم فرما۔ آمین

محترم حضرات! سورۃ التحریم کی آیات طیبات جن پر کلام ہو رہا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ان آیات میں جو اعتقادی اور علمی مباحث تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں نے ان مسائل کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان مسائل کا بیان میرے احباب کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہوگا۔

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ (التحریم آیت ۵)

ہر کمال کے بہت سے مراتب ہیں: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر میرا رسول اگر میرے حبیب جناب احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارك وسلم تم کو طلاق دے دیں اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ تو قریب ہے ان کا رب ان کے لیے ایسی بیویاں تمھارے بدلے میں عطا فرما دے جن کی شان یہ ہو مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ جو فرمانبردار ہوں، ایمان والی ہوں یہاں لفظ مسلمات کو مؤمنات پر مقدم فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گفتگو ہے اور یہ مسئلہ رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارك وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کا ہے تو مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میرے محبوب کی خوشنودی کو حاصل کیا میرے محبوب کی خوشنودی حاصل کی یہی تو اسلام ہے کیونکہ اسلام کے معنی امتیاز ظاہری کے ہیں، اطاعت کے ہیں، فرماں برداری کے ہیں اگر تم نے میرے محبوب سید عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تو تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر ایسا نہ ہوا اور میرے محبوب ﷺ کی رضا جوئی کو تم نے ملحوظ نہ رکھا اور اس بنا پر انھوں نے تمھیں طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ انھیں تمھارے بدلے میں ایسی بیویاں عطا فرمائے گا کہ تم تو فرمانبردار ثابت نہ ہو گی اگر وہ طلاق دے

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیں مگر وہ فرمانبردار ثابت ہوں گی ایمان جس درجے تمہارا کامل ہے اس سے کہیں اعلیٰ درجے کے کمالِ ایمان کا معیار میں ان کو عطا فرماؤں گاوہ بیویاں جو اطاعت گزاری میں تم سے اعلیٰ معیار کی ہو گی یقین اور ایمان میں تم سے اعلیٰ معیار کی ہوں گی قٰنِتٰتٍ اور وہ ایسی عبادت گزار اور اطاعت شعار ہو گی کیوں کے قنوت کے معنی اطاعت کے ہیں قنوت کے معنی ہیں فرمانبرداری کے۔ وہ ایسی اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو گی کہ تم سے کہیں زیادہ اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں ان کا مقام بلند ہو گا تٰٓئِبٰتٍ اور اگر تم نے اپنی اس کو تاہی سے توبہ نہ کی تو ان کی شان یہ ہو گی کہ وہ ہر وقت توبہ کی طرف راغب اور مائل رہیں گی عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ وہ عبادت گزار ہو گی اور وہ روزے دار ہو گی روزے دار تو ایک ایسا وصف ہے کہ ہر مسلمان کے اوصاف میں یہ شامل ہے اور ازواج مطہرات کے تو، سبحان اللہ. لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہر کمال میں درجات ہیں ہر کمال کے بہت سے مراتب ہیں اور ایک کمال ایسا ہے کہ جو ایک درجے میں ہے پھر وہی کمال دوسرے کے اندر اس سے اعلیٰ درجے میں ہے اور تیسرے شخص میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ درجے میں ہے اب دیکھیں علم تو سب کو ہی ہے استاد کو بھی ہے شاگرد کو بھی ہے لیکن آپ اندازہ فرمائیں کہ شاگرد کا علم کس درجے میں ہے اور استاد کا علم کس درجے میں ہے علم تو مقلد کو بھی ہے مجتہد کو بھی ہے لیکن مقلد کا علم نیچے درجے میں ہے اور مجتہد کا جو علم ہے وہ اعلیٰ درجے میں ہے۔

اسی طرح ہر کمال کا حال ہے مسلمان سب ہیں لیکن ہر ایک اسلام کے اس معیار پر ہے جو اس نے حاصل کیا مؤمن سب ہیں مگر ہر ایک ایمان کے اس درجے پر ہے جس پر وہ پہنچا یہ نہیں ہوا کرتا کہ سب کا ایک ہی درجہ ہو آپ بتائیں کہ صحابہ کے ایمان کے درجے کو ہم پاسکتے ہیں؟ بھئی! غوث پاک بھی مؤمن ہیں اور صدیق اکبر بھی مؤمن ہیں مؤمن ہونے میں تو شک نہیں ہم بھی مؤمن ہیں اور اولیاء اللہ بھی مؤمن ہیں اولیاء اللہ بھی مؤمن ہیں اور صحابہ بھی مؤمن ہیں صحابہ بھی مؤمن ہیں اور انبیاء بھی مؤمن ہیں لیکن آپ یہ بتائیں کہ ان کے ایمان کے درجے یکساں ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہو سکتے۔ مقصد یہ کہ ازواج مطہرات تم بھی مسلمان ہو اسلام رکھتی ہو ایمان رکھتی ہو اور تم بھی اطاعت گزار ہو اور اطاعت شعار ہو اور تم بھی روزے دار ہو تم بھی عبادت گزار ہو سب باتیں تمہارے اندر بھی پائی جاتیں ہیں لیکن جو معیار ان کا ہو گا وہ تم سے بہت اونچا ہو گا۔ کن کا؟ ان ازوج کا کہ اگر میرے نبی تم کو طلاق دے دیں تو پھر جو بیویاں اللہ اپنے نبی کو دے گا وہ تم سے ہر درجے میں، ہر اعتبار سے، ہر کمال میں تم سے زیادہ اونچے درجے میں ہو گی سٰٓئِحٰتٍ کا ترجمہ ہے صٰئِمٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ ایسی بھی ہو گی جو شوہر دیدہ ہو گی اور ایسی بھی ہو گی جو شوہر نادیدہ ہو گی یہ دونوں باتیں کیوں فرمائیں؟ اس لیے فرمائیں کہ حضور سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات میں ثَیِّبٰت بھی ہیں ابکار بھی ہیں، بھئی! حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو ابکار میں شمار ہوتی ہیں اور باقی ازواج مطہرات وہ ثَیِّبٰتٍ میں شمار ہوتی ہیں وہ شوہر دیدہ تھیں حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ شوہر نادیدہ تھیں تو مطلب یہ ہے کہ جس نوعیت کی ازواج مطہرات اس

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت موجود تھیں کہ ثَیِّبٰت بھی تھیں اَبکَار بھی تھیں جو حضور ﷺ کے عقد میں آئیں اور حضور ﷺ کے نکاح شریف میں آئیں حضور ﷺ کے حرمِ نبوت میں اور حریمِ رسالت میں داخل ہوئیں تو ان میں یہ دونوں وصف پائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اسی طرح ان دونوں اوصاف والی ایسی بیویاں اپنے محبوب کو عطا فرمادوں گا کہ جو تم سے ہر اعتبار سے زیادہ بہتر اور اعلیٰ ہونگی۔ یہ کب ہوگا؟ یہ جب ہوگا کہ جب تم نے میرے محبوب محمدِ مصطفی ﷺ کی رضاجوئی کو ملحوظ نہ رکھا اور پھر میرے محبوب نے اس بناء پر کہ تم ان کی رضاجوئی کو محبوب نہیں رکھتیں اگر میرے محبوب نے تمھیں طلاق دے دی تو پھر میں تم سے بہتر بیویاں اپنے محبوب کو عطا فرمادوں گا اور یہ کیا تھا؟ یہ ازواجِ مطہرات کو تنبیہ تھی اور اس تنبیہ کا منشاء میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ازواجِ مطہرات معاذ اللہ کسی معصیت کی مرتکب نہیں تھیں اور نہ ازواجِ مطہرات نے جان بوجھ کر، قصداً حضور ﷺ کو کوئی اذیت پہنچائی تھی کیونکہ نبی کو جان بوجھ کر اذیت پہنچانا کفر ہے اور ازواجِ مطہرات تو مؤمنات ہیں مسلمات ہیں، قانتات ہیں اور عابدات ہیں یہ سب صفات اللہ نے ان کو عطا فرمائیں۔ یہاں ایک بات میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض لوگ ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کے دشمن ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ بھئی یہاں تو مؤمنات کی بات ہے معلوم ہوا کہ جو ازواج اللہ حضور ﷺ کو دے گا کب جب حضور ﷺ ان کو طلاق دے دیں تو وہ مؤمنات ہونگی وہ مسلمات ہونگی وہ قانتات ہونگی وہ عابدات ہونگی وہ سائحات ہونگی وہ تائبات ہونگی اور اِن میں کوئی ایمان والی بھی نہیں ہے ۔ نعوذ باللہ

عورتوں میں بے مثال عورتیں: اول تو یہ بات کس قدر افسوس ناک ہے اور قرآن کے بھی بالکل خلاف ہے آپ بتائیں کہ جو بیویاں ایمان سے بھی محروم ہوں وہ کبھی اس مقام پر پہنچ سکتی ہیں کہ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (پارہ ۲۲. الاحزاب ۳۲) پھر وہ کسی عظمت اور کسی احترام اور کسی فضیلت کی اہل ہوسکتی ہیں؟ بھئی! جہاں اسلام بھی نہ ہو جہاں ایمان بھی نہ ہو وہاں کسی عظمت کا تصور آئے گا اللہ نے فرمایا وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (پارہ ۲۲. الاحزاب ۶) جو میرے محبوب کی بیویاں ہیں قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں۔ رہا مؤمنات کا مسئلہ اب آپ سے کیا کہوں۔ بھئی! ان کی سب سے زیادہ دشمنی حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ (پارہ ۱۸. النور ۲۳) وہ لوگ جو الزام لگاتے ہیں محصنٰت پر، محصنٰت سے مراد کیا ہے جو پاک دامن ہیں کیونکہ احصان جو محصنٰت کا مصدر ہے وہ چار طریقہ سے حاصل ہوتا ہے ایک تو نکاح، ایک حریت، عفت اور اسلام۔ یہ چاروں احصان کے رکن ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ وہ لوگ جو پاک دامنوں کو بہتان باندھتے ہیں الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو برائی کا الزام لگاتے ہیں محصنٰت پر اور وہ محصنٰت الغٰفِلٰت جو برائی کے تصور سے بھی غافل ہیں اور ان کی شان کیا ہے الْمُؤْمِنٰت وہ مؤمنات ہیں یہ آیت کس کے حق میں ہے آپ کو معلوم ہے؟ یہ ام المؤمنین عائشۃ

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں ہے اور باقی امتِ مرحومہ میں جو ایمان والی عورتیں ہیں وہ تو تبعاً اس میں شامل ہو نگی ورنہ اصالۃً تو عائشۃ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے کن کن شانوں سے نوازا اور ان کے لیے مؤمنات کا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں ہے؟ وہ مؤمنات کی اصل ہیں یا نہیں ہیں؟ اور وہ مؤمنہ ہیں یا نہیں ہیں؟ تو جب حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے الْمُؤْمِنٰتِ کی اصل قرار دیا تو باقی ازواجِ مطہرات کے بارے میں تو تم اتنی بات کہہ بھی نہیں سکتے جتنی تم حضرت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہتے ہو تو ان تمام کا مؤمنات ہونا یہ ثابت ہو گیا یا نہیں ہو گیا؟ بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ آیتیں ایسی نہیں ہیں کہ جن آیتوں کو سامنے رکھ کر کوئی شخص معاذ اللہ ازواجِ مطہرات کے حق میں زبان درازی شروع کر دے اور اگر وہ ایسا کرے گا تو خسر فی الدنیا والأخرۃ بلکہ وہ تو لُعِنُوْا کا مستحق ہے دنیا میں بھی ملعون ہے آخرت میں بھی ملعون ہے۔ اس بات کی انشاء اللہ آگے چل کر اس کی میں وضاحت کروں گا سر دست تو میں فقط اتنی بات بتانا چاہتا ہوں کہ امھاتُ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے یہ حضور ﷺ کی محبوبیت اور حضور ﷺ کی عظمت کے پرچم لہرانے کے لئے ہے اور ان ازواجِ مطہرات کی شان میں جو آیتیں قرآن میں نازل فرمائی گئیں ہیں وہ ان امھات المؤمنین کی عظمتوں کا پرچم لہرانے کے لئے ہیں جو لوگ ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کے منکر ہیں ان کے لئے وہ آیتیں کہ جن میں ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کا بیان ہے جیسے لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اور الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ یہ کیا ہیں؟ یہ تمام آیات ازواجِ مطہرات کی عظمتوں اور ان کی حرمت اور ان کی تعظیم اور ان کی برتری کا پرچم لہرا رہی ہیں ساری امت کی عورتوں میں سب سے افضل حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہیں اور یہ قرآن کی آیتیں اس پر گواہ ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہاں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی ہے تو اس تنبیہ کی وجہ یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوا بات صرف اتنی ہوئی کہ اپنے جذبہ محبت کی تکمیل میں ان کی توجہ اِدھر نہیں ہوئی کہ اپنی محبوب چیز ترک فرمانے کے بعد حضور ﷺ کو جو تکلیف ہو گی اس طرف ان کی توجہ نہیں گئی اتنی سی بات پر اللہ نے ازواجِ مطہرات کو اتنی تنبیہ فرمائی۔ بظاہر یہ اتنی سی بات ہے لیکن اللہ کے نزدیک یہ اتنی بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو اتنی شدید تنبیہ فرمائی تو اس میں ان آیات کے پیشِ نظر کوئی اگر ازواجِ مطہرات کی عظمتوں کا انکار کرے تو وہ بے دین ہے بس اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ازواجِ مطہرات کی عظمتیں تو سارے قرآن میں بھری ہوئی ہیں آیات گواہ ہیں اور آیات الٰہیہ، آیات قرآنی، وحیِ الٰہی ناطق ہے اس بات پر کہ حضور ﷺ کی پاک بیویاں حضرت عائشۃ ہوں حضرت حفصۃ ہوں حضرت زینب ہوں حضرت ام حبیبۃ ہوں حضرت ام سلمۃ ہوں حضرت میمونۃ ہوں حضرت جویریۃ ہوں جتنی بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں سب کی عظمتوں کے پرچم اللہ تعالیٰ قرآن میں لہرا رہا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہاں جو تنبیہ فرمائی وہ حضور ﷺ کی عظمتوں کا پرچم لہرانے کے لئے کہ بے شک تم محبوبات ہو، بے شک تم مؤمنات ہو، تم غافلات ہو، تم محصنات ہو یہ سب ٹھیک ہے لیکن اگر تم نے میرے محبوب کی تکلیف کا لحاظ نہ کیا تو سمجھ لو کہ پھر اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں اپنے محبوب کو عطا فرمادے گا تو وہ سب کچھ اپنے حبیب کی عظمتوں کی بنیاد پر اللہ نے فرمایا اب بات لمبی ہوئی جاتی ہے میں مختصر کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سید عالم ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب آپ ایک بات اپنی بیویوں سے کہدیں اور وہ بات یہ تھی وہ بھی اسی قسم کی بات تھی کہ ازواج مطہرات نے جب یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے غنائم سے مسلمانوں کو مالا مال کر دیا اور فتوحات کے دروازے کشادہ ہو گئے تو اب ہماری زندگی جس طرح بسر ہوتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے ازواج مطہرات کی زندگی کس طرح بسر ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو مہینے تک ہمارے گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا کوئی چیز پکانے کی ہوتی نہیں تھی اور کتنے دن ہو جاتے تھے کہ ہم کھجور اور صرف پانی پر گزارا کرتے تھے اور بعض اوقات ایک کھجور سے زیادہ نصیب نہیں ہوتی تھی تو جب ازواج مطہرات نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے غنائم عطا فرمائے فتوحات بڑی کثیر ہو گئیں تو ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ حضور ہمارے نفقہ میں بھی کچھ اضافہ فرمادیں تو حضور سید عالم تاجدارِ مدنی ﷺ کی عظمت کو ملاحظہ فرمایئے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ میرے گھر والے اچھی زندگی بسر کریں اور حضور ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی یہ چاہ ہی نہیں سکتا بلکہ حضور ﷺ کے برابر بھی کوئی ایسی بات نہیں چاہ سکتا لیکن حضور سید عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ تقویٰ اور وہ زہد عطا فرمایا تھا کہ اس کی مثال ساری کائنات میں نہیں ملتی سرکار نے اپنے زہد و تقویٰ کے پیش نظر ازواج مطہرات کو اتنا نفقہ عطا فرمایا کہ جتنا حضور ﷺ کے علم و حکمت اور مصلحت کے مطابق تھا یہ آپ خوب سمجھیں میں نے بڑے محتاط لفظ بولے اب اس کے بعد جب ازواج مطہرات کا مطالبہ ختم نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب آپ اِن بیویوں کو بلا کر ایک بات فرمادیجئے آپ اُن سب بیویوں کو کہہ دیں اپنی سب پاک بیویوں کو مخاطب فرما کر فرمادیں اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (پارہ ۲۱. الاحزاب ۲۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب آپ اپنی بیویوں کو فرمادیجئے۔ اب ادھر حال کیا تھا ان کی گزر بسر کا تو یہ عالم تھا جو میں نے عرض کیا کہ دو دو مہینوں تک چولھے سے دھواں ہی نہیں اٹھتا تھا کھجور اور پانی کے سوا کسی چیز پر گزارا نہیں ہوتا تھا اور پھر آپ کو معلوم ہے کہ عورت کی فطرت کیا ہے؟ عورت نفسانی طور پر دو چیزوں کو پسند کرتی ہے ایک یہ کہ خاوند کی محبت اور پیار کے ساتھ اور خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر ہو اور دوسری کیا بات کہ لاکھ خوشحالی ہو کچھ بھی ہو لیکن اگر اولاد نہ ہو تب بھی عورت کی طبعی اور نفسیاتی تقاضے پورے نہیں ہوتے جب تک کے عورت صاحب اولاد اور خاص طور پر بیٹا اسے نصیب نہ ہو جائے۔ اب یہاں پر تو یہ عالم تھا کہ گزر بسر کا تو میں نے عرض کیا اور بیٹوں کے متعلق تو بے شک سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سات اولادیں عطا فرمائیں تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عطا فرمائیں اور بعض نے چار صاحبزادوں کا قول کیا بعض نے کہا کہ حضور ﷺ کے دو صاحبزادے ہوئے حضرت عبداللہ، حضرت قاسم اور حضرت ابراھیم تو آخیر میں حضرت ماریۃ قبطیۃ کے بطن پاک سے پیدا ہوئے تھے اٹھارہ مہینے کے بعد ان کا وصال ہو گیا اور حضور ﷺ کے دو صاحبزادوں حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ کے لقب طیب اور طاہر بھی تھے یہ دونوں ہجرت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئے تھے اور حضرت سیدۃ فاطمۃ الزھرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں حضرت ام کلثوم ، حضرت رقیۃ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھم یہ حضور ﷺ کی صاحبزادیاں ہیں آپ کو معلوم ہے کہ سرکار کی تین صاحبزادیاں تو سرکار کے زمانے میں ہی وصال فرما گئیں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضور ﷺ کے سامنے ہو گیا حضرت رقیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضور ﷺ کے سامنے ہو گیا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال حضور ﷺ کے سامنے ہو گیا صرف حضور ﷺ کی اولاد میں حضرت فاطمۃ الزھرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تو مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تین سال پہلے ہی وصال ہو چکا تھا تو اب حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں کوئی بھی ایسی موجود نہ تھی جو صاحبِ اولاد ہو کیونکہ اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تھی اور وہ پہلے ہی وصال فرما چکی تھیں اور ان کی اولادوں میں سے سب کا وصال ہو گیا صرف حضرت فاطمۃ الزھرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں۔ بھئی! حضرت رقیۃ ، حضرت ام کلثوم یکے بعد دیگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں کہ نہیں آئیں ؟ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمرو بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں تھیں ان کا بھی وصال ہو گیا عمرو بن ابو العاص جو حضور ﷺ کے داماد تھے حضور ﷺ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی بہر حال میں نے عرض کیا حضرت زینب ، حضرت رقیۃ ، حضرت ام کلثوم تینوں کا وصال ہو گیا اور صرف ایک حضرت سیدۃ فاطمۃ الزھرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی رہیں ان کا وصال حضور ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا اور صاحبزادوں میں سے آخری صاحبزادے حضرت ابراھیم جو حضرت ماریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ مبارک سے تھے اٹھارہ ماہ کے بعد وصال فرما گئے (عمر شریف اٹھارہ ماہ ہوئی) تو جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُس وقت حضور اکرم ﷺ کی جو بیویاں موجود تھیں ان میں اس وقت کوئی بھی صاحبِ اولاد نہیں تھیں۔ اچھا اب ہر عورت کے دل میں بیٹے کی تمنا ہوتی ہے ہر عورت کے دل میں خاوند کی محبت و پیار اور اچھی بسر اوقات کی خواہش نفسیاتی طور پر ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب یہ جو آپ کی بیویاں ہیں اِن میں سے کوئی بھی صاحبِ اولاد نہیں اور اِن کے دل میں نفسیاتی طور پر اولاد کی تمنا ہوتی ہے اِن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کی بسر اوقات بڑی خوشحالی کے ساتھ ہو کیونکہ حال تو یہ ہے جو میں نے ابھی عرض کیا چنانچہ اب اس حالت پر کہ جس حالت پر یہ ہیں کہ نہ اِن کی بسر اوقات اتنی اچھی ہے کہ جس کو خوشحالی

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے تعبیر کیا جاسکے اور نہ یہ صاحبِ اولاد ہیں اب اگر یہ آپ سے خرچہ مانگتی ہیں خرچہ طلب کرتی ہیں 'اور خرچہ طلب کرنے میں وہ حق بجانب بھی تھیں یہ نہیں تھا کہ حق بجانب نہ ہوں لیکن سرکارِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ کیونکہ کمالِ زہد کا وصف رکھتے تھے زہد کے معنی ہیں دنیا ، سامانِ دنیا عیشِ دنیا سے بے رغبتی ، تو حضور سیدِ عالم ﷺ دنیا کے عیش وعشرت سے انتہائی بے رغبتی رکھتے تھے اس لئے حضور ﷺ کا مقام وہ تھا جو اللہ نے حضور ﷺ کے لئے رکھا اور ازواجِ مطہرات کا وہ مقام تھا جو ان کا ہونا چاہیے وہ خوشحالی کی زندگی کی خواہاں تھیں 'اللہ جل جلالہ فرماتا ہے کہ میرے محبوب یہ توازواجِ مطہرات ہیں آپ ان کو ایک بات فرمادیجئے کہ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا اے نبی کی بیویو! اگر تم یہ چاہتی ہو اگر تم یہ ارادہ کرتی ہو کہ تمھاری دنیا کی زندگی خوشحالی اور عیش کے ساتھ گزرے اور تم دنیا کی زینت بھی چاہتی ہو حیاتِ دنیا بھی چاہتی ہو کہ ہماری دنیا کی حیات خوشحالی سے بسر ہو اور ہمیں حیاتِ دنیا کی زینت بھی نصیب ہو اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا اگر تم ارادہ کرتی ہو حیاتِ دنیا اور زینت حیاتِ دنیا کا تو کیا کرو فَتَعَالَيْنَ آؤ ! اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ہ میں تمھیں کچھ فائدہ پہنچادوں اور نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ اور حسنِ سلوک کے ساتھ میں تمھیں چھوڑ دوں۔ یہ اللہ نے فرمایا کہ میرے پیارے محبوب اپنی سب بیویوں کو آپ یہ بات فرمادیں۔ اب حیاتِ دنیا کی زینت کیا چیز ہے ؟ یہ بھی آپ دیکھ لیں، میں نہیں کہتا قرآن کو آپ پڑھیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پارہ ۱۵. الکھف آیت ۴۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے یہ حیاتِ دنیا کی زینت ہیں اب یہ پڑھیں اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نتیجہ کیا نکلے گا نتیجہ یہ نکلے گا میرے محبوب اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمادیجئے کہ اگر تم مال چاہتی ہو بیٹے چاہتی ہو تو جس عورت کے دل میں میری بیویوں میں سے جس بیوی کے دل میں مال کی خواہش ہو بیٹے کی خواہش ہو پھر وہ اس قابل نہیں ہے کہ وہ حرمِ نبوت میں رہ سکے فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ میں تم کو چھوڑ دوں، تم سے قطع تعلق کرلوں اور نہایت ہی حسنِ خوبی سے میں تمھیں چھوڑوں یہ نہیں کہ گالیاں دے کر، مار کر، پیٹ کر یہ ہماری شان نہیں اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ہ اب ان دونوں باتوں کو آپ اپنے ذہن میں رکھیں اور اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوب آپ کی جو بیویاں آپ سے خرچہ طلب کرتی ہیں اور آپ کا مقام اور ہے آپ کا مقام تو کمالِ زہد ہے آپ تو دنیا ، مالِ دنیا اور معیشت دنیا سے بے رغبتی کا وصف رکھتے ہیں کیونکہ زہد آپ کا کمال ہے اب اگر یہ بیویاں آپ سے مال چاہیں اور ان کے دل میں اولاد کی خواہش ہو تو آپ ان کو صاف صاف جواب دے دیں کہ فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ہ تمھارے دل میں مال واولاد کی اگر خواہش ہو تو پھر تم حریمِ نبوت اور حرمِ رسالت کے قابل نہیں ہو پھر تمھیں میں طلاق دے دوں گا اور تم کو الگ کردوں گا ۔اس آیت کو مفسرین کی زبان میں آیۃ تخییر کہتے ہیں کہ تم دنیا اور حیاتِ دنیا کو اختیار کرلو یا تم رسول کو

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اختیار کرلو یہ تمھاری مرضی ہے تو جب حضور سید عالم ﷺ نے ازواج مطہرات کو یہ فرمایا تو پھر ساتھ ہی حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بات فرمادی فرمایا کہ اے عائشۃ تم جلدی فیصلہ نہیں کرنا تم اپنے والدین سے مشورہ کرلینا کہ میں کون سی چیز کو اختیار کروں دنیا کی حیات اور زینت حیات دنیا کو اختیار کروں یا اللہ اور رسول کو اختیار کروں۔

تو حضرت صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اَفِی ذَالِكَ اُشَاوِرُ اَبَوَیَّ حضور اس بات میں میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں ؟ میرے آقا! نہ میں دنیا چاہتی ہوں، نہ میں حیاتِ دنیا چاہتی ہوں، نہ بیٹا چاہتی ہوں، نہ اولاد چاہتی ہوں میں اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہوں جب حضرت عائشۃ نے یہ لفظ کہے تو حضرت حفصۃ بھی یہی بولیں حضرت میمونۃ بھی یہی بولیں حضرت زینب بھی یہی بولیں سب پاک بیویاں یہی بولیں کہ ہمیں نہ مال چاہیے، نہ بیٹے چاہیں، نہ دنیا، نہ ہی حیاتِ دنیا چاہیئے ہمیں تو اللہ اور اللہ کے رسول چاہیں سبحان اللہ مجھے ایک بات یاد آئی ڈیرہ غازی خان کے ضلع میں ایک اندھا حافظ ہے اور وہ بہت سخت عقیدہ کا ہے اور نہایت متشدد ہے اور اس قدر تشدد کرتا ہے کہ وہ کسی بزرگ کسی بھی عظیم ہستی کا اسے بالکل بھی پاس لحاظ ہی نہیں اور وہ ایسی سخت تقریر کرتا ہے کہ جو سنی نہیں جاتی میں نے کہا کیا کہتا ہے تو مولانا نے فرمایا وہ یہ کہتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول ہمیں یہ دے دیں گے ہمیں وہ دے دیں گے بھئی لوگ نہیں کہتے ہیں کہ رسول سے ہمیں یہ مل جائے گا وہ مل جائے گا۔ کہتا ہے کیا مل جائے گا عائشۃ سے بڑھ کر تو حضور ﷺ کی کوئی محبوبہ بیوی نہیں تھی وہ ساری عمر پیٹ پیٹ پیٹ کر مرگئی ایک بچہ ان کو رسول نہیں دے سکے اور ان کی ایک اتنی سی خواہش پوری نہیں کرسکے وہ کہتا ہے کہ اگر رسول کچھ دیتے تو عائشۃ کو دیتے وہ تو ساری عمر پیٹ پیٹتی رہیں کہ مجھے کوئی بچہ ہو جائے تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے علم غیب تو اللہ کی ذاتی صفت ہے ؟ اللہ ازل سے جانتا ہے اور اللہ کو معلوم ہے کہ ایک شخص ڈیرہ غازی خان میں اندھا پیدا ہوگا جو آنکھ کا بھی اندھا ہوگا دل کا بھی اندھا ہوگا اور وہ ازواجِ مطہرات پر الزام لگائے گا اور حضور ﷺ کی محبوب طیبہ طاہرہ حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں یہ بکواس کرے گا کہ عائشۃ عمر بھر پیٹ پیٹتی پیٹتی مرگئی ایک بیٹا رسول نہیں دے سکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عائشۃ پہلے طے کرلو اس بات کو کہ بیٹے کی خواہش ہے یا نہیں ہے تاکہ آگے جاکر کوئی یہ بکواس نہیں کرے اور اگر کرے گا تو اپنا منہ آپ ہی کالا کرے گا تم یہ آج فیصلہ کرلو کہ بیٹے کی خواہش ہے تو پھر رسول کے گھر میں نہیں رہ سکتیں اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (پارہ ۲۱۔ الاحزاب ۲۸) اور اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پارہ ۱۵۔ الکہف ۴۶) بولو مال کی خواہش ہے بیٹوں کی خواہش ہے اگر خواہش ہے تو ابھی بتاؤ اور اگر نہیں ہے تو اقرار کرو۔ انھوں نے کہا کہ نہ ہمیں مال کی خواہش ہے نہ بیٹوں کی، ہمیں تو اللہ اور اللہ کا رسول چاہیے ہمیں تو اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔ تو اب وہ جو کہتا تھا کہ عائشۃ پیٹ پیٹ پیٹ کے مرگئیں نعوذ باللہ اللہ کے رسول ایک بیٹا نہیں دے سکے تو اللہ نے فرمایا کہ اے عائشۃ صدیقۃ تم پہلے یہ بات طے کرلو کہ تمھیں بیٹے کی خواہش ہے یا نہیں ہے چنانچہ قرآن نے

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پہلے ہی فیصلہ کر دیا کہ جو یہ کہے گا حضور ﷺ کی کسی بیوی کو حضور ﷺ ایک بیٹا بھی نہیں دے سکے ان کی ایک بیٹے کی خواہش اور اولاد کی خواہش بھی حضور ﷺ پوری نہیں کر سکے تو اے محبوب ﷺ پہلے ہی بیویوں سے کہلوالو کہ اولاد کی خواہش تھیں ہے بھی یا نہیں ہے اگر ہے اور پھر پوری نہ ہوئی تو پھر تو چلو اس کی بات قابلِ قبول ہے لیکن جب یہاں اولاد کی خواہش ہی نہیں ہے اور اب وہ یہ کہتا ہے تو بتاؤ خود اپنا منہ کالا کرتا ہے یا نہیں کرتا؟ بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا میں نے یہ سب باتیں اس لیے بیان کیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح راسخ ہو جائے کہ ازواجِ مطہرات ایمان میں کامل، ازواجِ مطہرات عقل میں کامل، ازواجِ مطہرات اسلام میں کامل اور ازواجِ مطہرات ہر نیکی اور تقویٰ میں کامل ہیں۔ اور یہاں تک کہ جب آزمائش کا دور آیا تو انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہمیں نہ مال چاہیے اور نہ اولاد چاہیے ہمیں اللہ چاہیے اللہ کا رسول چاہیے ہمیں تو آخرت کے سوا کسی چیز کی خواہش ہی نہیں یہ ازواجِ مطہرات کا مقام ہے اب بتایئے کہ جن کا یہ معیار ہو بولئے ان کے حق میں کسی بدگمانی کا پیدا کرنا یہ مؤمن کی شان ہے؟ بہر حال جب بات آپ کے ذہن میں آگئی تو اب یہ مسئلہ خوب واضح ہو گیا کہ **رب العزت جل مجدہٗ** نے جو یہاں ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی ہے وہ فقط حضور ﷺ کی عظمت کو اور حضور ﷺ کی شوکت کو اور حضور ﷺ کی شان کو نمایاں کرنے کے لیے بلکہ یوں کہیۓ حضور ﷺ کی **محبوبیت** کے پرچم لہرانے کے لیے ہے۔ اے ازواجِ مطہرات ٹھیک ہے تمھاری ہر خواہش قابلِ احترام ہے لیکن اگر تم نے میرے رسول کی رضا جوئی کا اہتمام نہ کیا تو سمجھ لو کہ تمھارا پھر کوئی مقام نہیں ہے یہ سب شان ہے شان والے آقا محبوب کی یہ بات اپنے ذہن میں رکھیں اور اس کے بعد جو مسائل آگے آرہے ہیں وہ **انشاء اللہ** کل پھر میں شروع کروں گا۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت بھی عطا فرمائے اور اپنے روزے دار بندوں کے حال پر رحم فرمائے اس کا تو رحم ہی رحم ہے اگر وہ بارش فرمائے تب بھی رحم ہے اگر نہ فرمائے پھر بھی رحم ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر جھکائے ہوئے ہیں یا اللہ تیری رضا پر راضی ہیں باقی ہم بندے ہیں بندوں کا کام مانگنا ہے تو ہم تو مانگے جائیں گے دینا تیری حکمت پر موقوف ہے اگر تو عطا فرمائے گا تو یہ تیری عنایت ہے اور اگر تو نہیں عطا فرمائے گا تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے ہم تو تیرے عاجز بندے ہیں ذلیل بندے ہیں الٰہی اپنا کرم فرما رحم فرما۔ آمین ثم آمین

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الدرس الواحدعشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلك لمن الشاھدین والشاکرین
والحمدللہ رب العالمین o

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارک کی تیرہ تاریخ ہے اور بدھ کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان اور اس کا شکر ہے کہ اس نے تیرہ روزے رکھوا دیئے اے اللہ! اپنی رحمت سے باقی روزے بھی پورے رکھوا دے اور تراویح قرآنِ پاک کا سننا اور پڑھنا اور تمام معمولات پورے کرا دے اور اے اللہ اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرما آمین

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

بزرگانِ محترم! سورة التحریم کے اس پہلے رکوع کی آیات کا تعلق چونکہ ایک بڑے نازک مسئلے کے ساتھ تھا اور وہ اعتقادی مسئلہ تھا مجبوراً مجھے اس پر تفصیل سے گفتگو کرنا پڑی اور وہ مسئلہ حضور سید عالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا مسئلہ ہے کیونکہ اس سورۂ مبارکہ کی ان آیاتِ طیبات میں حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق یہ الفاظ موجود ہیں کہ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ (التحریم آیت ٤) اگر تم نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی معاونت کی تو سمجھ لو ان کا تم کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گی اپنا ہی نقصان کرو گی اس لئے کہ اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرائیل، صالح المؤمنین ان کے مددگار ہیں اور پھر اللہ کے سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں ایسی صورت میں اے عائشة اور اے حفصة تم خود سمجھو کہ رسول اللہ کے خلاف ایک دوسرے کی معاونت کرتیں رہیں تو تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا اپنا ہی کچھ بگاڑو گی میرے محبوب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گی کیونکہ میں خود ان کا مددگار ہوں جبرائیل، صالح المؤمنین اور سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں اب ان آیات کے ظاہری مضمون سے کیونکہ بہت سے شکوک وشبہات ازواجِ مطہرات کے بارے میں پیدا ہوتے تھے اور یہ اعتقاد کا مسئلہ تھا۔

نسبتِ رسول: دیکھئے! ہم ازواجِ مطہرات کی عظمت کے جو قائل ہیں وہ صرف نسبتِ رسول ﷺ کی وجہ سے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب آیت ٦) اور اس آیتِ کریمہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک قرأت یہ ہے کہ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآت ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہ قرآت منقول ہے اس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ ایمان والو! نبی ﷺ تمھاری جانوں سے زیادہ تمھارے قریب ہیں تمھارے اندر تمھارے وجود میں تمھاری جانوں اور تمھارے مالوں میں تصرف کا وہ حق رکھتے ہیں جو تمھیں خود بھی نہیں ہے کیونکہ انھیں ولایتِ مطلقہ حاصل ہے وہ تمھاری جانوں اور تمھارے مالوں کے مالک ہیں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مجھے یاد آتا ہے اور وہ شفاءِ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا حضرت امام مالک فرماتے ہیں مَنْ لَمْ يَرَ نَفْسَهُ مِلْكًا لِرَسُوْلِ ﷺ لَمْ يَذُقْ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی جان کو رسول کی ملک نہیں سمجھا اس نے ایمان کی حلاوت نہیں پائی ایمان کی حلاوت وہی لوگ پاتے ہیں جن کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ ہماری جان کے مالک ہیں اور ہم حضور ﷺ کی ملک ہیں اور حضور ﷺ ہمارے مالک ہیں یہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے جو شفاءِ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے اور اس کا جو مبنیٰ اور منشاء ہے وہ یہی آیت ہے کہ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کہ نبی ﷺ کو ایمان والوں میں تصرف کا وہ حق حاصل ہے جو خود ان کو بھی حاصل نہیں ہے۔ دیکھیے! کسی کی کوئی چیز میرے پاس ہو تو مجھے اس میں تصرف کا حق حاصل ہے؟ نہیں ہے۔ تصرف کا حق اسی کو حاصل ہے جس کی وہ چیز ہے تو میرا وجود، میرا جسم، میری جان، میں خود۔ مجھے اپنے وجود میں، اپنے جسم میں اپنی جان میں تصرف کا وہ حق نہیں ہے جو اللہ کے رسول کو ہے کیونکہ میں اپنا مالک نہیں ہوں جتنے میرے رسول میرے مالک ہیں تو رسول کو مجھ سے بڑھ کر مجھ میں تصرف کا حق حاصل ہے کیونکہ میرے مالک رسول ہیں آپ کہیں گے مالک تو اللہ ہے تم نے رسول کو مالک بنادیا۔ مجھے بڑی حیرت ہے کہ اللہ فقط ہمارا ہی مالک ہے یا کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے؟ اللہ صرف ہمارا مالک ہے یا زمین و آسمان ہر چیز کا مالک ہے؟ قرآن سے پوچھ لیں قرآن کہتا ہے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (لقمان ۲۶، النور ٦٤، یونس ٥٥) لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ ۱۰۷، المائدہ ٤٠، الاعراف ١٥٨) زمین و آسمان اللہ ہی کی ملک ہے۔ زمین و آسمان کا ملک اللہ ہی کی ملک ہے ہر چیز جو زمین میں ہے اللہ اس کا مالک ہے ہر چیز جو آسمان میں ہے اللہ اس کا مالک ہے آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے تو جن زمینوں کے آپ مالک بنے بیٹھے ہیں ان کا مالک بھی اللہ ہے یا نہیں؟ جب اللہ ہر چیز کا مالک ہے تو جس مکان کے آپ مالک بنے بیٹھیں ہیں اس مکان کا مالک بھی اللہ ہے یا نہیں ہے؟ جب زمین آسمان کی ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ آپ کے گھر کا سامان، آپ کی تجارت کا سامان، آپ کی زراعت کا سامان، آپ کی دکان، آپ کا مکان، آپ کا کارخانہ بولیے اللہ سب کا مالک ہے یا نہیں؟ (یقیناً) ہے۔ پھر حیرت کا مقام ہے کہ اگر یہاں اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور تم اپنے آپ کو مالک کہہ رہے ہو تو مشرک نہیں ہوئے اور ہر چیز کا مالک ہم اللہ کو مان کر پھر کہیں کہ رسول ہمارے مالک ہیں تو ہم مشرک ہو گئے بھئی! تماشے کی بات ہے کہ اگر اللہ کی ملک میں ہم اپنے آپ کو مالک کہیں تو

marfat.com
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مشرک نہیں ہیں اور اللہ کو مالک مان کر حضور ﷺ کو ہم مالک کہیں تو مشرک ہو جاتے ہیں۔

ملکِ حقیقی اور ملکِ مجازی : ظالمو! اللہ کا خوف کرو اور سوچو کیا کہہ رہے ہو کہاں جا رہے ہو کس طرف تمہارا رخ ہے شاید آپ کہیں کہ بھئی بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ملک میں ہم شریک نہیں نہ رسول شریک ہیں بھئی اللہ کی ملکِ حقیقی میں اُس کا کوئی شریک نہیں لیکن جب اللہ خود کسی کو مجازاً کسی کا مالک بنا دے تو اللہ کی ملک میں شرکت کہاں ہو گئی؟ بھئی اللہ کی ملک میں شرکت تو جب ہو گی کہ جیسی ملک اللہ کی ہے ویسی ہی ملک دوسرے کی ہو۔ تو کیا ہمارا یہ عقیدہ ہے؟ کہ جیسی ملک اللہ کی ہے ویسی ملک ہماری ہے؟ یا جیسی ملک اللہ کی ہے ویسی ملک رسول کی ہے؟ ارے بھئی! اللہ تو ازل سے خود بخود مالک ہے اور رسول تو اللہ کے بنانے سے مالک ہیں کہ اسی طرح ہماری زمین، ہمارا مکان، ہماری جائیداد، ہمارا مال اللہ تو ان کا ازل سے حقیقتاً مالک ہے اور ہم تو اللہ کے مالک بنانے سے مالک ہیں اگر اللہ ہمیں مالک نہیں بناتا تو ہم مالک نہیں ہوتے تو جس طرح کہ ہم مالکِ مجازی ہیں اور اللہ کے بنانے سے ہم مالک ہوئے لہٰذا ہم اس اعتقاد کی بنا پر کہ بھئی اللہ مالک ہے اور ہم بھی مالک ہیں ہم مشرک نہیں ہوتے تو یہ بتاؤ کہ رسول کو مالک مان کر کس طرح ہم مشرک ہو جائیں گے پھر قرآن تو ذرا پڑھو اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ مَالِكَ الْمُلْكِ (پارہ ۳۔ آلِ عمران ۲۶) ہے اللہ نے اپنے آپ کو مَالِكَ الْمُلْكِ فرمایا کہ نہیں؟ تو آپ یہ بتائیں مَالِكَ الْمُلْكِ ہونے کے بعد پھر فرمایا تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (پارہ ۳۔ آلِ عمران ۲۶) تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے سبحان اللہ تو معلوم ہوا کہ اللہ تو حقیقتاً مالک ہے اللہ کو کسی نے مالک نہیں بنایا اور اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے مالک بنانے سے مالک ہیں اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے مالک بنانے سے مالک ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے دین، اپنی شریعت کی رُو سے جس چیز کا ہمیں مالک بنائیں گے ہم اس کے مالک ہیں مگر ہمارا مالک ہونا مجازی ہے اللہ حقیقتاً مالک ہے تو بھئی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر ہم اللہ کے ملک میں اپنے ملک کا اعتقاد رکھیں تو ہم مشرک نہیں ہوتے اور اللہ کے رسول کو ہم مالک کہیں تو ہم مشرک ہو جائیں یہ کیا تماشا ہے؟ اور کیسی عقل کی بات ہے؟ اس سے پتہ چلا کہ تم اپنی جو عظمت اور محبت اپنے دل میں رکھتے ہو اللہ کے رسول ﷺ کی اتنی عظمت و محبت بھی نہیں رکھتے کہ تم خود مالک ہو جاؤ تو یہ جائز ہے اور رسول مالک ہوں تو شرک ہے یہ کیا بات ہوئی؟ تو میں یہ عرض کر رہا تھا، میں یہ بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ نے صاف صاف فرمایا کہ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ کہ ایمان والو! تمہیں اپنی جانوں میں تصرف کا وہ حق نہیں جو میرے نبی کو ہے کہ تم اپنی جان کے مالک نہیں ہو میں نے تمہاری جانوں کا مالک اپنے رسول کو بنایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وَهُوَ أَبٌ لَّهُمْ (عبداللہ بن مسعود کی قرآت میں) کہ وہ ایمان والو کے باپ ہیں وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ اور جب وہ ایمان والو کے باپ ہیں تو ان کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ آپ بتائیے کہ حضور ﷺ کی ابوت یعنی باپ ہونا اور حضور ﷺ کی پاک بیویوں کا ماں ہونے کا جو حکم قرآن نے دیا ہے وہ

حق ہے یا نہیں ہے ؟ حق ہے۔ سبحان اللہ . پتہ یہ چلا کہ ہم رسول اکرم سیدِ عالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی جس عظمت اور جس فضیلت کے معتقد ہیں وہ نسبت رسول کی وجہ سے ہے وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ازواج مضاف ہے اور یہ ضمیر مجرور، یہ کیا ہے ضمیر منصوب ہے معنی کے اعتبار سے اور ویسے اضافت کی وجہ سے وہ مجرور ہے تو فرمایا کہ ان کی بیویاں تمھاری مائیں ہیں اگر کوئی عورت حضور ﷺ کی بیوی نہ ہو تو پھر وہ امہات المؤمنین ہو سکتی ہے ؟ امہات المؤمنین میں شامل ہو سکتی ہے ؟ نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا کہ یہ عظمت تو رسول کی نسبت سے ملی ہے اسی لیے نسبتِ رسول کی وجہ سے ہم ازواجِ مطہرات کی عظمت پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پاک بیویاں عظیم ہیں، صاحبِ فضیلت ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انھیں قربِ خاص حاصل ہے۔ رہا ان آیات کا مسئلہ تو میں بار بار بیان کر چکا اسی لیے میں نے بڑی تفصیل سے مکرر، سکرر بلکہ اس سے بھی زیادہ اسی لیے میں نے بیان کیا کہ ہمارے ذہن میں یہ بات آجائے کہ بے شک ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیھن اجمعین سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی مگر ان کا ارادہ تو تکلیف پہنچانے کا نہیں تھا اور اگر اس کو بھی حضور ﷺ کی بیویوں کے دشمن اگر نہیں مانتے تو اور بڑی مشکل ہو جائے گی۔

سوال: یہ لوگ کہتے ہیں کہ بھئی رسول کو ایذاء پہنچانے والا جہنمی ہے اب تم خود سمجھ لو کہ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ (التحریم ٤) جنھوں نے رسول کو ایذاء پہنچانے میں ایک دوسرے کی مدد کی ان کا کیا حال ہو گا ؟

جواب: ظالمو ! یہ بتاؤ کہ انھوں نے حضور ﷺ کو دکھ پہنچانے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کیا تھا؟ نعوذ باللہ ارے! انھوں نے تو اپنے محبت کے تقاضے کی تکمیل کے لیے ایسا کیا تھا اب اس تقاضائے محبت کی تکمیل اور جذبہ غیرت کے پورا ہونے کی صورت میں اگر اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچی تو پھر وہ تکلیف پہنچانے والی ازواجِ مطہرات نہیں ہیں اور اس کو اگر تم ازوجِ مطہرات کی طرف منسوب کرو گے تو پھر میں ایک بات کہوں گا۔ سن لو غور سے سن لو۔ حضور تاجدارِ مدنی ﷺ نے سیدة فاطمة الزهرة کے متعلق فرمایا اَلْفَاطِمَةُ قِطْعَةُ کَبِدِیْ فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ جس نے فاطمة کو غضبناک کیا اس نے فا طمة کو نہیں کیا مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک نہیں کیا اس نے اللہ کو غضبناک کیا اور جس نے اللہ کو غضبناک کیا وہ تو جہنمی ہے، یہ بات حضور ﷺ نے کس موقع پر فرمائی آپ کو معلوم ہے ؟ حضور سیدِ عالم ﷺ نے یہ بات اس موقع پر فرمائی جبکہ سیدِنا علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے ابو جھل کی بیٹی کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت سیدة فاطمة الزهرة رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ ان سے برداشت نہیں ہو سکا بہت غضبناک ہوئیں اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضور علی تو ابو جھل کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو حضور سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا وَاللّٰهِ لَنْ تَجْتَمِعَا بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ وَ بِنْتُ

حَبِیْبِ اللّٰہِ فِیْ بَیْتٍ وَّاحِدٍ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے دشمن اور اللہ کے دوست کی بیٹیاں ایک گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ فرمایا علی اگر ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو انھیں چاہیے فاطمۃ کو طلاق دے دیں۔ اللّٰہ اکبر اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی کے اس طرزِ عمل سے سیدہ فاطمۃ الزھرۃ غضبناک ہوئیں یا نہیں ہوئیں ؟! انھیں تکلیف پہنچی کہ نہیں پہنچی ؟ پھر حضرت علی کے بارے میں تم کیا کہو گے امھات المؤمنین کو تو تم جو کچھ کہتے ہو کہتے ہو، اپنا ایمان خراب کرتے ہو، ایمان کیا خراب کرتے ہو، ایمان تو جب خراب ہو جب ایمان ہو، ایمان تو ہے ہی نہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ حضرت مولائے کائنات کے بارے میں کیا کہو گے یہی کہنا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جھل کی بیٹی سے نکاح کا پیغام اس غرض سے نہیں دیا تھا کہ فاطمۃ کو تکلیف پہنچائیں ان کی یہ نیت نہیں تھی حضرت فاطمۃ کو تکلیف پہنچانا حضرت علی کے قصد میں نہیں تھا ان کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ یہ پیغام دیکر فاطمۃ کو تکلیف پہنچاؤں ' نہیں '۔ پیغام دیا تو ان کو نفسیاتی طور پر تکلیف پہنچی مگر حضرت علی کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ میں فاطمۃ کو غضبناک کرنے کے لیے یا ان کو تکلیف پہنچانے کے لیے یہ پیغام دے رہا ہوں یا میرے پیغام دینے کا مقصد یہ ہے کہ فاطمۃ کو غضبناک کروں اور ان کو تکلیف پہنچاؤں یہ قصد حضرت علی کا نہیں تھا ۔ یہی چیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچا سکتی ہے۔ کیا؟ یہی کہنا کہ حضرت علی کے پیغام سے ضرور حضرت فاطمۃ کو تکلیف پہنچی مگر حضرت علی پر الزام اس لیے نہیں آتا کہ انھوں نے یہ پیغام سیدۃ فاطمۃ الزھرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تکلیف پہنچانے کے لیے یہ پیغام نہیں دیا تھا، پیغام تو اپنی خوشی پوری کرنے کے لیے دیا تھا اب یہ نفسیاتی طور پر ہوتا ہے کہ پھر پہلی بیوی کو تکلیف ہوتی ہے لیکن ان کا ارادہ حضرت سیدہ کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا جس طرح حضرت علی کا ارادہ حضرت سیدۃ فاطمۃ الزھرۃ کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا خدا کی قسم عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارادہ حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ پھر ذرہ ان آیاتِ طیبات پر بھی نظر ڈالیں اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ٥ (الاحزاب آیت ۳۳) یہ جو آیت تطھیر اُتری ہے بے شک میں حضور سیدِ عالم ﷺ کی اولادِ مقدسہ کو، حضور کی عترت پاک کو سیدۃ فاطمۃالزھرۃ کو، حسنین کریمین کو، حضرت علی مرتضیٰ کو آلِ اطہار میں شامل سمجھتا ہوں یہ میرا عقیدہ ہے سیدۃ فاطمۃ الزھرۃ آلِ اطہار میں شامل ہیں، حضرت علی مرتضیٰ آلِ اطہار میں شامل ہیں، حضرات حسنین کریمین آلِ اطہار میں شامل ہیں مگر یہ خود بخود شامل نہیں ہیں حضور ﷺ کے شامل کرنے سے شامل ہیں۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف ازواجِ مطہرات شامل تھیں اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی تو حضور سید عالم ﷺ نے چاہا کہ ازواجِ مطہرات کے حق میں تو آیت نازل ہو گئی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ٥ اے رسول کی گھر والیو ! اے رسول کی بیویو! اے ایمان والوں کی ماؤں !اے اھلِ بیت رسول !

<u>اھل البیت سے مراد اصل میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہیں</u> :[اھلِبیت کالفظ] قرآن میں بیوی کے معنی میں آیا ہے جب فرشتوں نے حضرت سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی تو حضرت سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت سارۃ کو فرمایا کہ اے سارۃ ! تم خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمھیں پاک مبارک مقدس بیٹے کی خوشخبری دی ہے تو کیونکہ حضرت سارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی حضرت ابراھیم علیہ السلام بہت معمر ہو چکے تھے تو انہوں نے بڑا تعجب کیا کہ اس عمر میں جبکہ میرے خاوند بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور میں تو ویسے ہی عقیم ہوں تو یہ مجھے بشارت دی جارہی ہے تو حضرت سارۃ نے کچھ تعجب کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ(پارہ ۱۲ ھود آیت ۷۳) اے سارۃ ! اللہ کے حکم سے، اللہ کے امر سے تعجب کرتی ہو رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اے ابراھیم کی گھر والی ! اے اھلِ بیت ابراھیم ! اللہ کی تم پر رحمت ہے اللہ کی تم پر برکت ہے تو اس اھلِ بیت سے کون مراد ہے حضرت سارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں یا نہیں ہیں ؟ تو قرآن کی اصطلاح میں قرآنی استعارات میں لفظ اھلِ بیت زوجہ کے معنی میں مستعمل ہوا ہے رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ یہ قرآن کی آیت ہے۔ اب اللہ فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ اللہ فرماتا ہے 'اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ رسول کے گھر والوں سے ہر قسم کی نجاست کو لے جائے' نجاست سے مراد کیا ہے ؟ جو بشری طور پر بشری تقاضوں سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ دور فرمادے اور اُن کو کیا کرے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ اے رسول کی گھر والیو ! اے رسول کی بیویو ! اللہ نے ارادہ فرمالیا ہے کہ ہر معمولی سے معمولی لغزش اگر تم سے کوئی ہو گئی ہے تو اللہ اس کو لے جائے اللہ اس کو دور کردے اللہ تم کو پاک کردے وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ اے رسول کی گھر والیو ! اللہ تمھیں بالکل پاک کردے اور یہی وجہ ہے کہ اسی آیت کی بنا پر حضور ﷺ کی ازواج کو مطہرات کہا جاتا ہے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں اور <u>سرکار دوعالم ﷺ کی دعا سے علی مرتضیٰ، فاطمۃ الزھرۃ اور حسنین کریمین علیھم السلام بھی اھلِ بیت میں شامل ہیں</u> :

جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا کہ میری بیویوں کے بارے میں تو آیت تطہیر نازل ہو گئی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ تو حضور سید عالم ﷺ نے چاہا کہ اگرچہ طبعاً حضور ﷺ کے سب گھر والے اھلِ بیت میں شامل ہیں مگر لفظِ اھلِ بیت کا استعمال ہی گھر والی کے معنی میں ہوتا ہے تو اس لیے سرکار نے کرم فرمایا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک چادر میں اپنے آپ کو لے لیا اور حضرت سیدۃ فاطمۃ الزھرۃ کو حضور ﷺ نے بلا لیا حضرت علی مرتضیٰ کو بھی بلا لیا اور حضرات حسنین کریمین کو بھی بلا لیا اب ازواجِ مطہرات

میں سے کسی کو نہیں بلایا اور علی مرتضٰی کو، فاطمۃ الزھرۃ کو، حسنین کریمین کو بلایا اور حضور ﷺ خود تو تشریف فرما تھے کیونکہ انہی کے دامن سے تو سب وابستہ ہیں۔ حضرت ام سلمۃ حضور ﷺ کی پاک بیوی ہیں انھوں نے چاہا کہ میں بھی آجاؤں حضور ﷺ نے فرمایا اَنْتِ عَلٰی مَکَانِكِ اَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ ۔ اے ام سلمۃ تم اپنی جگہ پر رہو تم تو پہلے خیر پر ہو۔ حضرت سیدۃ فاطمۃ الزھرۃ کو، حضرت علی مرتضٰی کو اور حضرات حسنین کریمین کو حضور ﷺ نے اپنی چادر میں لے کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَاءِ اَھْلِ بَیْتِیْ فَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا اے اللہ یہ بھی تو میرے اھلِ بیت ہیں اِن کو بھی پاک کردے میری بیویاں وہ تو اھلِ بیت ہیں ہی ان کو تو تُو پہلے ہی پاک فرما چکا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ہ پتہ چلا کہ یہ ازواجِ مطہرات وہ ہیں کہ جن کی ہر ادنٰی سے ادنٰی لغزش کو اللہ تعالٰی پہلے ہی معاف کر چکا ہے اور جب اللہ نے معاف کر دیا تو تمھیں کیا حق ہے کہ تم اُنکا ذکر اس نوعیت کے ساتھ چھیڑو۔

مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما کی حدیث یاد آئی : آپ (عبداللہ بن عمر) حج کے لیے آئے وہ زمانہ ایسا تھا کہ صحابہ بس دنیا سے تشریف لے ہی جاچکے تھے کوئی اتفاق سے صحابی کسی کو نظر آتا تھا تو پھر اگر لوگوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ صحابی آئے ہیں تو پھر تو دنیا کا ہجوم ہوتا تھا کیونکہ سرکار نے فرمایا طُوْبٰی عَلَیْهِ مَنْ رَاٰنِیْ وَ طُوْبٰی عَلَیْهِ مَنْ رَاٰ من رانی فرمایا 'خوشخبریاں ہوں بشارتیں ہوں ان کے لیے جنہوں نے مجھے دیکھا اور اُن کو جنھوں نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا' سبحان اللہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما حج کو آئے ہوئے تھے دنیا ٹوٹ پڑی کہ حضور ﷺ کے صحابی آئے ہیں بڑا ہجوم تھا تو ایک شخص اس ہجوم کے کنارے پر آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے کسی سے پوچھا مَنْ ھٰذَا الشَّیْخ یہ بوڑھے کون ہیں ؟ اس نے جواب دیا تو پہچانتا نہیں یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لختِ جگر ہیں یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تو اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے چند سولات کئے۔ (ابھی اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ان سولات کے بارے میں تفصیلاً کچھ بیان کروں فقط ایک بات کہوں گا جو میرے مدعا سے متعلق ہے) اس نے پوچھا یہ بتایئے کہ

۱۔ عثمانِ غنی غزوۃ احد کے موقع پر میدان جنگ سے باہر چلے گئے تھے یا نہیں چلے گئے تھے ؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں

۲۔ پھر اس نے کہا کہ آپ یہ بتائے کہ غزوۃ بدر میں عثمان غنی غیر حاضر تھے یا نہیں تھے ؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں

۳۔ پھر کہنے لگا بیتِ رضوان کے موقع پر عثمانِ غنی وہاں موجود تھے ؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما نے فرمایا۔ نہیں

اس نے ایک نعرہ تکبیر بلند کر دیا فاتحانہ نعرہ ۔وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن تھا اس نے نعرہ لگایا کہ عثمان کیا ہیں نہ تو غزوۃ بدر کے موقع پر موجود تھے، بیعتِ رضوان سے محروم رہے اور اُحد کے میدان سے بھاگ گئے تو حضرت عثمان کیا ہیں کچھ بھی نہیں، اس کا یہ مطلب تھا ،حضرت عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے صحابی تھے اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لختِ جگر تھے پاک لوگ تھے سادہ لوح لوگ تھے وہ دنیا کے جل فریب کو جانتے نہیں تھے ان کو تو محسوس ہی نہیں ہوا کہ اس خبیث کا ارادہ کیا ہے یہ سوالات کیوں کر رہا ہے جب آخری بات آئی اور اس نے تینوں سوالوں کے جواب میں نعرہ تکبیر بلند کیا تو حضرت عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذہن متوجہ ہوا کہ یہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا ٹھہر۔ تینوں کا جواب لے کر جا۔ آپ نے فرمایا کہ بدر کے موقع پر حضور ﷺ کی صاحبزادی بیمار تھیں عثمان غنی نے عرض کیا حضور مجھے بدر میں لے چلیں حضور ﷺ نے فرمایا تم ہماری صاحبزادی کی خدمت کرو یہ ہمارا حکم ہے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی صاحبزادی جو عثمان غنی کے نکاح میں تھیں وہ بیمار تھیں سرکار نے فرمایا تم ان کی خدمت کرو حضرت عثمان غنی نے عرض کیا حضور بدر کی فضیلت تو مجھے نہیں ملے گی فرمایا وہ تو ہم ذمہ دار ہیں فرمایا فضیلت کیا بلکہ ہم تمھیں بدر کی غنیمت بھی دینگے فضیلت اور غنیمت کیا تم کو بدری بنائیں گے۔ یہ مت سمجھو کہ بدر میں جانے سے بدری بنتے ہیں بدری وہ ہوتے ہیں جن کو حضور ﷺ زبانِ رسالت سے بدری بنادیں یہاں تو زبانِ رسالت پر فیصلے ہوتے ہیں حضرت عبد اللّٰہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور نے تو خود اُن کو روکا اور خود اُنکو بدری بنایا اور خود فرمایا تم بدری ہو اور رہا حدیبیہ کا، بیعتِ رضوان کا معاملہ وہ تو خود حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا بھئی اہلِ مکہ سے بات چیت کرنے کے لیے حضور ﷺ نے حضرت عثمان کو بھیجا تھا یا نہیں بھیجا تھا؟ کہ تم میرے نمائندہ بن کر جاؤ اور اُن سے بات کرو اور جب عثمانِ غنی وہاں مکہ میں پہنچے کیونکہ یہ تو حدیبیہ میں رو کے گئے تھے اور حدیبیہ ایسا مقام ہے کہ کچھ حصہ اس کا حِل ہے کچھ حصہ حرم ہے وہاں کافروں نے حضور ﷺ کو روک لیا تو حضور ﷺ نے حضرت عثمان کو فرمایا کافروں کے ساتھ جا کر گفتگو کرو اور جب وہ مکہ میں پہنچے تو مکہ کے جو بڑے بڑے صنادید کفار تھے وہ حضرت عثمان کے پرانے زمانے کے دوست تھے کیونکہ یہ تو تاجر قسم کے لوگ تھے تو ان کفار نے کہا کہ عثمان تم مکہ میں آگئے ہو اب بات یہ ہے کہ ہم مذہبی تعصب کو تو پیچھے ڈالتے ہیں تم ہمارے پرانے دوست ہو تم عمرے کا احرام باندھ کر آئے ہو پہلے پہلے ہم تمھیں کہتے ہیں کہ تم عمرہ کرلو۔ بھئی سب عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے یا نہیں تھے ؟ تو عثمان غنی بھی تو عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے۔ ان سردارانِ قریش نے کہا اس وقت اور باتوں کو تو چھوڑو تم ہمارے پرانے ساتھی ہو بہتر یہ ہے کہ اس وقت تم مدینہ سے عمرے کا احرام باندھ کر آئے ہو تو تم عمرہ کرلو، کعبہ کا طواف کرلو، صفا و مروہ کی سعی کرلو، ہم تمھیں اجازت دیتے ہیں ہم نے ان کو

روکا ہے مگر تم کو اجازت دیتے ہیں۔ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا جواب دیا حضرت عثمانِ غنی نے کہا وَاللّٰہِ لَا اَفْعَلُ خدا کی قسم یہ ممکن نہیں ہے کہ رسول وہاں رکے رہیں اور میں یہاں عمرہ کرلوں تو عثمانِ غنی کو تو خود حضور ﷺ نے وہاں بھیجا تھا اب جب بیعتِ رضوان کا موقع آیا تو کیا ہوا؟ حضور ﷺ نے عثمانِ غنی کو وہ شرف عطا فرمایا، حدیث میں آتا ہے کہ حضور اونچے ہوئے اور فرمایا لوگوں سنو ھٰذِہٖ یَدِ عُثْمَان یہ عثمان کا ہاتھ ہے وَاَنَا اُبَایِعُ عُثْمَان اور میں عثمان کی خود بیعت کر رہا ہوں ارے تم نے اپنی اپنی بیعتیں خود کی ہیں اور عثمان کی بیعت میں کر رہا ہوں فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے یہ میرا ہاتھ ہے اور میں اس کی (طرف سے) خود بیعت کر رہا ہوں اور غزوۃ احد کی بات تو ٹھیک ہے جبکہ اُس میں منافقین نے چکر چلایا اور شیطان نے آواز دی کہ قَدْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ" مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور ایسا ہوا کہ عثمان غنی بھی چلے گئے یہ ٹھیک ہے لیکن قرآن نے کہا، قرآن میں اعلان ہے وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ (پارہ ٤ آلِ عمران ١٥٣) جس کا گناہ کیا تھا اس نے تو معاف کردیا بھئی قرآن میں معافی ہے یا نہیں ہے؟ بھئی جس کا گناہ کیا تھا اس اللہ نے تو معاف فرمادیا تو جس کا گناہ کیا تھا اس نے تو معاف کردیا اور تیرا تو عثمان غنی نے گناہ بھی نہیں کیا تھا اے ظالم! تو نے آج تک انھیں معاف نہیں کیا۔ تو میں بھی یہی کہوں گا کہ جس کا گناہ کیا تھا اللہ نے فرمایا وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا اس اللہ نے تو ازواجِ مطہرات کو معاف کردیا اور اے اللہ کے بندو! یہ بتاؤ تمھارا کیا گناہ کیا ازواجِ مطہرات نے کہ آج تک بھی تم نے معاف نہیں کیا اسی ایک نکتہ کو اگر ذہن میں رکھ لو بات ختم ہو جاتی ہے ۔

وآخر ودعوانا عن الحمدللّٰہ رب العالمین

الدرس الاثنا عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ہ

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی چودہ تاریخ ہے اور جمعرات کا دن ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ نے چودہ روزے رکھوائے اے اللہ اپنی رحمت سے باقی روزے بھی پورے رکھوا دے اور تراویح، قرآنِ پاک کا سننا اور پڑھنا جو بھی معمولات ہیں الٰہی اپنی رحمت سے پورے کرا دے اور شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

محترم حضرات! اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج سے لے کر پورے رکوع آخر آیات تک صرف دو باتیں بیان فرمائیں اور اگر آپ ان کو غور سے دیکھیں تو پھر وہ ایک ہی رہ جائے گی وہ دو باتیں یہ ہیں کہ :۔

پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان فرمایا :

۱۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے حضور سیدِ عالم تاجدارِ مدنی ﷺ سے باز پرس فرمائی کہ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو آپ کے لیے حلال کر دیا آپ نے اسے کیوں حرام فرمایا یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اے مسندِ نبوت پر رونق افروز ہونے والے محبوب آپ نے اُس چیز کو کیوں حرام فرمالیا جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا یہ ایک باز پرس ہے جو اللہ نے اپنے حبیب سے فرمائی لوگوں نے معلوم نہیں کیا کیا کہا میں سب کو بتا چکا ہوں پھر دوبارہ اس کے اعادہ کی مجھے حاجت نہیں ہے میں صرف ایک بات اب یوں کہونگا کہ لِمَ تُحَرِّمُ میں باز پرس ضرور ہے لیکن اس باز پرس کا پس منظر کیا ہے؟ تو وہ پسِ منظر میں آپ کو بتا چکا ہوں آج میں ان لفظوں کو اس لئے دہرا رہا ہوں کہ اس سے پہلے محافلِ درس میں بعض احباب موجود نہیں تھے اور ان کے ذہنوں کو مضمونِ آیت کے قریب تر لانے کے لیے مجھے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے تو صورت حال یہ ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج اے نبی محترم! اے مسند نبوت پر جلوہ افروز ہونے والے محبوب! آپ نے اس چیز کو کیوں حرام کیا جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا تو یہ باز پرس ہے لیکن اس باز پرس کا جو پسِ منظر ہے وہ صرف حضور ﷺ کی حبیبیت، حضور ﷺ کی محبوبیت اور حضور ﷺ کی عظمت ہے

اور میں نے وہ بات آپ کے سامنے تفصیلاً بیان کر دی ہے اور آپ کو میں نے مقصد بتادیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کی دلجوئی اور ان کی پاسِ خاطر کے لئے آپ نے اپنی پسندیدہ چیز کو جو ترک فرمایا تو یہ آپ نے اپنے لئے ایک تکلیف کو گوارا فرمایا کیونکہ پسندیدہ چیز کا ترک کرنا باعثِ تکلیف ہوتا ہے تو اللہ نے فرمایا کہ اے میرے محبوب آپ نے ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی فرما کر اپنے اوپر ایک تکلیف کو گوارا فرمالیا ان کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی اپنی تکلیف گوارا فرمالی یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ آپ کا حسنِ اخلاق ہے یہ تو آپ کی کمالِ رحمت ہے یہ تو آپ کی رأفت ہے یہ تو آپ کا کمالِ حسنِ معاشرہ کا مظاہرہ ہے آپ کے کمالِ حسنِ محمدیت کا اظہار ہے یہ حق ہے کہ آپ نے ازواجِ مطہرات کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز شہد کو یا حضرت ماریة قبطیة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ترک فرما کر میرے محبوب آپ نے اپنے لئے ایک تکلیف کو گوارا فرمالیا کیونکہ ہر شخص جب کسی پسندیدہ چیز کو ترک کر دیتا ہے تو اس پسندیدہ چیز کے ترک کرنے سے اسے تکلیف کا احساس ضرور ہوتا ہے اور یہ ایسی بات نہیں ہے جسے کسی دلیل سے ثابت کرنے کی حاجت ہو کیونکہ یہ تو امور البدیھیات سے ہے ارے بھئی !!اور باتوں کو آپ چھوڑ دیں ایک شخص سگریٹ پینے کا عادی ہے اور وہ سگریٹ چھوڑ دے تو بتائیں اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی ؟ایک شخص چائے پینے کا عادی ہے اور وہ چائے چھوڑ دے تو اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی ؟ اب ایک شخص روزانہ غسل کرنے کا عادی ہے اور وہ بالکل غسل چھوڑ دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی ؟ایک شخص صبح سیر کرنے کا عادی ہے وہ چلنا ترک کر دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی ؟ایک شخص میٹھے کا عادی ہے وہ میٹھا چھوڑ دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی ؟ایک شخص نمک کا عادی ہے نمک چھوڑ دے اسے تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی ؟اور پھر میں صاف کہوں گا کہ ایک شخص اللہ کے ذکر کا عادی ہے اور وہ ذکر چھوڑ دے تو تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی ؟اولیاٗ اللہ کی یہی شان ہے ،صالحین کی یہی شان ہے ،مؤمنین کی یہی شان ہے میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے فرمایا يَآ يُّهَاالنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج اے مسند نبوت پر جلوہ فرما ہونے والے محبوب !اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو آپ نے کیوں حرام فرمالیا یہ بظاہر باز پرس ہے لیکن درحقیقت حضور ﷺ کی محبوبیت کا اظہار ہے کہ اے محبوب آپ ہمارے ایسے حبیب ہیں آپ ہمارے ایسے پسندیدہ ہیں کہ آپ دوسروں کی رضاجوئی کے لیے اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ کر اپنے اوپر تکلیف گوارا فرمالیں ٹھیک ہے کہ یہ آپ کا حسنِ اخلاق ہے لیکن ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ ہمارا محبوب کسی کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ کر تکلیف گوارا فرمائے۔ بھئی آپ خود ہی بتائیں کہ جس شخص کے ساتھ آپ کو محبت ہوگی آپ اس کی ادنیٰ تکلیف بھی گوارا کریں گے ؟ نہیں کرینگے۔ تو حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں یا نہیں ہیں ؟ میں نے مانا کہ شہد کے ترک کرنے سے حالانکہ حضور کو شہد بہت ہی پسند تھا آپ بتائیں کہ اس چیز کے چھوڑنے سے اسے ترک کرنے سے تکلیف کا احساس ہوگا یا نہیں ہوگا ؟ یقیناً ہوگا ۔ حضور ﷺ نے تو فقط شہد اس لئے ترک فرمادیا اور اس تکلیف کو گوارا فرمالیا کہ ازواجِ مطہرات کی رضاجوئی مقصود تھی کہ یہ خوش ہو جائیں میں تکلیف اٹھا

لوں کوئی بات نہیں ۔ یہ تو حسنِ معاشرت کا اظہار تھا رحمت کا، رافت کا مظاہرہ تھا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ عظمتِ انسانیت، کمالِ شرافتِ نفس کا اظہار تھا یہ سرکار کا کتنا بڑا اکرم ہے، کتنا بڑا افضل ہے، کتنا بڑا اشرف ہے ۔ لوگوں نے تو اس شرف کو تو ایک طرف رکھ دیا حضور ﷺ کی شان میں نکتہ چینی کرنے بیٹھ گئے میں عرض کر رہا تھا کہ یٰاَ یُّهَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ میں یہ باز پرس ایسی نہیں ہے کہ جس کو حضور ﷺ کی عظمتِ شان کے خلاف قرار دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ اس کو اللہ نے اپنے محبوب کی محبوبیت اور عظمتِ شان کا ایک چمکتا ہوا نشان قرار دیا۔

؎ آنکھ والے تیرے جلوے کا تماشا دیکھیں ۔ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے (اعلیٰحضرت فاضل بریلوی)

۲ ۔ دوسری بات یہ کہ ازواجِ مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہات فرمائیں بھئی یہ آیات جو میں نے پڑھیں ازواجِ مطہرات کی تنبیہات ہیں تو یاد رکھو جس طرح لِمَ تُحَرِّمُ میں باز پرس بظاہر ہے در حقیقت حضور ﷺ کی عظمت کا اظہار ہے اسی طرح ان آیات میں ازواجِ مطہرات پر تنبیہ یہ بالکل برائے نام اور بظاہر ہے در حقیقت یہ بھی حضور ﷺ کی عظمت و محبوبیت کا اظہار ہے وہ اس طرح کہ ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا تو آپ مجھے بتائیں کہ جب حضور ﷺ نے ازواجِ مطہرات کے طرزِ عمل سے متاثر ہو کر یہ فیصلہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے ایسا طرزِ عمل کیوں اختیار کیا اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَاج (التحریم ۴) اللہ نے یہ تنبیہات کیوں فرمائیں ؟اس لئے نہیں فرمائیں کہ ازواجِ مطہرات کو تنبیہات کرنا مقصود ہے بلکہ اس لئے کہ محبوب کی عظمتِ شان کا اظہار کرنا مقصود ہے اور مقصد یہ ہے کہ وہ میرے محبوب ہیں انہوں نے تمہاری خاطر بہت کچھ کیا اور بہت کچھ کرتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اس میں تمہاری رضاجوئی کو ملحوظ رکھتے ہیں یہ انکی شرافتِ نفس، یہ ان کی عزتِ نفس ہے، یہ ان کی رافت ہے، یہ ان کی فضیلت ہے، یہ ان کا شرف ہے یہ ان کے حسنِ معاشرہ کا اظہار ہے تمھاری رضاجوئی اور تمھاری خوشنودی کو وہ ملحوظ فرماتے ہیں تو اب تم اس بات کو کیوں نظر انداز کرتی ہو کہ تمھارے طرزِ عمل سے حضور نے جب اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑا تو حضور کو تکلیف ہوئی تو حضور کی تکلیف کے پہلو کو کیوں نظر انداز کرتی ہو اور تم اگر کرتی ہو تو کرو، ہم نہیں کریں گے میرے محبوب کا تو اِس سے کچھ نہیں بگڑا اگر نقصان ہو گا تو تمھارا ہو گا لہٰذا تم اپنے آپ کو نقصان سے بچاؤ۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ بظاہر یہ دو ہی باتیں بیان فرمائیں ہیں اور اگر اِن کو آپ غور سے دیکھیں تو یہ دوسری بات بھی پہلی بات کی طرف رجوع کر جائے گی اور ایک ہی بات رہ جائے گی کہ پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان فرمایا اور میرا تو ایمان یہ ہے کہ سارا قرآن، اللہ کا پورا کلام واللہ باللہ ثم تاللہ حضور ﷺ کے حسن و جمال کا بیان ہے وہ کیسے بد نصیب لوگ ہیں جو قرآن میں حضور ﷺ کی غلطیاں تلاش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ' حضور نے اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کر لیا، رسول سے غلطی نہیں ہوئی تو کیا ہوا؟ غلطی ہوئی ' اب قرآن میں اللہ کے محبوب کی غلطیاں، قرآن ہے کیا؟ اللہ کا کلام

نہیں ہے ؟کلام ہے۔اللہ کون ہے ؟ حضور کا محب ہے یا نہیں ہے ؟ اللہ ہمارا معبود ہے ، ہمارا خالق ہے ، ہمارا مالک ہے ، سرکارِ دوعالم نور مجسم ﷺ کا محب ہے یا نہیں ہے ؟ اور قرآن اللہ کا کلام ہے اور حضور ﷺ کون ہیں اللہ کے محبوب ہیں اب اِن تین باتوں کو آپ جمع کرلیں اور تینوں کو سامنے رکھ لیں کہ حضور اللہ کے محبوب ، اللہ حضور کا محبّ اور قرآن اللہ کا کلام۔اب آپ بتائیں کسی عقل مند سے پوچھیں کہ کسی کے محبوب کی اگر کوئی غلطی اور عیب نکالنا ہو تو محب کے کلام میں وہ عیب نکلے گا یا اُس کے دشمن کے کلام میں وہ عیب نکلے گا؟ یہ سوچنے کی بات ہے بھئی! تمہیں معاذ اللہ حضور ﷺ کے عیب نکالنے کا شوق ہے تو کہیں ابو جھل کا کلام تلاش کرو ابو لھب کا کلام تلاش کرو، عتبہ کا ، شیبہ کا ، کعب بن اشرف کا ، عبد اللہ بن اُبی بن سلول کا ، یہ سب حضور ﷺ کے دشمن تھے ان کا کلام تلاش کرو ، کہیں اگر تمہارا معاذاللہ شوق ہے کہ ہم تو حضور کی غلطیاں ہی تلاش کریں گے تو بھئی پھر عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین کا کلام تلاش کرو۔

فتنہ منافقین :عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے کہہ دیا تھا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ (پارہ ۲۸ ،المنافقون ۸) یہ کس نے کہا تھا؟ ارے! عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے کہا تھا یہ غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ ہے اگرچہ ترمذی شریف میں ایک حدیث آئی ہے اور اُس میں غزوہ تبوک کا ذکر آگیا مگر تمام محدثین اور مفسرین نے اس کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ تمام روایات احادیث اور تواریخ سے یہی ثابت ہے کہ یہ بات غزوہ بنی مصطلق میں عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے کہی تھی۔ فقط بات اتنی ہوئی کہ ایک مہاجر نے کسی انصاری کے ذرا سا ہاتھ رکھ دیا تو منافقین نے تو شور مچادیا یَعْلَ الْاَنْصَار ، یَعْلَ الْاَنْصَار دوڑیئے اے انصار! یہ کیا ہوگیا مہاجر نے انصار کے ہاتھ مار دیا اب جبکہ یہ بات ہوئی اور یہ نعرے لگانے والے کون تھے یہ منافقین تھے عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے یہ چیلے تھے اِسکے ساتھی تھے جب انہوں نے یہ کیا تو اِدھر انصار بھی اور اُدھر مہاجرین بھی۔ مہاجرین بھی آخر انسان تھے انہوں نے یعل المھاجرین کا نعرہ لگانا شروع کر دیا سرکار دوعالم ﷺ تشریف لائے فرمایا کہ یہ جاہلیت کی باتیں کیسی ہو رہی ہیں یَعْلَ الْاَنْصَار ، یعل المھاجرین یہ تو جاہلیت کے نعرے ہیں تو کون جاہلیت کے نعرے لگا رہا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ حضور ایک مہاجر نے ایک انصاری کے ذرہ سا ہاتھ رکھ دیا تو عبد اللہ بن اُبی بن سلول چیخ پڑا اور اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو یہ ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں یہ مہاجر ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں، اب اس نے کہا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ اگر ہم واپس گئے یہ غزوہ میں موجود تھا مگر یہ خبیث جب موجود ہوتے تھے تو خدا کی قسم اِن کے موجود ہونے سے مسلمانوں کو ذرہ برابر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تھا اگر پہنچتی تھیں تو یہی تکلیفیں پہنچتی تھیں۔غزوہ بنی مصطلق میں یہ تکلیف پہنچی یا نہیں پہنچی؟ پھر یہی خبیث عبد اللہ بن اُبی بن سلول اسی کا حال آپ نے سن لیا کہ غزوہ مریسیع میں حضرت عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا پر بہتان باندھا۔ تو لوگ تو

کہیں گے کہ بھئی 'یہ تو جہاد میں جاتے تھے یہ تو غزوات میں جاتے تھے یہ تو مجاہد تھے یہ تو غازی تھے'۔ بھئی! ایسے غازی تمھیں مبارک ہوں ایسے مجاہد تم کو مبارک ہوں۔ ظالمو! تم یہ دیکھو وہاں غزوہ کیا کیا اور جہاد کیا کیا غزوہ بنی مصطلق کا جہاد یَعْلَ الْاَنْصَار ہے اور یہ ہے کہ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ اگر مدینہ واپس چلے گئے تو ہم میں سے ہر عزت والا ہر ذلت والے کو نکال دیگا بھئی عزت والے کون ہیں کہتے تھے کہ عزت والے تو ہم ہیں کیونکہ مدینہ تو ہمارا ہے ہماری زمینیں ہیں، ہمارے باغات ہیں، ہمارے اموال ہیں اس لیے عزت والے تو ہم ہیں اور یہ تو سب بھگوڑے مکہ سے ایسے ہی چلے آئے یہ تو سارے ذلیل ہیں نعوذباللہ اس نے مہاجرین کو ذلیل کہہ دیا اور کہا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ الله اکبر! اللہ کی شان دیکھئے مولا تیری قدرت کے قربان جاؤں وہ جو اللہ نے فرمایا يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (پارہ ۷ ،الانعام آیت ۹۵) قرآن کی آیت ہے اللہ فرماتا ہے اللہ کی شان یہ ہے کہ مردوں سے زندوں کو نکالتا ہے اور مردہ کون ہیں؟ کافر، منافق سب مردے ہیں اور ہر مؤمن زندہ ہے۔

عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین وہ تو خبیث منافق تھا، کافر تھا، بے دین تھا، بے ایمان تھا ایسی بکواس کرتا تھا کہ ہم ذرہ مدینہ جائیں دیکھیں ہم کیا کرتے ہیں ہم جتنے بھی عزت والے ہیں ان مکے کے بھگوڑوں کو ذلیلوں کو ہم باہر نکال چھوڑیں گے لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ہم تو ان کو مدینہ سے باہر نکال چھوڑیں گے۔ جب یہ بات اس نے کہی تو اس کا اپنا بیٹا، عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول کا بیٹا، خدا کی شان دیکھئے اس کا نام بھی عبداللہ تھا تو عبد اللہ کئی قسم کے ہوتے ہیں ایسا بھی عبد اللہ جیسے کہ عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول تھا اور ایسا بھی عبد اللہ کہ جب باپ نے یہ بات کہی لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ تو گردن پکڑلی اور کہا تم کہو کہ رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں اور تو ذلیل ہے گردن پکڑلی اور کہا کہ تو کہو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں اور کہو میں ذلیل ہوں کہو اپنے آپ کو ذلیل کہو اور اگر نہیں کہے گا تو میں یہیں تجھے ماردونگا تو نے سمجھا کیا ہے بیٹے نے باپ کی گردن پکڑلی۔ کوئی سوتیلا بیٹا نہیں تھا سگا بیٹا تھا اس نے کہا کہ تو کہہ کہ میں عبد اللہ ابن ابی ابن سلول ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں اپنے آپ کو ذلیل کہو اور رسول اللہ ﷺ کے عزیز ہونے کا اقرار کرو تب میں تمھیں چھوڑوں گا چنانچہ اب اِس کا یہ طاقتور جوان بیٹا تھا اس نے کہا کہ میں تجھے مار ڈالوں گا اس کو کہنا پڑا کہ میں ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں۔

تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ تو اللہ کے محبوب ہیں اللہ حضور کا محبّ ہے قرآن اللہ کا کلام ہے اگر معاذ اللہ تمھیں حضور ﷺ کی غلطی تلاش کرنے کا کوئی شوق ہے تو بھئی کسی دشمن کا کلام پڑھو اللہ کا کیوں پڑھتے ہو وہ تو محبوب کا کلام ہے ارے محبوب کے کلام میں تو محبوب کی تعریف ہی ملے گی۔

صاحبِ تفسیر روح البیان نے ایک عارف کا قول نقل کیا طبیعت پھڑک گئی اور دل میں اس قدر سرور پیدا ہوا کہ بتا نہیں سکتا۔ ایک عارف کا کلام نقل کیا۔ فرماتے ہیں ع مَاوَجَدْتُ فِي الْقُرْآنِ غَيْرَ صِفَةِ مُحَمَّدٍ

میں نے بسم اللہ کے نقطے سے لے کر وَالنَّاس کے س تک محمد کے حسن وجمال کے سوا کچھ پایا ہی نہیں ہے ۔اب یہ ایک ایسا جملہ ہے کہ اگر کوئی اس کی شرح کرے تو ساری عمر گزر جائے اس کی شرح ختم نہیں ہو سکتی اور میں تو ایک بات یہ جانتا ہوں کہ ساری کائنات کا حسن وجمال کیا ہے ؟

ہر گل میں ہر چمن میں محمد کا نور ہے

کائنات کے ہر ذرے میں حضور ﷺ کا نور ہے اور کائنات کے ہر ذرے میں حضور ﷺ کے حسن کا ظہور ہے اب کس کس ذرے کو آپ شمار میں لائیں گے اور کس کس کو آپ گنیں گے تھوڑی سی جگہ (حاجب، بھوں) کے بال اگر کوئی کہے گنو تو گن سکو گے نہیں گن سکتے اللہ اکبر اور سرکار سید عالم نور مجسم ﷺ کی شان یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَرَفَنِيْ الدُّنْيَا كَأَنِّيْ اَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَاهُوْ كَائِنٌ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ اِلٰى كَفِيْ هٰذِهٖ کائنات کا ذرہ ذرہ نگاہِ مصطفیٰ کے سامنے بے حجاب ہے یہ کیا ہے یہ اُن کا نورِ بصیرت ہے تو جن کے نورِ بصیرت کی کوئی شرح نہیں کر سکتا تو ان کے اور انوار و کمال اور حسن وجمال کی شرح کون کر سکے گا بھلا بتایئے ؟ ہے کسی میں طاقت ؟ تو اس لئے یہ تو ایک ایسا جملہ فرما گئے صاحبِ عرفان، اللہ کے محبوب کہ ساری عمر تم اس کی شرح کرتے جاؤ تم ختم ہو جاؤ گے مَاوَجَدْتُ فِيْ الْقُرْآنِ غَيْرَ صِفَةِ مُحَمَّدٍ مگر اس کی شرح ختم نہیں ہو گی میں نے سارے قرآن میں محمد ﷺ کے حسن وجمال کے سوا کچھ پایا ہی نہیں۔ تو عزیزانِ محترم ! جو لوگ لِمَ تُحَرِّمُ سے حضور ﷺ کی عظمتِ شان گھٹانا چاہتے ہیں اور حضور ﷺ کی غلطی سمجھتے ہیں تو انھیں تو یہ آیت پڑھنے کا حق ہی نہیں ہے قرآن پڑھنے کا حق نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ مصطفیٰ ﷺ کی عظمتِ شان کا بیان ہے بہر نوع اس رکوع کا خلاصہ میں نے دو حرفوں میں بیان کیا انشاء اللہ باقی اللہ تعالیٰ توفیق دے ۔

الدرس الثالث عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَام" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

یٰٓاَ یُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ٥

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ ہےاور جمعۃ المبارک کادن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ نے پندرہ روزے رکھوا دیئے یہ باقی پندرہ بھی اپنی رحمت سے رکھوادے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تراویح، قرآنِ پاک جو بھی معمولات ہیں الٰہی سب پورے ہوتے رہیں اور اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

عزیزانِ محترم! میں اس وقت بہت زیادہ علیل ہوں کچھ دوستوں کی پاسِ خاطر کی بنا پر اس وقت کچھ کلمات عرض کرنا ضروری محسوس ہوا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کلمۃ الحق زبان پر جاری رکھے۔ آمین

زیرِ نظر آیاتِ طیبات کی بحث کو آج چند جملوں پر ختم کر کے اس کے بعد انشاء اللّٰہ العزیز اگر زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر دوسرے مضامین جو ان آیات کے بعد ہیں انشاء اللّٰہ ان کو عرض کروں گا اختتامیہ کے طور پر سب سے پہلے تو اہلِ علم کے لیے دعوتِ نظر ہے۔ بایں طور کہ جو فعل، جو کام پہلے ہو جائے تو جب اس کی حکایت کی جائے اور اس کو بیان کیا جائے تو زمانہ ماضی کے فعل کو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ زید آیا اس کو ہم کیا کہیں گے جآءَ زَیْدٌ'' جآءَ فعل ماضی کا صیغہ ہے یعنی میرے کہنے سے پہلے وہ آیا میرا کہنا بعد کو ہے اس کا آنا پہلے ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ <u>حکایتِ حالِ ماضیہ</u> کے طور پر ماضی کو مضارع کے صیغہ سے بھی استعمال کر دیتے ہیں مگر اس کے لیے قائدہ یہ ہے کہ <u>متکلم اپنے فعل کو جو ماضی میں ہوا حکایت حالِ ماضیہ کے طور پر بصیغہ مضارع حکایت فرماتا ہے</u>: جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (بارہ ۷. الانعام آیت ۷۵) آپ غور فرمائیں نُرِی مضارع کا صیغہ ہے اور یہ آیت قرآن کی ہے اور قرآن حضرت محمد رسول اللّٰہ ﷺ پر نازل ہوا تو اب آپ سے پوچھتا ہوں اس آیت کا مطلب یہ ہے وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ اور ایسے ہی ہم نے ابراھیم کو دکھائے ملکوت آسمانوں کے اور ملکوت زمینوں کے۔ ملکوت مُلک سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور جب مُلک کو ہم مبالغہ کے صیغہ میں لائیں گے تو ملکوت کہیں گے اسی طرح رَحْمَت کو جب مبالغہ کا صیغہ بنائیں گے تو رَحْمُوْت کہیں گے تو ملکوت مبالغہ ہے

ملک کا۔ تواللہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آسمانوں کے تمام ملک (مبالغہ کے صیغہ کے ساتھ فرمایا) اپنے محبوب اپنے خلیل حضرت ابراھیم علیہ السلام کو دکھائے وَالْاَرْضِ اور زمین کے تمام ملک ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دکھائے تواب دکھانا تو یہ فعل زمانہ ماضی میں ہو گیا اور جو کام زمانہ ماضی میں ہو اس کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرنا چاہیے تو فعل تو ہوا ماضی کے زمانے میں مگر اس کی حکایت ہو رہی مضارع کے صیغہ کے ساتھ اور مضارع کے صیغہ میں آپ جانتے ہیں کہ یا تو حال کا زمانہ ہو گا یا مستقبل کا ۔ یہ معنی تو نہیں ہیں کہ ہم اب دکھا رہے ہیں حال میں اس وقت دکھا رہے ہیں اور یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ ہم مستقبل میں دکھائیں گے یہ معنی ہیں کہ ہم دکھا چکے وہ تو دکھانا ماضی میں ہو چکا تو جو فعل ماضی میں ہو گیا وہ تو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرنا چاہیے لیکن نہیں مضارع کے صیغہ سے تعبیر فرمایا اور اس کو اہلِ بیان، اہلِ لغت، اہلِ عرب اور اہلِ نحو اپنی اصطلاحات میں حکایتِ حالِ ماضیہ کے عنوان سے مَعْنُوَن کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ نُرِی مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بات تو ماضی کی ہے لیکن ہم مضارع کے صیغہ کے ساتھ اس لئے تعبیر فرما رہے ہیں کہ گویا ہم تمھیں بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے اس زمین اور آسمان کے سب ملکوں کو جو حضرت ابراھیم کو دکھایا تو تم یہ سمجھو کہ ہم ابھی تک ان کو دکھا رہے ہیں۔ یہ ہے حکایتِ حالِ ماضیہ مگر اس میں متکلم اپنے لئے وہ صیغہ استعمال فرماتا ہے اور یہاں يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (سورۃ التحریم) کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور متکلم تو اللہ ہے اور آپ سمجھ چکے ہیں کہ یہ آیت کب نازل ہوئی جب حضور ﷺ نے شہد کو یا سیدتنا حضرت ماریۃ قبطیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا تو یہ حضور ﷺ کا حرام فرمانا پہلے ہو گیا اب اس ماضی کے فعل کو مضارع کے صیغے سے کیسے تعبیر فرمایا حکایاتِ حالِ ماضیہ کے باب سے بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ متکلم نے اپنے لئے نہیں کہا یہ مخاطب کے لیے ہے تو حکایتِ حالِ ماضیہ تو ہو نہیں سکتا تواب یہ تو مخاطب کے لیے ہے اور حضور ﷺ کا اپنی محبوب چیز کو اپنی پسندیدہ چیز کو حرام کرنا یہ ماضی میں ہو چکا ہے تواب بظاہر تو یہ ہونا چاہیے کہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ حَرَّمْتَ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی تو نے ماضی کے زمانے میں کیوں وہ چیز اپنے اوپر حرام کی جو ہم پہلے آپ پر حلال کر چکے تھے تو <u>اَحَلَّ یہ ماضی کا صیغہ ہے اور تُحَرِّمُ مضارع کا صیغہ</u> ہے اس بات کو سمجھنا ہے اگر یہ سمجھ لیں تو میرے پوری بحث انہی دو لفظوں میں آجائے گی اگر اس بات کو سمجھ لیں کہ حضور ﷺ کا اپنی پسندیدہ چیز کو حرام فرمانا یہ بھی زمانہ ماضی میں تھا اور ان چیزوں کو حلال کرنا یہ بھی زمانہ ماضی میں تھا بھئی! اللہ نے پہلے سے حلال کی ہوئی ہیں یا نہیں ہیں؟ وہ مباح چیزیں حضور ﷺ کے لئے اللہ نے پہلے سے حلال کی ہیں یا نہیں؟ تو جن کو پہلے سے حلال کیا ان کا حلال ہونا مباح ہونا زمانہ ماضی میں واقع ہو گیا کہ نہیں ہو گیا؟ زمانہ ماضی میں واقع ہو گیا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ حالانکہ یہاں حکایتِ حالِ ماضیہ کے طور پر اگر اللہ یوں فرماتا مَا يُحِلُّ اللّٰهُ لَكَ کیوں کہ اللہ متکلم ہے اور متکلم اپنے لئے فرما رہا ہے مگر اللہ نے مَا يُحِلُّ اللّٰهُ لَكَ نہیں فرمایا

بلکہ مَآاَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ فرمایا اس کو حکایتِ حالِ ماضیہ کے باب سے نہیں رکھا اور یہ فرق بیان کرنے کے لیے کہ کوئی احمق تُحَرِّمُ کو بھی حکایتِ حالِ ماضیہ پر محمول نہ کرلے۔ اللّٰہ اکبر ۔ تو اب اس بات کو آپ سمجھیں تو کیسی مزے کی بات ہے اور یہ حکمت کی بات ہے علم کی بات ہے مگر علم کی بات کو اہلِ علم سمجھے گا دوسرا نہیں سمجھے گا اس کے معنی کیا ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے میرے محبوب ﷺ آپ نے اُس چیز کو زمانہ ماضی میں کیوں حرام کرلیا جس چیز کو ہم نے زمانہ ماضی میں آپ کے لئے حلال کیا۔

لفظی معنی تو یوں ہونا چاہئے یٰۤاَیُّھَاالنَّبِیُّ اے نبی ﷺ اب یہاں ہے لِمَ تُحَرِّمُ اس کے معنی یہ ہیں اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں یا کیوں حرام کریں گے۔ تو یہ دونوں باتیں غلط ہیں حضور ﷺ آیتِ کریمہ کے نازل ہوتے وقت تو حرام نہیں کررہے تھے یا آگے چل کر تو حضور ﷺ نے حرام نہیں کرنا تھا حضور ﷺ تو پہلے اپنے اوپر شہد کو حرام کرچکے تھے تو اب فعل تو ماضی میں واقع ہو گیا تو ماضی میں جو فعل واقع ہو اس کو تو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرنا چاہیے اس کی مثال قرآن میں موجود ہے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ (پارہ ۱۰. التوبہ آیت ۴۳) اللہ آپ سے معاف فرمائے اور عفا بھی ماضی کا صیغہ ہے کیونکہ اللہ نے بہت پہلے ہی معاف کردیا کیونکہ حضور ﷺ تو پہلے ہی معفو ہیں ۔ معفو کے معنی کیا ہیں ؟(معفو کے معنی جس کو قطعاً ہر چیز سے عفو)

معفو کے معنی :لوگ عفو کے معنی بھی نہیں سمجھتے عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّھَا وَمَقَامُھَا دیار مٹ گئے، گھر مٹ گئے، آبادیاں مٹ گئیں، آبادیوں کے محل مٹ گئے اور اُن کے آثار بھی مٹ گئے اور ان کے مقامات بھی مٹ گئے عفو کے معنی مٹنے کے ہیں۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ میرے محبوب میں نے تو ہر برائی کو پہلے ہی تجھ سے مٹا ہوا ہے یعنی کوئی برائی تیری طرف رخ کر ہی نہیں سکتی۔ آپ تو پہلے ہی معفو ہیں ہر برائی سے آپ عفو میں ہیں یعنی ہر برائی آپ سے مٹی مٹائی ہے۔ کیا شان ہے میرے محبوب کی۔ تو عفا کو بھی ماضی کے صیغہ کے ساتھ تعبیر فرمایا کیونکہ حضور سیدِ عالم ﷺ کے لیے ہر برائی کا مٹا ہوا ہونا یہ بھی زمانہ ماضی میں ہے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ بتایئے حضور ﷺ یہ اذن پہلے دے چکے تھے یا نہیں؟ بھئی! جب حضور ﷺ غزوۃ تبوک میں تشریف لے جارہے ہیں تو منافق آئے کسی نے کہا کہ حضور میں مرتا ہوں کسی نے کہا میری بیوی مر رہی ہے کسی نے کہا حضور مجھے فلانی تکلیف ہے حضور مجھے اذن دے دیں حضور نے کہا جاؤ جاؤ بھاگو اذن ہے تم مت جاؤ لوگوں نے کہا حضور سے غلطی ہو گئی۔ اوَ بے ایمانوں! رسول اللہ ﷺ سے غلطی ہوئی؟ خدا تم کو غارت کرے۔ اللہ فرماتا ہے لَوْخَرَجُوْا فِیْکُمْ مَازَادُوْکُمْ اِلَّاخَبَالًا (پارہ ۱۰. التوبۃ ۴۷) کہ اے میرے محبوب تو نے بہت اچھا کیا تو نے انھیں گھر بیٹھنے کی اجازت دیدی، انہیں اذن دیدیا اگر وہ چلے جاتے تو سوائے تباہی اور فساد کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اندازہ فرمایئے۔ سبحان اللّٰہ اب ہوا کیا میرے آقا ماضی میں پہلے اذن دے چکے تھے اللہ نے اس کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر فرمایا یا مضارع کے صیغہ سے تعبیر فرمایا؟ ارے ماضی کے

صیغہ سے تعبیر فرمایا لِمَ اَذِنتَ، اَذِنتَ ماضی کا صیغہ ہے مضارع نہیں ہے لِمَ تَاذَنُ نہیں فرمایا تَاذَنُ مضارع کا صیغہ تھا لِمَ اَذِنتَ فرمایا، اَذِنتَ ماضی کا صیغہ ہے تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اِس مقام پر کہ حضور ﷺ اذن پہلے دے چکے تھے اور جب اللہ نے اُس کا ذکر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ماضی کا صیغہ ارشاد فرمایا کیونکہ اذن دینا ماضی میں تھا تو جو فعل ماضی میں ہوا اُسکا ذکر بھی ماضی کے صیغہ سے ہوتا ہے تو اذن ماضی میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُسکا ذکر بھی ماضی کے صیغہ سے فرمایا لِمَ اَذِنتَ لَهُمْ پیارے حبیب اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے اُن کو کیوں زمانہ ماضی میں اذن دیا۔ اللہ اکبر اب اِس آیتِ کریمہ میں کیا ہونا چاہیے تھا یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ حَرَّمْتَ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ہونا چاہیے تھا جیسا کہ وہاں اَذِنتَ ہے یہاں حَرَّمْتَ ہونا چاہیے تھا مگر حَرَّمْتَ نہیں ہے تُحَرِّمُ ہے۔ کیوں؟

صیغہ کے استعمال میں غور کرنے کی بات۔

اصل بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے جب اُس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تو بتایئے اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے طبیعت پر شاق ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ شاق گزرتا ہے۔ اندازہ فرمائیں بھئی! جو چیز مجھے پسندیدہ ہے اگر میں اُس کے استعمال کو اپنے اوپر ممنوع کرلوں میری طبیعت پر یہ شاق ہوگی یا نہیں ہوگی؟ شاق ہوگی۔ حضور ﷺ تو حرام پہلے ہی کر چکے تھے مگر طبیعت پر شاق تو اب تک تھا۔ بھئی! شہد کو حضور ﷺ نے حرام تو پہلے فرمالیا تھا مگر اُس شہد کو جو حضور ﷺ نے حرام فرمایا تھا اُس کے شاق ہونے کا اثر تو اُس وقت بھی تھا جس وقت آیت نازل ہوئی ہے اُس وقت بھی تو اُس شہد کو اپنے اوپر ممنوع الاستعمال کرنے کا اثر تھا کیونکہ پسندیدہ چیز کو ترک کرنا طبعاً شاق ہوتا ہے تو حضور ﷺ شہد کو حرام تو پہلے ماضی کے زمانہ میں فرما چکے تھے تو اب اللہ نے حَرَّمْتَ نہیں فرمایا تُحَرِّمُ فرمایا۔ کیا مطلب؟ میرے محبوب لِمَ تُحَرِّمُ آپ اپنے اوپر شہد کو حرام کر کے کیوں اب تک مشقت برداشت فرمارہے ہیں۔ اِس نقطہ کو اگر سمجھ لیا جائے تو پوری بحث ختم ہو جائے کیونکہ اُس وقت حضور ﷺ شہد حرام نہیں فرمارہے تھے شہد تو حضور ﷺ پہلے حرام کر چکے تھے لیکن اب حَرَّمْتَ نہیں فرمایا تُحَرِّمُ فرمایا اِس لیے کہ حرام کرنا یہ حضور ﷺ کی طبع مبارکہ پر شاق تھا۔ تو مطلب یہ ہے کہ میرے محبوب ازواجِ مطہرات کی خاطر آپ اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے اوپر حرام فرما کر کیوں اپنی طبیعت مبارکہ پر مشقت کو برداشت فرمارہے ہیں آپ نے جو مشقت برداشت فرمائی وہ ہم کو گوارا نہیں ہے لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تو پتہ چلا کہ لِمَ تُحَرِّمُ جو ہے یہ استفہام فعلِ تحریم سے متعلق نہیں ہے بلکہ فعلِ تحریم کے نتیجہ سے متعلق ہے۔

قَدْفَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (التحریم ۲) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب ہم نے تو راستے پہلے ہی کھول دیئے ہیں سورۃ المائدہ میں سب کچھ بتادیا ہے کہ اگر کوئی اپنے اوپر کسی مباح چیز کو حرام کرلے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مباح ہے مگر کسی حکمت کی بناء پر وہ اُس چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے تو قَدْفَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ اللہ

نے تو تمہاری قسموں کے حلال ہونے کا طریقہ بیان کر دیا ہے اور جب اُن قسموں کے حلال کرنے کا طریقہ بیان کر دیا ہے تو پھر پیارے آپ اُس طریقہ کو استعمال فرمائیں اور آپ شہد کو کھائیں اِس لیے کہ اگر ازواجِ مطہرات کی خاطر آپ نے اپنی پسندیدہ چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنی طبیعت پر مشقت کا زور لیا تو پیارے ہم کو تو یہ گوارا نہیں ہے کیونکہ شہد تو آپ کو محبوب تھا اُسکو ترک کرنا آپ کے اوپر شاق ہے اور آپ ہمارے محبوب ہیں آپ کی مشقت ہم پر شاق ہے شہد کا ترک کرنا آپ کی طبیعتِ مبارکہ کو گوارا نہیں ہے مگر ناگواری برداشت فرمائے ہوئے ہیں تو پیارے حبیب آپ شہد کے ترک کرنے کو ناگوار فرمائے ہوئے ہیں اور آپ کی ناگواری کو ہم ناگوار فرمائے ہوئے ہیں۔ اللہ اکبر۔ مصطفیٰ ﷺ کی کیا شان ہے تو اب لِمَ تُحَرِّمُ اور مَآ اَحَلَّ یہ دو صیغے اگر آپ غور سے سمجھ لیں کہ تُحَرِّمُ مضارع کا صیغہ ہے اور اَحَلَّ ماضی کا صیغہ ہے اگر آپ حکایتِ حالِ ماضیہ کی طرف جائیں گے تو پھر مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ میں مَا يُحِلُّ ہونا چاہیے تھا مگر وہاں يُحِلُّ نہیں ہے۔ کیوں؟ فرمادیا کہ ہم نے تو ماضی کے زمانے میں آپ کے اوپر اِن چیزوں کو مباح کیا ہے اور آپ نے ماضی کے زمانے میں آیت نازل ہونے سے پہلے اِن چیزوں کو اپنے اوپر حرام کیا ہے لیکن اگرچہ آپ نے حرام تو پہلے کیا مگر اُس کا جو نتیجہ ہے اور اُس کا جو اثر ہے وہ اب تک آپ اپنے طبع نازک پر لئے ہوئے ہیں۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لِمَ تُحَرِّمُ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ کیوں حرام کر رہے ہیں، معنی یہ ہیں کہ آپ کیوں تکلیف برداشت کر رہے ہیں اب آپ بتائیے یہ حضور ﷺ کی محبوبیت کا اعلان ہے یا نہیں ہے؟ اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اُس پر افسوس ہے پھر خدا ہی اسے سمجھے اور میں تو اِس سے زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔

عزیزانِ محترم!! ایک بات آپ سے کہہ کر گفتگو کو ختم کرتا ہوں اور وہ بات یہ ہے کہ حضور تاجدارِ مدنی جنابِ احمدِ مجتبیٰ حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کا کوئی قول، کوئی فعل، کوئی عمل وحیِ الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۝ (پارہ ۲۷۔ النجم آیات ۳، ۴) نطقِ رسول وحی میں منحصر ہے۔ ابو علی جبائی اور اُسکا بیٹا ابو ہاشم دونوں باپ بیٹے معتزلی تھے وہ تو وہ جو ہیں معتزلی تھے یا کون تھے لیکن اِس آیت سے انھوں نے ایک استدلال کیا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۝ انہوں نے کہا کہ رسول کی ہر بات وحی ہے اور جب ہر بات وحی ہے تو حضور ﷺ اجتہاد کر ہی نہیں سکتے کیونکہ اجتہاد تو اپنی طرف سے کریں اور اپنی طرف سے تو وہ کچھ کہتے ہی نہیں وہ تو جو کچھ کہتے ہیں اللہ کی وحی ہوتی ہے لہٰذا وہ اجتہاد نہیں کر سکتے اب اگر کوئی کہے کہ رسول اجتہاد کرتے تھے تو وہ جھوٹ بولتا ہے کیوں کہ اجتہاد تو وحی نہیں ہے اگر اجتہاد وحی ہو تو ہر مجتہد کا اجتہاد وحی ہو جائے تو اجتہاد وحی نہیں ہے، ابو علی جبائی اور اُسکے بیٹے ابو ہاشم نے اِس آیت وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِس بات پر استدلال کیا اب اِس بناء پر نتیجہ کیا ہوا انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے جو اُس چیز کو (شہد کو) حرام کیا تھا تو وہ حضور ﷺ نے اپنے اجتہاد کی بناء پر حرام کر لیا تھا لہٰذا وہ وحی نہیں ہے حضور ﷺ کا اپنے اوپر اُس شہد کو حرام کرنا اور یہ فرمانا کہ شہد میرے اوپر حرام

ہے یہ وحی نہیں ہے اگر یہ وحی ہو تو لِمَ تُحَرِّمُ اُس کے خلاف ہے کیوں کہ وحی کو وحی توڑ رہی ہے یہ کیا بات ہوئی تو اب اُسکی جہالت کا پردہ میں نے چاک کر دیا۔ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تحریم پر تو بات نہیں فرمائی ارے! تحریم پر جو مشقت برداشت فرمائی اُس پر کلام فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تحریم پر کلام نہیں فرمایا بلکہ اللہ نے مشقت برداشت فرمانے پر بات فرمائی ہے تو مشقت برداشت کرنے کو تو میں وحی نہیں کہتا میں تو وحی کہتا ہوں اِس بات کو کہ حضور ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ یہ ہم نے اپنے اوپر حرام کیا حضور ﷺ کا یہ فرمانا بھی وحی تھا کیوں؟ اِس لیے کہ لِمَ تُحَرِّمُ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ کیوں حرام کر رہے ہیں اِسکے معنی یہ ہیں کہ آپ کیوں مشقت برداشت کر رہے ہیں شہد کو اپنے اوپر حرام کر کے آپ کیوں مشقت برداشت کر رہے ہیں۔ رہا یہ کہ حضور ﷺ نے مشقت برداشت کیوں کی؟ تو اُسکا جواب میں پہلے دے چکا وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ پر رافت و رحمت، حسنِ اخلاق و حسنِ معاشرت کے حال کا ایسا غلبہ تھا کہ اُس غلبہ حال میں حضور ﷺ نے ازواجِ مطہرات کی رضا کو مقدم رکھ لیا کہ تم خوش ہو جاؤ مجھے مشقت ہو میں برداشت کر لوں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب ٹھیک ہے آپ نے اُنکی رضا کو تو آگے رکھا اور ہماری رضا کو تو آپ نے نظر انداز فرما دیا مگر قصداً نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ غلبہ حالِ رافت میں، غلبہ حالِ شفقت میں، غلبہ حالِ حسنِ اخلاق میں اور اگر غلبہ حالِ رافت و رحمت میں اگر کوئی بات ہو تو وہ تو خود رحمت کی اور کمالِ رافت کی دلیل ہے۔

<u>رسول کی رافت اور رحمت</u>: اِس کی مثال عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین کے بارے میں جو قرآن کی آیتیں ہیں اور احادیث ہیں اُن کو آج تک یہ ہمارے آگے رکھ کر معاذ اللہ رسولِ کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے پھرتے ہیں ان کو حیا نہیں آتی۔ ہم سے کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ رسول کی بات کو اللہ رد ہی نہیں کرتا رسول کی ہر بات اللہ مانتا ہے اِنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (پارہ ۱۰، التوبۃ آیت ۸۰) اگر ستر مرتبہ بھی آپ اِس کی مغفرت طلب کریں گے فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پارہ ۱۰، التوبۃ آیت ۸۰) اللہ ان کو کبھی بھی معاف نہیں کرے گا آپ ستر مرتبہ بھی انکے لئے استغفار کریں ہم ایک مرتبہ بھی انہیں معاف نہیں کریں گے 'اللہ فرماتا ہے تم ستر مرتبہ بھی دعا کرو میں ایک دفعہ بھی قبول نہیں کروں گا اور تم کہتے ہو رسول کی ہر بات مانی جاتی ہے' آپ نے غور فرمایا قرآن پڑھ کر ہمارے آقا کی توہین کرتے ہیں میں کل کہہ چکا ہوں کہ ارے! اگر رسول کی کوئی خرابی تلاش کرنی ہے۔ معاذاللہ۔ رسول تو ہر خرابی سے پاک ہیں اور اگر تمھیں شوق خرابی تلاش کرنے کا ہے تو ان کے دشمن کا کلام پڑھو اللہ کا کلام کیوں پڑھتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں تو ہم اُس کو معاف نہیں کریں گے لوگوں نے یہ کہا کہ لو اللہ نے رسول کی بات ہی نہیں مانی۔ وہ (لوگ) بہت جھوٹے ہیں کذاب ہیں وہ بدبخت ہیں۔ یہ بات ہی نہیں ہے (کہ اللہ نے رسول کی بات نہیں مانی بلکہ) میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ دیکھو یاد رکھنا اِس کے دو جواب ہیں پلو میں باندھ لینا اور کبھی کوئی دشمنِ رسول کوئی بات کہے تو فوراً اُس کے منہ پر جواب دے دینا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول تو بے شک حضور ﷺ کا دشمن تھا اور اُس نے حضور ﷺ کو بڑی بڑی اذیتیں پہنچائیں آپ کو معلوم ہے کہ یہ غزوۂ مریسیع کے موقع پر جب کہ اس نے کہا تھا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (پارہ ۲۸. المنفقون ۸) اور پھر اس کے بیٹے عبداللہ نے (باپ کا نام بھی عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول بیٹے کا نام بھی عبداللہ) باپ کی گردن پکڑی اور کہا خبیث تو یہ کہتا ہے کہ عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے ارے مہاجرین کو تو ذلیل کہہ رہا ہے۔ سیدالمہاجرین سیدالانبیا تو حضور ﷺ ہیں تو تُو نے معاذاللہ حضور ﷺ کے لیے بھی ایسا لفظ بولا اپنے منہ سے کہو کہ میں ذلیل ہوں رسول عزیز ہیں بیٹا باپ سے گردن پکڑے ہوئے کہہ رہا ہے اگر نہیں کہتا تو ابھی تجھے مار ڈالوں گا۔ اللہ اللہ ، یہ تھا ایمان کہ جس ایمان میں عظمتِ رسول کے مقابلے میں نہ باپ ہے نہ کوئی اور ہے۔ رسول کی عظمت کے مقابلے میں کوئی کچھ نہیں۔ چنانچہ جب بیٹے نے گردن دبائی تو باپ کو کہنا پڑا کہ میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں جب تک اس نے نہیں کہا بیٹے نے باپ کو نہیں چھوڑا تو یہ عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول رئیس المنافقین نے اسی غزوۂ مریسیع [اسی غزوہ کو غزوۂ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں] کے موقع پر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان باندھا تھا اسی خبیث نے تو باندھا تھا تو اس نے کتنی کتنی تکلیفیں پہنچائیں کتنی اذیتیں پہنچائیں تو پھر ہوا یہ کہ جب یہ مرنے لگا یہی اس کا بیٹا عبد اللہ یہ مؤمنِ مخلص تھا بہر حال بیٹا تو تھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا سرکار وہ مر رہا ہے حضور آپ اس کے لئے جو کچھ برکت فرما سکیں برکت فرما دیں اس کے لیے دعا فرما دیں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس مؤمنِ مخلص کی پاسِ خاطر کے لیے فرمایا اچھا ہم تشریف لائیں گے لعابِ دہنِ مبارک بھی عطا فرمایا قمیص شریف بھی عطا فرمائی اور اس نے حضور ﷺ کا لعابِ دہن بھی اس کو لگا دیا اور حضور ﷺ کی قمیص بھی اس کو پہنا دی اور پھر سرکار سے عرض کیا کہ حضور آپ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھا دیں۔ اس وقت تک منافقوں کے جنازے کی نماز پڑھنا یا منافقوں کے لیے طلبِ مغفرت کرنا یہ ناجائز نہیں ہوا تھا مشرکین کے حق میں تو ہوا تھا مگر مشرکین اور منافقین کا حکم تو ایک نہیں ہے کیونکہ مشرکین کیساتھ تو قتال ہے ان کو قتل کیا جائے گا لیکن منافق کو تو قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے کفر کا اقرار نہیں کر لے جب کفر کا اقرار کر لیا تو منافق نہیں رہے گا پھر تو کافر ہو جائے گا تو کافر مشرک کے ساتھ تو جہاد ہوتا ہے منافق کے ساتھ وہ جہاد جو اللہ قرآن میں فرماتا ہے يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (پارہ ۱۰ التوبۃ آیت ۷۳) وہ کافروں کا جہاد جہاد بالسیف ہے اور منافقوں کا جہاد جو ہے وہ جہاد باللسان ہے۔ بہر حال میں عرض کر رہا تھا. . .

<u>کسی فعل کی حرمت نازل ہونے سے قبل اس فعل کا کیا جانا جائز ہے</u>: اس وقت تک منافقوں کی جنازے کی نماز پڑھانے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کا عدمِ جواز نازل نہیں ہوا تھا جو کام حرام نہ ہو، ناجائز نہیں ہو بتایئے کوئی اس کو ناجائز کہہ سکتا ہے؟ بھئی! جس کام کو اللہ نے ناجائز نہیں کہا کس کو مجال ہے جو اس کو ناجائز کہے جس کام کو

اللہ نے حرام نہیں کیا وہ کام کون کہہ سکتا ہے کہ حرام ہے؟ آپ سے پوچھتا ہوں شراب حلال تھی یا نہیں تھی؟ اور پھر غزوۂ اُحد کا جب موقع آیا غزوۂ اُحد میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے ستر صحابہ گھروں سے شرابیں پی کر گئے جب احد میں پہنچے جنگ ہوئی تو وہاں شہید ہو گئے تو جب شراب حرام ہوئی اور حضرت ابو طلحہ ساقی بنے ہوئے تھے مٹکوں کے مٹکے بھرے ہوئے تھے اور لوگ شرابیں پی رہے تھے حضرت ابو طلحہ شرابیں پلا رہے تھے تو اچانک جب آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ شراب حرام ہو گئی حضور ﷺ نے قاصد بھیجا سب مدینہ میں اعلان کر دو کہ بس شراب حرام ہو گئی چنانچہ جب مدینہ میں قاصد پہنچا اور اس نے اعلان کیا تو یہ شراب پینے والے تمام شراب پی رہے تھے۔ حضرت ابو طلحہ، حضرت انس سب کھڑے ہو گئے انہوں نے کہا کہ مٹکوں کو توڑ دو چنانچہ جتنے مٹکے تھے سب توڑ دیئے حدیث میں آتا ہے اس دن مدینہ میں شراب ایسے بہہ رہی تھی جیسے کوئی سیلاب آ گیا ہو کیونکہ مٹکے پھوڑ دیئے گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی۔ تو صحابہ کرام دوڑے دوڑے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی سرکار شراب حرام ہو گئی اور حضور نے ہمیں فرمادیا ہم نے تو اس کے مٹکے پھوڑ دیئے لیکن سرکار غزوۂ اُحد میں جو ہمارے بھائی شرابیں پی کر گئے تھے اور وہ شہید ہو گئے ان کا کیا حشر ہو گا؟ سرکار نے فرمایا ان کا بالکل اچھا حال ہو گا کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہیں تھی اور جو چیز حرام نہ ہو اس کا استعمال کرنا تو گناہ نہیں ہے لہٰذا انھوں نے تو کوئی بھی گناہ نہیں کیا وہ تو بے گناہ تھے ان کی تمھیں کیا فکر ہے۔ اللہ اکبر۔ تو شراب حرام ہونے سے پہلے شراب پی گئی یا نہیں پی گئی؟ اور شہدائے اُحد نے شراب پی اور شراب پی کر پھر وہ شہید ہوئے مگر چونکہ حلال تھی لہٰذا گناہ نہیں تھا تو جب تک منافقوں کے لیے مغفرت کی دعا ناجائز نہیں ہوا ان کے لیے دعا کرنا گناہ نہیں۔ ٹھیک ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغفرت کی دعا کیوں فرمائی؟

۱۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ حضور ﷺ پر عبداللہ [جو بیٹا تھا] مؤمنِ مخلص تھا اس کی حالت کو دیکھ کر حضور ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور حضور ﷺ نے غلبۂ حالِ رحمت میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ اس کے لیے فرمادیا اور جب یہ ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا سرکار اللہ نے فرمایا کہ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (پارہ ۱۰ التوبۃ ۸۰) تو حضور ﷺ نے فرمایا بَلْ عَزِیْزٌ عَلٰی سَبْعِیْنَ مَرَّۃً میں ستر سے بھی زیادہ مانگوں گا یہ کیوں فرمایا؟ یہ اس لیے نہیں فرمایا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کو اللہ کے کلام، اللہ کے فرمان، اللہ کی کتاب کا علم نہیں تھا نعوذ باللہ بلکہ حضور ﷺ پر رحمت کا حال ایسا غالب تھا کہ غلبہ حالِ رحمت میں حضور ﷺ نے یہ فرمادیا اور یہ بالکل ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے متعلق عرض کیا کہ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ (پارہ ۱۲ ھود ۴۵) اے اللہ میرا بیٹا تو میرے اہل سے ہے اور تو نے میرے اہل کا وعدہ کیا ہے تو کیا حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ اہل سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ نوح علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اہل سے مراد کیا ہے؟ لیکن بات کیا تھی

لفظ اہل کو انھوں نے بہانہ بنالیا اور بیٹے کی شفقت کے حال کا ان پر غلبہ جو ہوا تو اسی بہانے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ جیسا کہ ایک بادشاہ جب ایک شاعر پر ناراض ہوا تو اس نے کہا کہ لَاَرْکِبَنَّکَ عَلَی الْاَدْھَمْ میں تجھے ادھم پر سوار کراؤنگا اَدْھَمْ پاؤں کی بیڑی کو کہتے ہیں اور ادھم سیاہ رنگ کے گھوڑے کو بھی کہتے ہیں جو بڑا قیمتی اور بڑا اصیل گھوڑا ہوتا ہے اس کو بھی ادھم کہتے ہیں تو جب بادشاہ نے کہا کہ میں تجھے ادھم پر سوار کراؤں گا تو فوراً شاعر کہنے لگا کہ مِثْلُكَ يُرْكِبُ عَلَى اَدْهَمِ وَعَلَى الْعَصَبِ آپ ہی جیسے تو عصب و ادھم پر سوار کرا سکتے ہیں عصب چتکے گھوڑے کو کہتے ہیں اس نے عصب کا لفظ ساتھ ملادیا اور پھر ادھم کے معنی متعین کر دیئے کہ وہ قید کے معنی میں نہیں ہو سکتا بیڑی کے معنی میں نہیں ہو سکتا اب وہ سیاہ گھوڑے اور اصیل گھوڑے ہی کے معنی میں ہو گا تو اس نے اسی کے لفظ کو بہانہ بنا کر بادشاہ کے سامنے یہ بات کہہ دی بادشاہ بڑا خوش ہوا اس نے کہا اس کو معاف کر دو ۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ سیدنا نوح علیہ السلام پر شفقت پدری کے حال کا غلبہ ہوا اور انھوں نے یہ کلمات طیبات زبانِ اقدس سے فرمادیئے لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ ان کی کمالِ رافت اور شفقت کا نتیجہ تھا اور کمالِ رافیت و شفقت تو کمال ہے ۔ تو تم انبیاءؑ کے کمال کو معاذاللہ نقص قرار دیتے ہو خدا تم کو خراب کرے۔ تو سرکار نے غلبہ رحمت کے حال میں اَللّٰھُمَّ اغْفِر فرمادیا اس کے بعد جنازے کی نماز پڑھادی حضرت عمر نے پھر پیچھے سے حضور ﷺ کا دامن پکڑا عرض کیا سرکار یہ تو بڑا خبیث تھا فلاں موقع پر اس نے یہ بکا، فلاں موقع پر یہ بکا، فلاں موقع پر حضرت صدیقہ پر تہمت لگائی حضرت عمر کو اس بارے میں بڑا جوش تھا عرض کیا حضور اس کو قمیص بھی عطا فرمارہے ہیں حضور اس کو لعابِ دہن مبارک بھی دے رہے ہیں نماز بھی حضور نے پڑھادی یہ تو بڑا خبیث ہے سرکار نے فرمایا خِرْعَنِّیْ یَا عُمَر عمر پرے ہٹ جاؤ۔

<u>کسی چیز کی خصوصیت اللہ اور اس کے رسول کے چاہنے سے بدل جاتی ہے</u> : سرکار نے فرمایا فَاِنَّ قَمِيْصِیْ وَصَلَاتِیْ لَا يُغْنِيْهِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً یہ جو میں نے قمیص دی، لعابِ دہن دیا، نماز پڑھارہا ہوں اللہ کے عذاب سے کوئی چیز بھی اس کو دفع نہیں کرے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قمیص بھی پہچانتی ہے کہ یہ اللہ کا دشمن ہے رسول کا دشمن ہے اور میرا لعابِ دہن مبارک بھی پہچانتا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے جیسا کہ آگ حضرت خلیل کو پہچانتی تھی کہ یہ اللہ کے خلیل ہیں تو کیا ہوا يٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (پارہ ۱۷،الانبیاء ۶۹) اے آگ تیرے اندر جلانے کی صفت تو ہے مگر ابراھیم میرا خلیل ہے اس پر تو نے اثر نہیں کرنا تو جس طرح آگ کا اثر ابراھیم علیہ السلام پر ختم ہو گیا حضور ﷺ کے لعابِ دہن کا اثر عبداللہ ابن اُبی پر ختم ہو گیا آگ خلیل اللہ کو پہچانتی تھی قمیصِ مبارک عدو اللہ کو پہچانتی تھی اور سرکار سب کو پہچانتے تھے حضور ﷺ نے فرمادیا کہ یہ میری قمیص یہ تو پہچانتی ہے کہ یہ عدو اللہ ہے۔ آپ ایمان سے کہیں کہ جلانے کا اثر اللہ نے آگ کو دیا تھا بھئی! اللہ نے اثر پیدا کیا؟ تو

اللہ جل مجدہٗ نے اس کے اثر کو نہیں ضائع کیا؟ یہ فرمایا یٰنَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ (پارہ ۱۷۔ الانبیاء ۶۹)
اے آگ تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو میرے خلیل پر ٹھنڈی ہو جا اس لئے کیونکہ تیرا اثر تو یہی ہے کہ تو جلاتی ہے تو اسے پہچان یہ میرا خلیل ہے، تو اے قمیص مبارک تیرا اثر تو یہی ہے کہ تو برکت پہنچاتا ہے مگر پہچان لینا کہ یہ عدو اللہ ہے۔ اے آگ! تیرا اثر تو یہی ہے کہ تو جہاں پڑے جلاڈالے مگر دیکھنا یہ خلیل اللہ ہیں یہاں نہیں جلانا۔ اللہ اکبر! کلماتِ طیبات تو ادا ہوئے لعابِ دہن مبارک تو اس کو دیا گیا قمیص شریف تو دی گئی مگر بتادیا گیا کہ اے قمیص مبارک بے شک تُو جا تو رہی ہے مگر سمجھ لینا کہ آگ نے خلیل اللہ کو پہچان لیا تھا تو بھی عدو اللہ کو پہچان لینا۔ مجھے کہنے دیجئے میرا تو مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قمیصِ مبارک کا اثر حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھا جس کو چاہے پہنچے جس کو چاہے نہیں پہنچنے دیں۔ مسلم شریف کی حدیث یاد نہیں؟ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہمارے پاس حضور ﷺ کا جبّہ مبارکہ تھا اور ہم اس جبہ مبارکہ سے کیا کیا کرتے تھے؟ نَسْتَشْفِیْ بِھَا مَرْضٰنَا اپنے بیماروں کے لئے اسی سے شفا حاصل کرتے تھے۔ اللہ اللہ۔ میرے آقا کے جبہ مبارکہ کا یہ اثر کہ جس بیمار کو ہوا لگ جائے آرام ہو جائے اور یہاں قمیصِ مبارکہ کا یہ اثر کہ عدو اللہ کو کوئی بھی فائدہ نہیں ہو۔ پتہ چلا کہ میرے آقا کے کپڑوں کا اثر تو حضور ﷺ کے دستِ کرم میں تھا جس کو چاہیں نفع پہنچادیں جو اللہ کے دوست ہیں جو اللہ کے محبوب ہیں ان کے لیے حضور ﷺ کے تبرکات کا اثر پہنچا۔ حضور ﷺ کے تبرکات کے اثر کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ایک تو جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ پر غلبہ رحمت کا حال تھا۔

۲۔ دوسرا جواب آپ سے عرض کروں حضور کا یہ فعل کہ آپ نے اس کے لیے استغفار فرمایا یہ اس وقت کا نہیں تھا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی نماز پڑھنے اور استغفار کی مذمت فرمائی ہو، نہیں۔ یہ اس وقت کا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے نماز جنازہ کی ممانعت نہیں فرمائی تھی جب حضور ﷺ نے جنازے کی نماز پڑھ دی اور نماز سے فارغ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد آیت نازل فرمائی کہ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا (پارہ ۱۰، التوبۃ ۸۴) میرے محبوب کوئی بھی منافق مر جائے کبھی بھی آپ اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھیں وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ (التوبۃ ۸۴) آپ تو اسکی قبر پر بھی جا کر کھڑے نہیں ہوں۔ اللہ قادر نہیں تھا کہ پہلے سے یہ آیت نازل کر دیتا؟ اللہ کا کلام ہے حضور ﷺ کے نماز پڑھنے سے پہلے اللہ نے آیت نازل نہیں فرمائی بعد میں نازل فرمائی۔ کیوں؟ تاکہ مصطفیٰ ﷺ کی شان کا اظہار ہو اللہ تو اپنے حبیب کی شان کا اظہار ہر آن کر رہا ہے مگر افسوس ہے ان لوگوں پر کہ جو اللہ کا بھی مقابلہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں نعوذ باللہ! پھر اس بات پر غور نہیں فرماتے جب حضور ﷺ نے حضرت عمر کو فرمادیا کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَقَمِیْصِیْ لَا یُغْنِہٖ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا میری قمیص میری نماز میرے تمام تبرکات شریفہ اللہ کے عذاب کو اس سے دفع نہیں کر سکیں گے کیونکہ میں نے عذابِ الٰہی کے دفع کرنے کی غرض سے ایسا کیا ہی نہیں۔ ایسا کیوں کیا؟

ایک ہزار افراد کے مسلمان ہونے کی بشارت : سرکار نے فرمایا وَلٰكِنْ أُرِيْدُ أَنْ يُّسْلِمَ مِنْ قَوْمِهِ أَلْفٌ فرمایا میں نے تو اس امید پر کیا ہے کہ جب میں ایسا کروں گا تو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس کی قوم جانتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ کتنے ظلم کئے ہیں تو پھر جب قوم دیکھے گی کہ اس ظلم کا بدلہ حضور ﷺ کس رحمت کے ساتھ دے رہے ہیں تو کیا وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ سچے نبی ہیں؟ کیا وہ مسلمان نہیں ہونگے؟ فرمایا اس کی قوم کے ایک ہزار افراد مسلمان ہو جائیں گے یہ امید ہے اس امید پر میں یہ کر رہا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے بخاری شریف کے شارحین نے بھی اس حدیث کو لکھا اور اگر کوئی کہے تو میں بخاری کے حاشیہ پر یہ حدیث شریف دکھادوں گا اور شروح البخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے الحمد للّٰہ مجھے ایک عرصہ ہو گیا یہ حدیث پڑھاتے ہوئے تو میں بتا سکتا ہوں کہ حضور ﷺ کا یہ فعل مبارک جس پر لوگ اعتراض کر رہے ہیں، کیسا تھا۔

میرے عزیزو! میرے محترم دوستو! حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ اِدھر سرکار نے سلام پھیرا اُدھر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی وہیں کھڑے کھڑے مسلمان ہو گئے پھر مجھے یہ بتاؤ کہ جب حضور ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی تو کب پڑھی؟ جب اللہ تعالیٰ نے منع نہیں کیا تھا تو جس بات کو اللہ منع نہیں کرے وہ گناہ ہے؟ نہیں ہے۔ جب منع نہیں ہوا تھا جب شراب حرام نہیں ہوئی تھی شراب پینا گناہ تھا؟ نہیں تھا۔ تو جب جنازے کے پڑھنے کی ممانعت نہیں آئی تھی تو جنازہ پڑھنا گناہ تھا؟ نہیں تھا۔ معلوم ہوا حضور ﷺ کا فعل مبارک گناہ نہیں تھا اب بات بڑھ گئی اور کہاں سے کہاں نکل گئی ایک جملہ کہہ کر ختم کردوں گا انشاء اللّٰہ۔ آپ سن لیجئے اور غور سے سن لیجئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عز وجل نے نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے وہ آیت نازل نہیں فرمائی نمازِ جنازہ ختم کی تو آیت نازل ہوگئی وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (پارہ ۱۰ ،التوبۃ ۸۴) جو بھی منافق مر جائے حضور کبھی اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں۔ حضور ﷺ پر یہ آیت نازل فرمادی اور حضور ﷺ نے اس سے پہلے نماز پڑھی وہ گناہ نہیں تھا۔

نماز جنازہ میں اپنوں کے لیے دعائے مغفرت : اب حضور ﷺ نے نماز میں پڑھا کیا یہ بتائیں جنازے کی نماز جو آپ پڑھتے ہیں اس کے الفاظ حدیث میں وارد ہیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثٰنَا (بخاری شریف) یہ بتاؤ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا یا اللہ تو بخش دے ہمارے زندوں کو وَمَيِّتِنَا یا اللہ تو بخش دے ہمارے مُردوں کو وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا اور بخش دے ہمارے حاضرین کو اور بخش دے ہمارے غائبین کو وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا بخش دے ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو وَذَكَرِنَا وَاُنْثٰنَا بخش دے ہمارے مَردوں کو اور بخش دے ہماری عورتوں کو۔ ٹھیک ہے؟ جنازے کی دعا میں یہی ہے آپ ایمان سے کہنا کیا وہ ہمارا تھا؟ کیا عبداللّٰہ بن اُبی ہمارا تھا؟ اگر وہ (مخالف) کہیں کہ ہمارا تھا بے شک اُن کو مبارک ہو لیکن ہم کبھی نہیں کہیں گے کہ وہ ہمارا تھا اور وہ ہمارا تھا ہی نہیں تو دعا اُدھر متوجہ کدھر ہوئی وہ تو اپنوں کے لیے تھی۔

مسئلہ :اگر آپ مجھ سے کہیں لو بھئی! ہمارے لیے تو کوئی راستہ کھول دیاہم کسی مرزائی کے جنازے پر کھڑے ہو گئے اور کہیں اللّٰھُمَّ اغفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وہ تو ہمارا ہے ہی نہیں لہٰذا ہمارے لیے جائز ہونا چاہیے۔ او ظالمو ! تم یہ پڑھو گے تو وَ لَا تُصَلِ کی آیت کے بعد پڑھو گے حضور ﷺ نے پہلے پڑھا تھا ۔ تم گناہ گار ہو گے۔اب آخری بات یہ کہہ دینا چاہتا ہوں اب کوئی مجھ سے یہ کہے کہ بھئی چلو کچھ بھی تھا اللہ یہ فرماتا کہ چلو میرے محبوب فرما رہے ہیں تو میں اس کو معاف ہی کر دوں محبوب کی شان بھی رہ جائے گی۔

اللہ کا قانون ہے کہ گستاخ رسول کو ضرور سزا دی جائے :ارے معاف کر دینے میں محبوب کی شان نہیں رہتی کیوں ؟ کیا اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں جانتا تھا؟ وہ تو عالم الغیب ہے وہ تو عالم الشھادۃ ہے ارے ! کیا اللہ کے عالم الغیب ہونے میں کسی کو شک ہے ؟ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اللہ کو معلوم نہیں تھا کہ اس نے میرے محبوب کو کتنے دکھ پہنچائے ہیں اور میرے محبوب کی کتنی توہین کی ہے اور وہی جو ایک لفظ میں نے سنایا قرآنِ مجید کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ (پارہ ۲۸ المنٰفقون ۸) معاذاللہ حضور کو اذل میں شامل کیا۔ بتاؤ! اس سے بڑھ کر کوئی توہین ہو گی ؟ تو اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے یہ قانون بنالیا کہ اگر کوئی میرا گناہ کرے تو میں معاف کروں یا نہیں کروں میری مرضی لیکن اگر کوئی محبوب کی توہین کرے تو اس کو معاف نہیں کروں گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگر محبوب کی توہین کرنے والوں کو بھی معاف کر دوں تو پھر جس کا جی چاہے توہین کرتا رہے میں معاف کرتا رہوں تو محبوب کا کیا مقام رہا، محبوب کی کیا شان رہی ۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان ہو کر بتقاضائے بشریت میری نافرمانی کر بیٹھے تو میری مرضی اس کو معاف کروں یا نہیں کروں اگر کسی مسلمان سے کوئی نماز رہ جائے میری مرضی میں اسے معاف کروں یا نہیں کروں اگر کسی مؤمن سے کوئی روزہ رہ جائے میری مرضی معاف کروں یا نہیں کروں لیکن اگر کوئی رسول کی توہین کر دے تو پھر میرا قانون ہے کہ میں کبھی معاف نہیں کروں گا کیونکہ اگر اس کو بھی معاف کر دوں تو پھر وہ محبوب کہاں رہے کہ جس کا جی چاہے توہین کرتا رہے میں معاف کرتا رہوں محبوب کا مقام کیا رہا، عظمتِ محبوب کا تقاضا یہی تھا ۔ کیا؟ اللہ نے گویا یوں فرمایا کہ پیارے اگر میری عبادت میں یا میری فرمانبرداری میں کسی سے کوئی فروگذاشت ہو جائے تو میری مرضی میں معاف کر دوں یا نہیں کروں لیکن میرے پیارے میرے محبوب جو تیری شان میں گستاخی کرے اس کو میں معاف نہیں کروں گا اور اگر اس کو میں معاف کر دوں تو پھر تیری محبوبیت کا تو کوئی مقام ہی نہیں رہا ۔

عزیزانِ محترم! حضور ﷺ کی محبوبیت اسی میں باقی رہتی ہے کہ دشمنِ رسول اور گستاخ رسول کو معافی نہیں دی جائے آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ اور حکومت کے جو ارکان ہیں وہ مجرموں کو معاف کر دیتے ہیں حاکم کو حق ہے کہ کسی مجرم کو معاف کر دے یا اس کو جیل بھیج دے لیکن جو حکومت کا باغی ہو اسے کوئی معاف نہیں کر سکتا اُسے معاف

کرنے کا قانون نہیں۔ مصطفی ﷺ کی گستاخی تو اللہ کی حکومت کی بغاوت ہے تو باغی معافی کے قابل نہیں ہوا کرتا بس اتنی ہی بات ذہن میں رکھ لیں تو بات بن جائے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ اس آیتِ کریمہ کی رو سے یہ کہنا کہ رسول سے غلطی ہوئی جس پر خدا نے ڈانٹا، میں کہتا ہوں یہی گستاخیِ رسول ہے اللہ نے تو حضور ﷺ کی عظمت کے پرچم لہرائے کہ میرے پیارے آپ ایک مباح چیز کو، اپنی پسندیدہ چیز کو، شہد کو اپنے اوپر حرام کر کے مشقت برداشت کیے ہوئے ہیں میرے محبوب وہ آپ کی مشقت ہمیں گوارا نہیں ہے لِمَ تُحَرِّمُ میرے پیارے محبوب آپ شہد کو حرام کر کے کیوں اب تک مشقت کو اپنے طبعِ نازک پر لئے ہوئے ہیں بتایئے حضور ﷺ کی محبوبیت کا اور حضور ﷺ کی عظمت کا مظاہرہ ہے یا نہیں؟

و آخر دعونا عن الحمد للہ رب العالمین

الدرس الرابع عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین

والحمدللہ رب العالمین ٥

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہ و اصحابہ وبارك وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی سولہ تاریخ ہے اور ہفتہ کا دن ہے اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ثم اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ نے سولہ روزے رکھوا دیئے اور اس کی رحمت سے امید ہے انشاء اللہ باقی تمام روزے بھی اپنی رحمت سے رکھوادے گا اے اللہ تو اپنی رحمت سے رمضان کے روزے بھی پورے کرادے تراویح، قرآنِ پاک پڑھنے پڑھانے کے جو معمولات ہیں وہ بھی پایا تکمیل تک پہنچادے اور اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

رضائے حبیب کو نصب العین بناؤ :

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہ و اصحابہ وبارك وسلم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (پارہ ۲۸، التحریم ٦) اللّٰہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ارشاد فرمایا اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ۔ سورۃ التحریم میں ازواجِ مطہرات کے متعلق ان واقعات کو بیان فرمانے کے بعد یہ ارشاد فرمانا کہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا مناسبت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اہلِ پاک، ازواجِ مطہرات حضور ﷺ کی اہل ہیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعما نوالہ نے ان کو جو تنبیہات فرمائیں ان تنبیہات کا نتیجہ اور ان کا خلاصہ یہی ہے کہ اگر تم نے اللہ کے نبی، اللہ کے محبوب کو راضی نہیں کیا تو سمجھ لو کہ اللہ تم سے راضی نہیں ہے اللہ جس سے راضی نہیں ہے ظاہر ہے وہ نار سے بچ نہیں سکتا تو اب چونکہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضور ﷺ کے اہلِ پاک کی وہ نوعیت اور وہ حیثیت اور وہ شان ہے کہ ان مقدسین اور مقدسات میں قرآن نازل ہوا اور انھیں کے اقوال و افعال اور اعمال اور انھیں کے واقعات اور حالات سے تکمیلِ دین کا تعلق ہے اور یہی مقدسین اور مقدسات تکمیلِ دین کا مرکز ہیں تو مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اہلِ پاک کو یہ تنبیہ فرمادی گئی ہے کہ اگر تم نے میرے محبوب ﷺ کی رضاجوئی کو اپنا شیوہ نہیں بنایا تو تم میرے محبوب کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں کیوں؟ اس لئے کہ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ٥ میں خود اپنے محبوب کا مددگار ہوں جبرائیل مددگار ہیں صالح المؤمنین ان کے مددگار ہیں اور اس کے بعد سارے فرشتے میرے محبوب کے مددگار ہیں اس لئے میرے محبوب کا تو کچھ بھی نہیں

بگڑ سکتا اور کچھ بگڑے گا تو تمھارا ہی بگڑے گا للذا تم اپنے آپ کو بگڑنے سے بچاؤ ۔ بس یہ بنیاد تھی اور اس بنیاد کو تمام امت کے لئے قیامت تک کے لئے عام کر دیا اور بتادیا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا اے ایمان والو ! سمجھ لو کہ یہ محبوب ﷺ اور آپ کا گھرانہ یہ دین کی تکمیل کا مرکز ہے اور یہ نمونہ ہے، مثال ہے اس مثال کو آگے رکھو اپنے آپ کو بھی نارِ جہنم سے بچاؤ اور اپنے اہل کو بھی نارِ جہنم سے بچاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ میرے محبوب کو ناراض نہیں کرو میرے محبوب کو ناراض کرنا اپنے آپ کو جہنم میں جھونکنا ہے اور اسی طرح تم اپنے اہل وعیال کو اگر اسی راہ پر رکھو گے کہ جس پر محبوب ﷺ کی رضاجوئی کا کوئی احساس ان کے دل ودماغ میں نہیں ہو تو سمجھ لو کہ وہ بھی نارِ جہنم کا ایندھن ہیں اگر تم اپنے آپ کو نار سے بچانا چاہتے ہو اور اپنے اہل وعیال کو نار سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو تمھارا فرض ہے کہ میرے محبوب کو راضی رکھو۔ اب یہ ایسی بات ہے کہ جس میں پورا دین سمٹ کر آجاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ تو کسی ایسی بات پر راضی نہیں جو دین کے منافی ہو حضور ﷺ کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی تارك الصلوٰة ہو حضور ﷺ کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی روزہ نہیں رکھے سرکار کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی کسی معصیت میں مبتلا ہو، فحاشی میں، بے حیائی میں مبتلا ہو حضور ﷺ کب اس بات پر راضی ہیں کہ کوئی کسی کا حق غصب کرے مقصد یہ ہے کہ میرے محبوب تاجدارِ مدنی ﷺ کو راضی رکھنا ہی اپنے آپ کو نارِ جہنم سے بچانا ہے للذا تم خود بھی میرے محبوب کو راضی رکھو اور اپنے اہل وعیال کو بھی ایسی راہ پر چلاؤ کہ وہ بھی میرے محبوب کی رضاجوئی کو اپنا شیوہ بنائے رہیں اس کے بغیر نارِ جہنم سے نجات کا کوئی اور راستہ نہیں ہے حضور تاجدار مدنی ﷺ نے نماز کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے بچے سات برس کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اگر وہ اطاعت کریں تو فبھا اور اگر نہیں تو ان کو تاکید کرو اور ان پر شدت اختیار کرو کہ وہ نماز پڑھیں اور یہاں تک کہ جب دس سال کے ہو جائیں اور تمھاری ہدایت پر عمل نہ کریں تو پھر ان کو گھروں سے نکال دو۔ کیوں ؟ اس لئے کہ وہ محبوب کی رضا کے خلاف راہ پر چل رہے ہیں۔ اللہ اکبر اگر ہم قرآن اور قرآن کی تعلیمات پر غور کریں تو میں آپ سے صحیح عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی زندگی کے کسی ایک لمحے کو بھی اپنے لئے ایسا لمحہ نہیں کہہ سکتے کہ جس کو لمحہ مبارکہ کہا جائے اس لئے کہ لمحاتِ مبارکہ تو وہی ہیں کہ جن میں اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی ہو، اللہ اور اس کے رسول کی رضاجوئی ہو اور جہاں یہ مفقود ہے تو وہاں لمحہ مبارکہ تو نہیں ہوا ۔ نبی کریم تاجدارِ مدنی ﷺ کی رضاجوئی دین کا معیار ہے ۔

حضور ﷺ راضی ہیں تو دین ہے حضور ﷺ راضی نہیں تو کوئی دین نہیں : میں یہاں تک عرض کرونگا کہ اگر حضور ﷺ راضی نہیں تو نمازیں بھی دین نہیں اور اگر حضور ﷺ راضی نہیں تو جہاد بھی دین نہیں اور اگر حضور ﷺ راضی نہیں تو کوئی نیکی دین نہیں ہے ہر نیکی کا دین ہونا رضائے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وبارك وسلم پر موقوف ہے۔ میں عرض کرونگا . . .

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم سید عالم ﷺ نے حکم دیا کہ اے سعد تم جمعہ کے دن علی الصبح مجاہدین کے لشکر کو لے کر جہاد کے لئے روانہ ہو جاؤ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل یوں کی کہ مجاہدین کے لشکر کو تو روانہ کر دیا تاکہ حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہیں ہو لیکن خود اس خیال سے ٹھہر گئے کہ جمعہ کا دن ہے جہاد پر جا رہے ہیں معلوم نہیں واپس آنا نصیب ہو یا نہیں ہو تو یہ جمعہ حضور ﷺ کے پیچھے پڑھتے جائیں بس اس خیال سے رک گئے اور انھوں نے یہ طے کر لیا کہ نمازِ جمعہ پڑھتے ہی میں تیز سواری پر روانہ ہو کر انشاء اللہ لشکر سے مل جاؤنگا کوئی نافرمانی کا ارادہ نہیں تھا اور کسی قسم کی کوتاہی کا تصور ان کے ذہن میں نہیں تھا لشکر کو روانہ کر دیا حکم کی تعمیل یوں ہو گئی اور جمعہ پڑھنے کے لئے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہر گئے اور اسی ارادے سے کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی تیز سواری پر روانہ ہو کر لشکر سے جاملوں گا اور وہ جمعہ کی نماز کے وقت جب مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو دیکھا فرمایا سعد ! ہم نے تو فرمایا تھا کہ تم لشکر کو لے کر جاؤ تم گئے نہیں عرض کیا میرے آقا ! حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں میں نے لشکر تو روانہ کر دیا ہے اور میں خود بھی کسی بد نیتی کی بناء پر نہیں رکا یہ میرا مقصد نہیں ہے کہ میں جہاد پر نہیں جاؤں میں تو فقط اس لیے ٹھہر گیا کہ جہاد پر جا رہا ہوں معلوم نہیں واپسی نصیب ہو نہیں ہو ایک جمعہ حضور کے پیچھے اور پڑھتا جاؤں اور جمعہ کے بعد پھر تیز سواری پر روانہ ہو کر لشکر سے جاملوں حضور یہ میرا ارادہ ہے ۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سعد ! تم یہ سمجھتے ہو کہ جمعہ، جماعت، نمازیں ان میں ثواب ہے ؟ فرمایا ثواب تو ہماری خوشی حاصل کرنے میں ہے، فرمایا تم اگر صبح چلے جاتے تو تمھیں وہ ثواب ملتا، وہ اجر ملتا کہ اب اگر زمین سے آسمان تک سونا بھر کر اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو وہ ثواب تمھیں نہیں ملے گا۔ حضور ﷺ کی کیا بات ہے۔ پتہ چلا کہ دین کی اصل بنیاد رضائے حبیب ﷺ ہے اور اسی رضائے حبیب کی بنیاد پر سورۃ التحریم کی اِن آیات کا نزول ہوا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ان آیات کے ساتھ اس کا ربط یہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں کہ رضائے حبیب اصل ہے جس نے رضائے حبیب کو ترک کر دیا اس نے سارے دین کو منہدم کر دیا اصل دین تو حضور ﷺ کی ذاتِ پاک ہے مرکزِ دین حضور ﷺ ہیں، دین کا مبداء حضور ﷺ ہیں، دین کا منتہاء حضور ﷺ ہیں اور حضور ﷺ سے الگ ہو کر دین کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا ۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ ہوا غزوۃ تبوک کا موقع تھا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے بہت عرصے سے غزوۃ تبوک کے لئے تیاریاں فرمائیں تھیں کیونکہ بہت لمبا سفر تھا شام کے علاقے میں عیسائیوں کا بہت بڑا جمگھٹا تھا ایک لاکھ سے زیادہ عیسائیوں کی فوج جمع تھی اور مسلمان اس وقت بڑی تنگدستی کے عالم میں تھے سخت گرمی کا زمانہ تھا چالیس ہزار صحابہ کا لشکر حضور ﷺ نے جمع فرمایا اور حضور ﷺ تبوک کیلئے تشریف لے گئے۔ سرکار کی تیاریوں کو دیکھ کر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دل میں بڑی امنگیں پیدا ہو رہی تھیں کہ میں

حضور ﷺ کے ہمرکاب جہاد میں جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی عطا کی ہوئی طاقت، قوت و شجاعت سے میں جہاد کروں گا، یہ ہوگا اور وہ ہوگا بڑی بڑی تمنائیں دل میں لیئے جب روانگی کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! تم یہیں مدینے میں رہ جاؤ تو اب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ کیا کہہ سکتے تھے لیکن آپ بتائیں کہ جو اتنے دنوں سے اپنی اُبھرتی ہوئی اُمنگوں اور اپنی تمناؤں کو دل و دماغ کے گوشوں میں اب تک لیئے ہوئے ہو تو سرکار کے ارشاد سے ان کے دل پر اُس وقت کیا گزری ہوگی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ کچھ کہہ تو نہیں سکتے تھے لیکن ان کے جذبات بے قابو ہوگئے عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ حضور آپ نے مجھے یہ قوت و شجاعت اس لئے عطا فرمائی تھی کہ آج عورتوں اور بچوں میں مجھے چھوڑے جارہے ہیں۔ حضور آپ جہاد پر جارہے ہیں اور مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں حضور میرا یہی مقام ہے کہ میں عورتوں اور بچوں میں رہ جاؤں حضور میں ایسا ہی ہوں کہ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑا جائے سرکار دو عالم ﷺ نے حقیقتِ حال کو ایسے انداز سے منکشف فرمایا کہ نفسیاتی طور پر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ کی طبیعت کی وہ گرانی دور ہوگئی حضور ﷺ نے ایسا اچھا پیارا انداز اختیار فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا یَا عَلِی اَمَا تَرْضٰی عَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پوچھا اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہیں میرے ساتھ وہی نسبت ہو جائے جو ھارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ کیا مطلب؟ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ھارون تھے اور تم میرے ھارون ہو جاؤ کیا تم اس بات پر راضی نہیں۔ اللہ اکبر! آپ ذرا غور فرمائیں مقصد کیا ہے دیکھئے کتنا بڑا مرحلہ درپیش ہے، جہاد غزوۃ تبوک کا کتنا بڑا مرحلہ ہے حضور سید عالم ﷺ نے وہاں جانے سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ کو روک دیا جہاد سے روک دیا، سفرِ جہاد سے روک دیا قتال سے روک دیا یہ سب ایک ایک لمحہ عبادت کا تھا ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ صبح کے وقت چند قدم مجاہد کا میدانِ جہاد کے لئے چلنا یہ دنیا اور مافیھا سے بہتر ہے کتنا بڑا ثواب کتنی بڑی نعمت، تو اتنی بڑی نیکی سے حضور ﷺ نے حضرت علی کو محروم فرمادیا، نہیں؟ مقصد کیا تھا؟ مقصد یہ تھا کہ اے علی! بے شک یہ سب کام جہاد اور جہاد کے لئے جانا اور ایک ایک قدم اٹھانا بہت بڑا ثواب ہے لیکن یاد رکھو ثواب جب ہے جب ہم راضی ہیں اور جب ہم راضی نہیں ہوں تو پھر تو کوئی کتنا بڑا نیکی کا کام کرلے کوئی بھی ثواب نہیں رضائے حبیب یہ کیا ہے؟ یہ دین کی بنیاد ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا اس واقعہ کی طرف اس سے پہلے اثنائے گفتگو میں ضمناً مقصود کے طور پر نہیں بلکہ ضمناً میں یہ بات کہہ بھی چکا ہوں کہ جب بدر کا موقع آیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بے چین تھے کہ غزوۃ بدر میں حضور ﷺ کی ہمرکابی اختیار کریں اور شرف حاصل کریں حضرت عثمان کے نکاح میں اس وقت حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور وہ سخت بیمار تھیں

حضور ﷺ نے فرمایا کہ عثمان! ہماری خوشی یہ ہے کہ تم ہماری صاحبزادی کی خدمت میں مصروف رہو حالانکہ بدر کا غزوۃ جہاد فی سبیل اللہ ہونے کی حیثیت سے اتنا بڑا نیکی کا کام تھا کہ ہم اس نیکی کے وزن کو ذہن میں، تصور میں بھی نہیں لا سکتے اور پھر بدر کا غزوۃ، اللہ اکبر! بدر کے غزوۃ کا تو یہ عالم ہے کہ سب غزوات پر بدر کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے آپ کو معلوم ہے غزوۃ بدر میں فرشتے بھی نازل ہوئے تھے پے در پے اور تھوڑے تھوڑے ہو کر پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے اور بدر کے غزوۃ کی فضیلت کا معیار اب کیا کہوں زیادہ وقت نہیں ہے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے محبوب بدریوں کو فرما دیجئے کہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ جو چاہے کئے جاؤ میں نے سب معاف کر دیا۔ شاید آپ یہ فرمائیں کہ یہ تو تمام نصوصِ قرآنیہ اور نصوصِ سنت کے خلاف ہے، خلاف نہیں ہے اللہ یہ جانتا تھا کہ یہ وہ کام کریں گے ہی نہیں جو مغفرت کے قابل نہیں ہوں اب یہ بات اہلِ بدر کے لئے کتنا بڑا افضل ہے کتنا بڑا اکرم ہے غزوۃ بدر کے بعد جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی سرکار آپ نے اپنے صحابہ کی فضیلت کا کیا معیار مقرر فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا ہم نے یہ معیار مقرر فرمایا کہ ہمارے جو صحابہ بدر میں شامل ہوئے وہ سب سے افضل ہیں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا حضور ہم نے آسمان پر بھی فرشتوں کی یہی فضیلت مقرر کر دی ہے کہ جو فرشتے بدر میں آئے تھے وہ باقی سب فرشتوں سے افضل ہیں۔ اے آقائے نامدار ﷺ آپ کے قدم پاک کی خاک پر قربان ہو جاؤں کہ جن کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضل دیا کہ ان کی فضیلت سے فرشتوں کی فضیلت کے دامن کو وابستہ فرما دیا غزوۃ بدر کی اتنی بڑی فضیلت تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ میں اس میں حاضر ہوں فرمایا کہ ہماری خوشی یہ ہے کہ تم وہاں مت جاؤ تم ہماری صاحبزادی کی خدمت کرو۔ آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضور سیدِ عالم ﷺ اپنی صاحبزادی کی خدمت کا کوئی اور انتظام نہیں فرما سکتے تھے میں عرض کرتا ہوں کہ عورتوں سے جو خدمت متعلق ہے ان کے لئے عورتیں بھی حاضر تھیں اور جو خدمت مردوں سے متعلق ہے ان کے لئے مرد بھی حاضر تھے لیکن سرورِ عالم ﷺ نے یہ فرمایا کہ اے عثمان! تم یہ سمجھتے ہو کہ جہاد میں جانا، قتال کرنا ان میں ثواب ہے فرمایا ثواب تو ہماری خوشی میں ہے جس بات میں ہم خوش ہوں ثواب تو اس میں ہے چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر کی فضیلت عطا فرمائی بدر کی غنیمت میں حضرت عثمان کا حصہ بھی رکھا اور بخاری شریف میں جو بدری صحابہ کی فہرست ہے اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام موجود ہے حالانکہ بدر میں گئے بھی نہیں، غزوۃ بدر میں شامل نہیں ہوئے مگر بدریوں کی فہرست میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں۔ اللہ اللہ معلوم ہوا کہ سب کچھ مصطفی ﷺ کے دستِ کرم سے ہے جس کو جو چاہیں عطا فرما دیں۔ اللہ اللہ۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ فضل، شرف اور ثواب کا معیار رضائے حبیب ﷺ ہے اور سورۃ التحریم کے

مضمون کی بنیاد یہی ہے۔اِن حضرات کا عالم بھی تو دیکھیں ان کا کیا عالم تھا حضور سید عالم ﷺ سے کتنا لگاؤ تھا اور کتنی محبت تھی یہی عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیبیۃ کے موقع پر جب حضور ﷺ ان کو اپنا نمائندہ بنا کر اہلِ مکہ کے پاس بھیجا اور عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے تقریباً پندرہ سو صحابہ حضور کی معیت میں سب احرام باندھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم جاؤ اہلِ مکہ سے ہمارے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے گفتگو کرو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے آپ کو معلوم ہے کہ قریش مکہ بڑے بڑے سردار تجارت پیشہ لوگ تھے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں بڑی امتیازی شان رکھتے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے تو انھوں نے کہا یہ مذہب والی بات تو الگ رکھتے ہیں آپ ہمارے پرانے ساتھی ہیں اور آپ بڑے عظیم تاجر ہیں تو ہماری سب کی رائے یہ ہے کہ آپ عمرۃ کا احرام باندھ کر تو آئے ہیں آپ خود عمرۃ کرلیں بعد کو بات چیت ہو جائے گی عثمان غنی نے فرمایا وَاللّٰہِ لَا اَعْمُرُ حدیث کے الفاظ ہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی فرمایا میں قسم کھاتا ہوں کہ میں عمرۃ نہیں کرونگا۔ کہا کیوں ؟ عمرے کا احرام باندھ کر آپ آئے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ (پارہ ۲۔ البقرۃ ۱۹۶) جو کوئی حج کا احرام باندھ لے چاہے نفلی حج ہی کیوں نہیں ہو جب احرام باندھ لے تو وہ بھی فرض ہو گیا اور عمرے کا اگر کوئی احرام باندھ لے تو اس کا پورا کرنا بھی فرض ہو گیا تو اللہ کا حکم ہے کہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ تو آپ مدینے سے احرام باندھ کر آئے ہیں آپ پورا کریں آپ عمرۃ کریں خانہ کعبہ کا طواف کرلیں صفا ومروۃ کی سعی کرلیں آپ نے فرمایا وَاللّٰہِ لَا اَفْعَلُ خدا کی قسم میں عمرۃ نہیں کروں گا کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے آقا حدیبیۃ میں رُکے رہیں میں یہاں عمرۃ کرلوں سبحان اللّٰہ۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مصرع یاد آتا ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ۔۔۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

یہ تھا صحابہ کا ایمان اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ایمان جو عطا فرمایا اس کا معیار رضائے حبیب ﷺ ہے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ لوگ نبی کریم تاجدارِ مدنی ﷺ کی محبت حضور ﷺ کی تعظیم اور حضور ﷺ کی رضاجوئی کو کوئی وزن نہیں دیتے وہ کہتے ہیں نمازیں پڑھو کلمہ پڑھو ۔جب تک عظمتِ رسول نہ ہو، جب تک تعظیم رسول نہ ہو، جب تک رسول کی رضاجوئی کا تصور دل ودماغ میں نہ ہو، تمھاری نمازیں کیا کام کریں گی ؟ منافق تھوڑی نمازیں پڑھتے تھے ؟ چلو آپ کہیں گے وہ تو منافق تھے وہ تو گزر گئے اب کیا ہوگا ارے بھئی ! گزر گئے حضور ﷺ بعد والوں کے لئے بھی تو فرمایا سَیَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ" لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا اور حال کیا ہوگا ؟ فرمایا اس زمانے میں ایک ایسی قوم ہوگی تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَکُمْ صَلوٰۃً اپنی نمازوں کو تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں بالکل حقیر سمجھو گے اور ان کی نمازیں بڑی لمبی لمبی نمازیں ہوں گی اور تم کہو گے دیکھو ہم تو بالکل تھوڑی سی نماز پڑھتے ہیں نمازیں تو ان کی ہیں کیا کہنا۔ لیکن ان کا حال کیا ہوگا ؟ سرکار نے فرمایا مَسَاجِدُھُمْ عَمِرَۃٌ مسجدیں بھی ان کی آباد نظر آئیں گی مگر ان کا حال کیا ہوگا ؟ فرمایا

مَسَاجِدُهُمْ عمِرَتٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی مسجدیں ان کی آباد ضرور ہوں گی مگر ہدایت سے بالکل ویران ہوں گی ہدایت کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ فرمایا فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ فرمایا اپنے آپ کو ان سے بچانا اور ان کو اپنے آپ سے دور رکھنا وہ خود تو ناری ہیں تم کو بھی کہیں ناری نہیں بنا دیں۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ اور پھر یہ ان آیاتِ طیبہ کے بعد فرمایا کہ جن کا تعلق ازواجِ مطہرات اور ان کے واقعات کے ساتھ ہے جو میں بیان کر چکا ہوں اور جن کا اصل مقصد آپ کے ذہن میں اچھی طرح مرکوز ہوگا کیونکہ میں بار بار اعادہ کر تا رہا ہوں اور بہت کوشش کے ساتھ میں ان واقعات کو سمجھا تا رہا ہوں اس آیت کریمہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا کا مفہوم یہی ہے کہ تم رضائے حبیب کو نصب العین بناؤ جب تک رضائے حبیب کو نصب العین نہیں بناؤ گے اس وقت تک تمھارا کچھ بھی نہیں بنے گا اور جب ہی تم نار سے آزادی حاصل کر سکتے ہو جب تم رضائے حبیب کو اپنا نصب العین بناؤ گے اور ان کی محبت، ان کی تعظیم، ان کا ادب اپنے دل ودماغ میں رچالو یہی تمھاری نجات ہے یہی تمھاری کامیابی ہے یہی تمھارے لئے فوز ہے یہی تمھارے لئے فلاح ہے۔

وآخر دعونا عن الحمد للّٰہ رب العٰلمین

الدرس الخامس عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ہ

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہ و اصحابہ وبارک وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور اتوار کا دن ہے اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ثم اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بقیہ رمضان شریف کے روزے بھی پورے کرائے تراویح، قرآنِ پاک اور تمام معمولات اپنی رحمت سے پایا تکمیل تک پہنچائے اور شرفِ قبول بھی عطا فرما۔ آمین

عزیزانِ محترم! رمضان شریف کا مہینہ بھی کیسا بابرکت مہینہ ہے سبحان اللہ نور ہی نور ہے ایک ایک ساعت رمضان شریف کی نور ہے ہم لوگ تو افسوس ہے کہ قرآن مجید کی روشنی میں رمضان شریف کے ان انوار و برکات سے صحیح معنی میں مستفید نہیں ہو رہے لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ اتنا نور حاصل کرتے ہیں کہ ان کا نور دوسروں کو بھی تقسیم ہوتا ہے سبحان اللہ قرآنِ پاک یہ بھی تو رمضان شریف کے انوار میں سے ایک نور ہے شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ (پارہ ۲۔ البقرۃ ۱۸۵) اسی ماہِ مبارک میں تو قرآن کا نزول ہوا بہر نوع یہ مبارک مہینہ ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے سورۃ التحریم کی وہ آیات جن پر میں کلام کر رہا تھا الحمد للہ میں نے ان پر کل وہ حرف آخر کے طور پر گفتگو کو ختم کر دیا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ہ (پارہ ۲۸۔ التحریم آیت ۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایمان والو! تم اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نار پر ایسے فرشتے مقرر فرمائے عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ اللہ تعالیٰ نے اس نارِ جہنم پر ایسے فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے جو نہایت ہی سخت مزاج ہیں تند خو، شِدَادٌ نہایت ہی قوی ہیں بڑی شدت و بڑی قوت والے ہیں غِلَاظٌ نہایت تند خو اور بہت تیز مزاج ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے جن فرشتوں کو نارِ جہنم پر مقرر فرمایا وہ غِلَاظ ہیں اور غِلِیْظ کی جمع ہے شِدَادٌ ہیں شَدِیْدٌ کی جمع ہے غِلِیْظ کے معنی تند خُو کے ہیں۔

قرآن کریم میں فرمایا وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ص (پارہ ۴ آل عمران ۱۵۹) میرے محبوب ﷺ اگر آپ تیز مزاج ہوتے، تند خُو ہوتے تو لوگ آپ کے آس پاس سے بھاگ جاتے کوئی بھی آپ کے گرد

اور قریب نہیں ٹھہرتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت ہی رحیم و کریم خوش مزاج اور پاکیزہ عادت، نرم خصلت بنایا تاکہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو آپ اپنے انوار و برکات پہنچائیں اور وہ ان کو آسانی سے قبول کر سکیں ۔

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (پارہ ۲۸۔ التحریم ۶) اس نارِ جہنم پر ایسے فرشتے اللہ نے مقرر کئے ہیں جو نہایت تند خُو ہیں تیز مزاج ہیں نہایت ہی طاقتور ہیں لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ٥ (پارہ ۲۸۔ التحریم ۶) اللہ تعالیٰ ان کو جو بھی حکم فرماتا ہے اللہ کے کسی حکم کی وہ نافرمانی نہیں کرتے وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ٥ اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انھیں امر کیا جاتا ہے اور وہ فرشتے کونسے ہیں ؟ ان کو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے جہنم پر جو مقرر فرمایا تو دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ٥ (پارہ ۲۹۔ المدثر ۳۰) اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ پر انیس فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے اور وہ بڑے تند خو ہیں تیز مزاج ہیں بڑے شدید ہیں بڑے قوی ہیں بڑے سخت ہیں اور یہ اس لئے کہ مجرموں کے جو ٹھکانے ہیں ان ٹھکانوں پر ایسے ہی نگرانوں کو متعین کیا جاتا ہے ایسے ہی پہرہ داروں کو مقرر کیا جاتا ہے جو بڑے تند خُو، تیز مزاج اور بڑے سخت گیر، بڑے طاقتور ہوں تاکہ کوئی مجرم ان کے قبضے سے نکل نہیں سکے اور وہ اپنے ذہن میں کوئی غلط بات سوچ نہیں سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب جہنم میں لوگوں کو ڈالے گا تو ان کو ہر قسم کا عذاب ہو گا جسمانی عذاب بھی ہو گا ذہنی عذاب بھی ہو گا ان کے ذہن بھی، ان کے قلوب، ان کا دل، ان کا دماغ، ان کی سوچ، ان کی فکر سب عذاب میں مبتلا ہو گی تو یہ ان کے ذہنی عذاب کے لئے ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ لیں کہ وہ فرشتے جو ان پر مقرر کئے جائیں گے وہ بڑے تند خو ہونگے بڑے غلیظ ہونگے غلیظ کے معنی نجس نہیں ہیں معاذاللہ وہ فرشتے ہیں (نجس نہیں ہو سکتے) غلیظ کے معنی تند خو، تیز مزاج ہیں تو للہٰذا یہ بات سن کر ان کے ذہن پہلے ہی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے کہ بھئی ایسے فرشتے ہم پر مقرر کئے جائیں گے تو ہمارا حشر کیا ہو گا للہٰذا ان کے ذہنوں کو بھی عذاب پہنچایا ان کی سوچ کو، ان کی فکر کو اور ان کے قویٰ کو۔ غرض یہ ہے کہ اندر سے باہر تک، ظاہر سے باطن تک اور جسم سے روح تک ان کے ایک ایک رونگٹے کو اللہ تعالیٰ نے عذاب پہنچایا اور وہ انیس فرشتے ان پر مقرر فرمائے اور یہی دوزخ کے دربان ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی ذلت اور سخت عذاب کے لئے ایسے فرشتوں کو مقرر فرمایا ان کی تعداد قرآن میں انیس (۱۹) بتائی ہے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ط اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ ع (پارہ ۲۸۔ التحریم آیت ۷) اب وہ بات اور ہو گی، ہو گا یہ کہ جب قیامت کے دن دوزخی دوزخ میں جائیں گے اور جنتی جنت میں جائیں گے اور یہ سب اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونگے اور ہر ایک کا صحیح صحیح حساب ہو گا اللہ تعالیٰ نے صاف صاف قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ آج کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہو گی جس نے جو کچھ کیا ہے اس کے مطابق ہی اس کو بدلا دیا جائے گا تو اب جہنم میں جانے والے یہ منافقین، مشرکین، کفار ان تمام کا حال یہ ہو گا کہ وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے اور جھوٹے جھوٹے عذر

وہاں بیان کریں گے کبھی کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں کبھی کہیں گے کہ ہم تو اپنے آباء کے طریقہ پر چلتے رہے اور کبھی یہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو اتنی قوت ہی نہیں تھی اور ہمارے پاس تو اتنے اسباب ہی نہیں تھے جن اسباب کی وجہ سے ہم اے اللہ تیرے احکام پر عمل کر سکتے غرض یہ کہ مختلف قسم کے عذر بیان کریں گے اللہ تعالیٰ ان سے اس دن ارشاد فرمائے گا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ کافروں کو ارشاد ہوگا کہ آج تم کوئی عذر مت بیان کرو عذر بیان کرنے کا موقع گزر چکا ہے دنیا میں تم نے بہت عذر بیان کیے۔ قرآن نے کہا کہ منافقین جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آتے تھے تو وہ بڑے بڑے عذر بیان کرتے تھے اس لئے تو اللہ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (پارہ ۱۰۔التوبۃ ۴۳) میرے محبوب ان کو تو جھوٹے عذر بیان کرنے کی عادت ہے تو آپ نے اتنی جلدی کیوں ان کو معاف فرمادیا ذرا ان کے حق میں آیاتِ عذاب نازل ہوتیں اور ان کی روسیاہی ہوتی اور وہ بھری مجلس میں رسوا ہوتے تو آپ نے اتنی تاخیر فرمائی ہوتی آپ نے فوراً ہی ان کو اذن دے دیا۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جھوٹے جھوٹے عذر بیان کرنے کے تو یہ منافقین اور مشرکین عادی تھے اور اللہ نے فرمایا جھوٹے عذر بیان کرنے کا وقت چلا گیا۔

<u>حضور ﷺ کے غیب جاننے سے منافقین کا انکار</u> : آپ کو یاد ہوگا قرآنِ کریم کی ایک آیت ہے اور تفسیر مدارك کے اندر بھی یہ موجود ہے اور دوسری تفاسیر میں بھی کہ منافقین حضور تاجدارِ مدنی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے انھوں نے آکر یہ بات حضور ﷺ سے پوچھی کہ حضور ہماری اونٹنی گم گئی ہے حضور بتائیں وہ کہاں ہے تو دوسرا منافق پہلو میں بیٹھا تھا اس نے کہا کہ وَمَا يُدْرِيْهِ بِالْغَيْبِ ان کو غیب کا کیا پتہ، یہ تو غیب کی بات ہے یہ کیا جانیں، اس منافق نے دوسرے منافق کے کان میں یہ بات کہی تو حضور تاجدارِ مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تو نے کیا کہا اس نے کہا کہ ہم تو آپس میں کوئی بات کر رہے تھے یہ اس نے عذر بیان کیا جھوٹا عذر بیان کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (پارہ ۱۰۔ التوبۃ آیت ۶۶) میرے محبوب ان کو فرمادیجئے کہ تم ہمیشہ جھوٹے عذر بیان کرنے کے عادی ہو لَا تَعْتَذِرُوْا اب تم کوئی عذر بیان مت کرو تمھارا یہ کہنا وَمَا يُدْرِيْهِ بِالْغَيْبِ میرے محبوب کی توہین ہے اور تم نے میرے محبوب کی توہین کی اور اب یہ کہتے ہو کہ ہم تو آپس میں باتیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہم آپس میں مخول کرتے تھے تو اللہ نے فرمایا قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ (التوبۃ آیت ۶۵) میرے محبوب ان کو فرمائیں کہ خبیثو! تم اللہ کے ساتھ، اللہ کی آیات کے اور اللہ کے رسول کے ساتھ مخول والی باتیں کرتے ہو لَا تَعْتَذِرُوْا کوئی عذر مت بیان کرو قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اظہارِ ایمان کے بعد اب تم پکے کافر ہو چکے اب کوئی عذر مت بیان کرو۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ جو ہمیشہ جھوٹے جھوٹے عذر بیان کیا کرتے تھے تو قیامت کے دن بھی اپنی اسی ناپاک عادت کے مطابق جھوٹے عذر بیان کریں گے اللہ تبارك وتعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوْا

الْيَوْمَ ط إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ (پارہ۲۸۔ التحریم آیت ۷)اے کافرو! وہ عذر بیان کرنے کے دن گزر گئے تم نے دنیا میں بہت سے عذر بیان کئے آج کوئی عذر مت بیان کرو آج کوئی عذر نہیں چلے گا اور آج تمھیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے تمھارے اعمال کا تمھیں بدلہ ملے گا وہ عذر کرنے کے دن گزر گئے تم نے بہت عذر کئے غزوۂ تبوک کے موقع پر تم نے عذر کیا اور غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر تم نے عذر کیا اور غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر تم نے عذر کیا اور کہاں کہاں عذر کیا اور میرے محبوب کی بارگاہ اقدس میں تم نے بہت سی ناپاک باتیں کہیں اور پھر وہاں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں کر کے رسول اللہ ﷺ کی ہنسی اُڑاتے رہے تم نے سب کچھ کیا پھر عذر ہی بیان کرتے رہے لَا تَعْتَذِرُوْا الْيَوْمَ (پارہ۲۸۔ التحریم آیت ۷) آج کوئی عذر مت بیان کرو آج تو تمھیں تمھارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور آج تمھیں چھوڑا نہیں جائیگا۔ یہاں اللہ تبارك وتعالیٰ جل جلاله وعما نواله نے پہلے مؤمنین کو مخاطب فرمایا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (پارہ ۲۸ التحریم آیت ۶) تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو نارِ جہنم سے بچاؤ اور پھر نار کی صفت بیان فرمائی کہ وہ نارِ جہنم ایسی ہے کہ اس پر نہایت ہی تُند خو، تیز اور سخت طاقتور فرشتے مقرر ہیں اور تم نے اپنے آپ کو اس سے بچانا ہے، اپنی آل کو اس سے بچانا ہے اور اگر تم کافر رہے تو کافروں کا حال تو یہ ہوگا کہ جہنم کا ایندھن ہی آدمی اور پتھر ہیں آدمیوں کو جانا پڑیگا پتھروں کو جانا پڑیگا۔ آدمی کون ہیں؟ وہی مشرکین، وہی کفار ہیں جنھوں نے اللہ، رسول کے ساتھ کفر کیا اور پھر پتھر کیا ہیں؟ وہی ان کے بت ان کے معبود جن کو وہ ہمیشہ پوجتے تھے اور وہ ان کے لئے ہر قسم کی عبادت بجالاتے تھے تو دنیا میں وہ ان کی عبادت کرتے تھے پھر جب جہنم میں ان کو دیکھیں گے کہ یہ بھی ہمارے ساتھ پڑے ہوئے ہیں تو وہ بڑے مایوس ہوں گے وہ کہیں گے کہ انھی کہ سہارے پر تو ہم سارا کچھ وہاں کرتے رہے ان کا تو خود یہ حال ہے کہ جہنم میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے دوزخ میں ڈالنے کا تو کوئی مفہوم نہیں ہے وہ تو صرف ان کے پجاریوں کو مایوس کرنے کے لئے ہے کہ دیکھو جن کی تم عبادت کرتے تھے وہ تو آج خود ہی دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں چونکہ پتھروں کی پوجا کرتے تھے تو تمام ان پتھروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا جن کی وہ پوجا کرتے تھے اور ان کے پجاریوں کو بھی ان کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے کافرو! تم دنیا میں بڑے بڑے عذر بیان کرتے تھے عذر بیان کرنے کا وقت گزر گیا لَا تَعْتَذِرُوْا الْيَوْمَ ط (پارہ۲۸۔ التحریم آیت ۷) آج کوئی عذر مت بیان کرو تمھارے سارے کے سارے عذر ختم ہو گئے آج تو تمھارے عمل کا تم کو بدلہ ہی ملے گا اور وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے تم پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور زیادتی کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ تمھارے عمل ہی ایسے ہیں کہ وہاں کسی زیادتی کی ضرورت ہی نہیں تمھارے عمل ہر قسم کی سزا اور ہر قسم کے عذاب کا موجب ہیں اور وہ عذاب ایسا ہے کہ اس عذاب کے ہوتے ہوئے تمھارے لئے زیادتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و خوار فرمایا۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا (پارہ ۲۸ ۔التحریم آیت ۸) اب اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی طرف خطاب فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا اے ایمان والو! تم اللہ کی طرف خالص توبہ کرو ۔

تَوْبَةً نَصُوْحًا خالص توبہ : خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر ریا کی آمیزش نہیں ہو، جس کے اندر تمھارے نفسِ امارہ کی خواہشات کی آمیزش باقی نہیں رہے، کیا مطلب؟ تم یہ نہ کہو کہ لو ہم توبہ کیئے لیتے ہیں آج تو توبہ ہے کل دیکھا جائے گا تو یہ کیا توبہ ہوئی؟ اس لئے خالص توبہ کرو اور توبہ کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ جس گناہ سے تم نے توبہ کرلی اس کے بعد عہد کرلو کہ ہم اس گناہ کے قریب نہیں جائیں گے اور اگر تم نے یہ عزم نہیں کیا تو تمھاری توبہ خالص نہیں ہے۔ نَصُوْحًا، ن، ص اور ح یہ اس کا مادہ ہے اَلنُّصْحُ کے معنی ہی خالص ہونے کے ہیں اور اَلنَّصِيْحَة کے معنی بھی خلوص کے ہیں اور اسی لئے فرمایا اَلدِّيْنُ اَلنُّصْحُ اور ایک جگہ فرمایا بخاری شریف کی حدیث ہے اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ فرمایا دین تو ہے ہی نصیحت۔ اَلنُّصْح ہی دین ہے اس کے معنی ہیں خالص ہونا۔ فرمایا اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پارہ ۱۰ ۔التوبۃ آیت ۹۱) جب لوگ خالص ہو جائیں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ۔ اللہ اور رسول کے لئے خالص ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ کی عبادت کریں تو ریا کا تصور نہیں ہو خالص اللہ کے لئے عبادت کریں اور جب وہ رسول کے ساتھ کوئی معاونت کریں اور دین کی کوئی خدمت انجام دیں تو اس میں دنیاوی فائدے کو سامنے نہیں رکھیں دنیا کے فائدے کے تصور سے بالکل اپنے دل ودماغ کو خالی کرلیں، خالص کر کے پھر دین کی خدمت کو انجام دیں۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ بھئی ہم تمھارے لئے نصیحت کرتے ہیں یہ فلاناں ہمارا ناصح ہے، ہم تمھارے ناصح ہیں یہ بھی لفظ نصح سے ماخوذ ہے نصح کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو بات تم سے کہہ رہے ہیں وہ خلوص کے ساتھ کہہ رہے ہیں اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے تمھارا ہی فائدہ ہے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اغراض اور اپنے مقاصد سے بالکل خالص ہو کر جس سے ہم بات کرنا چاہتے ہیں اسی کے فائدہ کو ملحوظ رکھ کر اس سے بات کی جائے کہ دیکھو! اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمھیں نقصان ہوگا اور اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہمارا کوئی نفع ہے، نہ کوئی نقصان، ہم تو تمھیں نقصان سے بچانے اور فائدہ پہنچانے کی غرض سے یہ بات کر رہے ہیں ہم تمھارے لئے بالکل خالص ہیں مخلص ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (پارہ ۲۸ ۔التحریم آیت ۸) اے ایمان والو! تم اللہ کی طرف خالص توبہ کرو اور ایسی توبہ کرو کہ جس کی طرف کوئی شائبہ توبہ کے خلاف کسی مفہوم کا اس کے اندر نہیں پایا جائے تو خالص توبہ اگر تم کرو گے تو پھر اس خالص توبہ کا نتیجہ بھی تم پاؤ گے۔

خالص توبہ کا حال : آپ سے کیا کہوں۔ حضور تاجدارِ مدنی ﷺ نے اس سلسلہ میں جو ارشادات فرمائے وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں حضور ﷺ نے پہلی امتوں کی مثالیں بھی دیں اور حضور ﷺ کی اُمت کی تو مثال ہی کیا ہے

سبحان اللّٰہ ! كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (پارہ ۴۔ الِ عِمران آیت ۱۱۰) اللہ نے فرمایا کہ میرے محبوب کے غلاموں! تم تو بہترین اُمت ہو تمہیں لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا کہ تم لوگوں کے لئے نمونہ بن جاؤ کہ میرے محبوب کی امت ایسی ہوتی ہے ۔

پچھلی امتیں تو بہت گمراہ ہوئیں لیکن جوان کے اندر پاکیزہ لوگ تھے وہ بھی بہت اچھے تھے ۔ حضور ﷺ نے بعض مقامات پر بعض اوقات ان کی مثالیں بھی بیان فرمائیں بخاری شریف کی حدیث ہے مسلم شریف میں بھی ہے مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے مسند امام احمد میں بھی یہ روایت ہے اور میرے پاس صحیح ابن خزیمہ، مسند ابو یعلیٰ تمام محدثین نے اور صحیحین کے بعد تو پھر کسی کا نام لینے کی حاجت بھی نہیں ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پچھلی امتوں میں ایک ایسا شخص تھا جو بہت ہی گناہ گار تھا کوئی ایسا کام نہیں تھا جو اس نے نہیں کیا ہو اور پھر بے تحاشہ لوگوں کے جان ومال کا نقصان کرتا تھا عزتوں کو تباہ کرتا تھا بے گناہ لوگوں کو قتل کرتا تھا اس نے ننانوے قتل کئے (ایک کم سو) اس کے بعد اس کو خیال آیا کہ میں کتنا ظالم ہوں میں نے اتنے قتل کر دیئے میں نے اتنے گناہ کر دیئے اب کیا کروں کسی نے اس کو کہا کہ فلاں مقام پر ایک راہب ہے وہاں چلا جا تو جب راہب کے پاس تو جائیگا تو وہ تجھے توبہ کا کوئی راستہ بتائے گا۔ اس راہب کو تو عبادت کرتے کرتے زمانہ گزر چکا تھا دماغ میں خشکی پیدا ہو چکی تھی جب یہ وہاں پہنچا اور اس نے کہا کہ میں تو اتنا بڑا گناہ گار ہوں میں نے ننانوے قتل بے گناہ کر دیئے اتنے خون کر کے آیا ہوں میرے لئے نجات کا کوئی راستہ بتاؤ وہ راہب تو بڑا غضبناک ہوا اس نے کہا خبیث تو اتنے سخت گناہ کر کے میرے پاس آگیا ننانوے قتل کر کے میرے پاس آگیا اور چاہتا ہے کہ تجھے نجات ہو جائے بھاگ جا تیرے لئے نجات کی کوئی راہ نہیں ہے اور تیرے لئے کوئی توبہ نہیں ہے ۔اس نے اسے بالکل مایوس کر دیا جب مایوس ہو گیا تو بڑا پریشان ہوا پھر بھاگنے لگا کہنے لگا کیا کروں میرے لئے توبہ تو ہے ہی نہیں پھر سوچنے لگا کہ جب نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے اور بخشا تو ویسے بھی نہیں جاؤنگا تو پھر میں ایک عدد کی کیوں کمی رکھوں پورے سو (۱۰۰) ہی قتل کر دوں چنانچہ اس نے بیچارے راہب کو بھی قتل کر دیا راہب قتل ہو گیا کیا کرتا۔اب یہ وہاں سے بھاگا تو پھر اس کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی کہ میں تو گناہ بڑھاتا ہی چلا جا رہا ہوں بجائے اس کے کہ کچھ کمی ہو گناہ بڑھتے جا رہے ہیں پھر لوگوں سے کہا کہ مجھے بتاؤ میں کیا کروں کہاں جاؤں تو کسی نے اس سے کہا إِذْهَبْ إِلىٰ قَرْيَةٍ فِيهَا قَوْمٌ صَالِحُوْنَ ۔ بخاری شریف ،مسلم شریف ،مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے إِذْهَبْ إِلىٰ قَرْيَةٍ فِيهَا قَوْمٌ صَالِحُوْنَ فلاں بستی کی طرف چلا جا وہاں صالحین کی قوم رہتی ہے اولیاء اللّٰہ رہتے ہیں وہاں چلا جا۔اب یہ گھر سے نکلا (وہاں جانے کے لئے) تو راستہ کافی تھا سفر لمبا تھا ،گھر سے نکلا تو دل میں یہ پورا عہد کر کے نکلا کہ اب تو میں سچی اور پوری توبہ تَوْبَةً نَصُوْحًا کرنے کے لئے نکل رہا ہوں۔اب کیا ہوا کہ کہ ابھی راستہ آدھا طے ہوا تھا آدھے سے بھی کوئی ایک بالشت کم تھا کہ ملك الموت تشریف لے آئے کیونکہ اس

کی زندگی کے دن پورے ہو گئے اور موت کا فرشتہ آ گیا جب موت کا فرشتہ آیا تو اس نے اسے پکڑا اِس نے اُس فرشتے سے کہا کہ اللہ کے لئے مجھے اتنا موقع دو میں تو گناہ معاف کرانے جارہا ہوں میں نے تَوْبَۃً نَصُوْحًا کی ہے میں اولیاءُ اللّٰہ کی طرف جارہا ہوں۔ تو انھوں (فرشتے) نے کہا اب تو تمھاری موت کا وقت آ گیا ہے اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب یہ بڑا پریشان ہوا کہ اب میں کیا کروں وہاں تک پہنچا بھی نہیں تو جب کچھ بھی نہ ہوا تو حدیث میں ہے فَنَائَی بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا اس نے کہا کہ اب میں اولیاءُ اللّٰہ کی بستی تک تو نہیں پہنچ سکتا میں اپنا سینہ اولیاءُ اللّٰہ کی بستی کی طرف کیئے دیتا ہوں اس نے اپنا سینہ اُدھر پھیر دیا اور روح قبض ہو گئی۔ عذاب کے فرشتے نے کہا کہ دوزخ میں لے جائیں گے رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ ہم جنت میں لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ یوں کرو کہ زمین ناپ لو۔ جہاں سے چلا تھا اگر وہاں کے قریب ہو تو دوزخ کے فرشتے لے جائیں اور جہاں جارہا تھا اگر اس بستی کہ کچھ قریب ہو تو پھر رحمت کے فرشتے لے جائیں فیصلہ یوں کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب و الشھادۃ ہے اور عالمِ مافی الصدور ہے اللہ جانتا تھا کہ اس کی توبہ تَوْبَۃً نَصُوْحًا ہے خالص توبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تو یوں حکم دے دیا کہ تم زمین ناپو، زمین گھر کے قریب ہے یا اولیاءاللّٰہ کی بستی کے قریب ہے اور اس زمین کو حکم دیا جو اس کے گھر کے قریب تھی کہ اَوْحیَ اللّٰہ اِلَیْھَا زمین کی طرف وحی کی کہ ذرا پرے ہٹ جا اور جو زمین اولیاءُ اللّٰہ کی بستی کے قریب تھی اس کی طرف وحی کی کہ میرے بندے کے قریب آ جا بس اُس کے گھر کے قریب کی زمین تو ہٹ گئے اور اولیاءاللّٰہ کی بستی کی طرف والی زمین اس کے ذرا قریب آ گئی۔ جب فرشتوں نے ناپا تو جتنا اس نے سینہ پھیرا تھا اتنا ہی اولیاءاللّٰہ کی بستی کے قریب تھا رحمت کے فرشتے لے گئے۔

وسیلہ اور سبب: اب یہاں دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ رحمت فرمانے والا اللہ ہے اور کوئی نہیں، کیا اللہ کو بھی کسی وسیلہ کی حاجت ہے اللہ کو بھی کوئی سبب درکار ہے؟ اللہ تو سبب سے پاک ہے وہ تو سبب پیدا فرماتا ہے سبب کا محتاج نہیں ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے خود رحمت فرمانی تھی تو اس بات کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ زمین کو ناپو یا مت ناپو اور سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ اے زمین تو پرے ہٹ جا اور اے اولیاءاللّٰہ کی بستی کی زمین تو قریب آ جا، کیونکہ رحمت تو خود ہی فرمارہا ہے لیکن ایسا ہوا زمین بھی ناپی گئی اور اس کے گھر کی زمین کو دور کیا گیا، اولیاءاللّٰہ کی بستی کی طرف کی زمین کو اس کے قریب کیا گیا اور پھر جب فرشتوں نے ناپا تو جتنا اِس نے اولیاءاللّٰہ کی بستی کی طرف سینہ پھیرا تھا اتنا ہی اولیاءاللّٰہ کی بستی کے قریب پایا گیا اور جب اتنا قریب پایا گیا تو رحمت کے فرشتوں کو حکم ہو گیا لے جاؤ تمھارا کام بن گیا۔ کیا بات تھی؟ بتانا یہ تھا کہ رحمت تو میں ہی کرتا ہوں مگر اولیاءاللّٰہ کی عظمتوں کے جھنڈے بھی لہراتا ہوں مغفرت میں ہی فرماتا ہوں توبہ بھی میں ہی قبول کرتا ہوں کوئی نہیں جو توبہ قبول کرنے والا ہو کوئی نہیں جو مغفرت کرنے والا ہو کوئی نہیں جو رحمت کرنے والا ہو، رحمت کرنے والا میں ہوں مغفرت کرنے والا میں

ہوں توبہ قبول کرنے والا میں ہوں مگر میں نے اِن تمام کو اسباب اور وسائل بنادیا اس لئے کہ میرے (اللہ تعالیٰ) یہ محبوب مقرب بندے ہیں اِن کی عظمتوں کے جھنڈے ہمیشہ لہراتے رہیں۔ تو جن کی عظمتوں کے جھنڈے اللہ لہرائے کون ہے اُن کو نیچا کرنے والا اور اگر کوئی نیچا کرے گا تو خود ہی جہنم میں جائے گا اسفل السافلین میں۔

تو یہ تَوْبَةً نَّصُوْحًا کی بات ہے کہ تَوْبَةً نَصُوْحًا کہ معنی یہ ہیں کہ آدمی توبہ کرے کہ بس میں خالص ہو گیا اللہ کے لئے اور اب گناہ کرنے کا کوئی شبہ میرے دل و دماغ میں باقی نہیں رہا یہ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ہے اور اس تَوْبَةً نَّصُوْحًا کا نتیجہ پھر یہ ہوتا ہے ۔اللہ سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں تَوْبَةً نَّصُوْحًا کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ سے یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں کی محبت بھی عطا فرمائے اور اولیاء اللہ کی توہین سے اللہ ہر مسلمان کو بچائے خدا کی قسم حدیث میں آیا اور اللہ تعالیٰ کی حدیثِ قدسی ہے بخاری شریف کی حدیث ہے اللہ نے فرمایا مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ فرمایا جس نے میرے ولی سے عداوت کی میری طرف سے اُس کو اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے اللہ اپنا رحم و کرم فرمائے آمین

الدرس السادس عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ہ

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی اٹھارہ تاریخ ہے اور پیر کا دن ہے سبحان اللہ اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ثم اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ تو نے اپنی رحمت اٹھارہ روزے رکھوا دیئے بقیہ روزے بھی اپنی رحمت سے پورے کرادے اور تراویح، قرآنِ پاک کے جو معمولات ہیں وہ سب پورے کرادے اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرمادے آمین وماذالک علی اللہ بعزیز .

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ لا (پارہ ۲۸ ،التحریم آیت ۸) اللہ رب العزت جل جلالہٗ نے ایمان والوں کو خالص توبہ کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ ایمان والو! تم تَوْبَۃً نَّصُوْحًا اختیار کرو۔ کل تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کے معنی پر اور اس کے متعلقات پر میں تفصیل کے ساتھ کلام کر چکا ہوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کرو گے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا اور ہم کس لئے تمھیں حکم دیتے ہیں کہ تم تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کرو؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری تمام برائیوں کا کفارہ فرمادے اور تمھارے تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ میٹ دے اور کوئی برائی تمھارے ذمہ نہیں رہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے کہ جو جنٰت الخلد ہیں جنٰت النعیم ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے ہمیشہ کے رہنے کے باغات بنائے اس کے نیچے نہریں جاری فرمائیں طرح طرح کی نعمتیں تمھارے لئے پیدا فرمائیں اللہ تعالیٰ تم سے تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کا مطالبہ اس لئے فرما رہا ہے اور تمھیں اس لئے حکم دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کا کفارہ فرمادے تمھارے سیئات کو مٹا دے اور تمھیں پاک وصاف کر دے اور تم طیب و طاہر ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ تمھیں ان جنتوں میں داخل فرمائے کہ جن جنتوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں ان جنتوں میں تمھارے لئے پیدا فرمائیں ہیں وہ دار الخلد ہے اور وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں اللہ کی رضا کے سوا اور اللہ کی رحمت کے سوا اور کسی دوسری چیز کا تصور نہیں ہو سکتا وہاں یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ کبھی انسان وہاں سے دور ہو یا اُن نعمتوں سے محروم ہو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی نعمتیں جنٰت الخلد میں عطا فرمائیں اور ہمیں حکم دیا کہ یہ سب کچھ جبھی ہو گا کہ جب تم تَوْبَۃً نَّصُوْحًا اختیار کرو اور

تمھارے گناہ معاف ہوں اللہ تعالیٰ تمھیں جنّت الفردوس میں اور جنتوں میں داخل فرمائے گا اصل بات یہ ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا ہے انسان سے بتقاضہ بشریت بہت سی لغزشیں سرزد ہو جاتی ہیں عصمت انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور حفاظت اولیا کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے انعام خداوندی ہے تو کیونکہ معصوم انبیاء ہی ہیں اِس لئے انسان بتقاضائے بشریت کوئی نہ کوئی غلطی کر ہی بیٹھتا ہے بسا اوقات اس کو علم بھی نہیں ہوتا اور وہ غلطی کا مرتکب ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کی عدم توجہی کی حالت میں ایسی غلطیاں اس سے سرزد ہو جاتی ہیں کہ جس سے اس کا ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان اس بات پر غور کرے کہ بشری تقاضوں کے ہوتے ہوئے وہ اگر یہ سمجھے کہ میں بالکل پاک ہوں طیب و طاہر ہوں یہ تو ممکن نہیں ہے۔ عصمت تو خاصہ انبیاً علیہم السلام کا ہے تو جب انسان سے بتقاضائے بشریت غلطیوں کا صدور ہوتا ہے اور گناہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں تو پھر اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ توبہ کرے اور توبہ بھی ایسی کرے کہ وہ خالص ہو جس میں ہمیشہ زندگی بھر گناہ کے ترک کا عزم ہو۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعمانوالہ ٗ نے اِس دار العمل میں ہمیں یہ حکم دیا کہ یہ تَوْبَةً نَّصُوْحًا کا عمل اگر تم اختیار کرو گے تو دار الجزا میں تمھیں اس کی جزا جنّت النعیم نصیب ہوگی دنیا دار العمل ہے ہمیں عمل کرنا ہے اور یہ جو تَوْبَةً نَّصُوْحًا کا عمل ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے جس کو نصیب ہو جائے اور اس کی جزاء۔ تاکہ اللہ تمھیں جنتوں میں داخل فرمائے۔ جنّت الخلد یہ دار الجزا سے متعلق ہے اور تَوْبَةً نَّصُوْحًا یہ دار العمل سے متعلق ہے میں نے عرض کر دیا کہ یہ ضروری تھا کہ انسان بتقاضائے بشریت گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے اور پھر اسے گناہوں سے پاک ہونا اور پاک ہونے کی صورت یہی ہے کہ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا۔ اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعمانوالہٗ نے اپنے نیک بندوں کو، اپنے پاکباز بندوں کو یہ توفیق مرحمت فرمائی اور ہمیشہ اللہ والوں کو یہ توفیق مرحمت ہوتی ہے۔

اپنے برے اعمال پر خوف اور ندامت ایمان کا معیار ہے: مجھے حضرت شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول یاد آتا ہے انہوں نے فرمایا کہ گناہ کے صدور کا انکار تو کوئی مؤمن نہیں کر سکتا انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہوئے ان کی تو بات ہی نہیں ہے باقی ہم میں سے کوئی بھی یہ انکار نہیں کر سکتا کہ ہم گناہوں سے بالکل پاک ہیں لیکن گناہ کا صدور اللہ کے نزدیک اتنی بڑی بات نہیں جتنا کہ اس پر اصرار اور توبہ نہ کرنا ہے مؤمن سے گناہ کا صدور بعض اوقات تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت کا سبب ہوتا ہے اس لئے کہ صدورِ ذنب کے بعد مؤمن کے قلب میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ معلوم نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ ہو اور یہ خوف اور یہ ندامت مؤمن کے لئے خواہ چھوٹا گناہ ہی کیوں نہیں ہو مؤمن کے لئے گناہ کے بعد خوف اور ندامت کا لاحق ہونا یہ لازمی ہے قطعی ہے ضروری ہے بلکہ شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک عجیب بات فرمائی وہ فرماتے ہیں یہ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد ہیں اور اِن کے ملفوظات انفاس العارفین کی صورت میں شاہ ولی اللہ صاحب نے جمع کئے اور اُن کے جو حالات و واقعات

ہمارے سامنے ہیں وہ بڑے روح کو حیاتِ تازہ بخشنے والے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کی حیات اور ان کی حیات کے تاثرات جب مؤمن کے سامنے آتے ہیں تو اس کو روح کی آسودگی اور حیاتِ تازہ نصیب ہوتی ہے تو شاہ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ (کیونکہ دارومدار تو سب ایمان پر ہے اگر ایمان ہے تو سب کچھ ہے اور ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں توبہ بھی جب ہی کار آمد ہوگی جب ایمان ہو) اگر کوئی شخص یہ چاہے (کہ میں اپنے آپ کو سمجھتا ہوں کہ میں مؤمن ہوں) کہ اپنے ایمان کا معیار ڈھونڈے کہ میں کس معیار کا مؤمن ہوں اور کس درجے میرے اندر ایمان ہے اور ہے بھی یا نہیں ہے تو اس کا ایک معیار شاہ عبدالرحیم صاحب نے بتایا۔ انہوں نے فرمایا اس کا معیار یہ کہ گناہ تو ہر شخص سے ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ جب کسی سے گناہ سرزد ہو تو گناہ سرزد ہونے کے بعد وہ اپنے دل کی کیفیت کو محسوس کرے دیکھے کہ میرے دل کی کیا کیفیت ہے اگر گناہ صادر ہونے کے بعد اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی اور خوف کی کیفیت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ ایمان ہے اور خیر ہے اور اگر گناہ کے بعد اس کے دل میں کوئی ندامت ہی پیدا نہیں ہوئی اور گناہ کے بعد اس کے دل میں کوئی خدا کا خوف پیدا ہی نہیں ہوا تو سمجھ لے کہ اس کے اندر بالکل ایمان کا کوئی ذرہ نہیں ۔ کیوں اس لئے کہ گناہ کے بعد ایمان کے لوازمات سے خدا کا خوف ہے، ایمان کے لوازمات سے ندامت ہے۔ گناہ کے بعد ندامت اسی کو حاصل ہوتی ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہو اور گناہ کے بعد خدا کا خوف اسی کو لاحق ہوتا ہے جس کے دل میں ایمان ہو اور اگر گناہ کرتا چلا جارہا ہے نہ اس کو ندامت ہوتی ہے نہ اس کو خدا کا خوف لاحق ہوتا ہے تو سمجھ لے کہ اس کے اندر ایمان کا کوئی ذرہ نہیں ہے اور پھر وہ اس بات کو سوچے کہ میرے خاتمہ کا کیا حال ہوگا بہر نوع میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعما نوالہٗ نے کتنا کرم فرمایا اپنے بندوں کو ہر خطرے سے بچا کر نجات کی راہیں دکھائیں کہ میرے بندو! یہ خطرناک راہیں ہیں ان سے بچ جاؤ اور یہ راستہ تمھاری نجات کا ہے اس راہ پر آجاؤ اور یہ سب کچھ اپنے محبوب کے ذریعے کیا اپنے حبیب تاجدارِ مدنی جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ ہی کے ذریعے یہ سب کچھ کیا اور ہر خوفناک اور ہر بتاہی، ہر ہلاکت کی جگہ سے اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے ہمیں بچایا اور ہر نیکی اور ہر نجات کی طرف اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے ہمیں متوجہ فرمایا یہ سب تاجدارِ مدنی ﷺ کا طفیل ہے اگر کوئی نہیں سمجھے تو اس کی بدنصیبی ہے اور جو نہیں سمجھے تو پھر یہ سمجھ لے کہ اسے کوئی فیض حاصل بھی نہیں ہوگا اگر کسی نے یہ بات نہیں سمجھی تو اسے کچھ نصیب نہیں ہوگا نصیب اسی کو ہوگا جس نے یہ بات سمجھ لی کہ یہ سب کچھ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے مجھ کو عطا فرمایا ہر خطرے سے بچایا ہر ہلاکت سے بچایا اور ہر راحت اور ہر خیر اور نجات کی طرف اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے اللہ نے مجھے متوجہ فرمایا اور یہ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا یہ سب اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام اللہ کے حبیب ﷺ ہمیں سنا رہے ہیں اور ہمارے دل کی گہرائیوں میں اللہ کے کلام کا اثر پہنچا رہے ہیں اور میرا ایمان ہے کہ جب تک

رسول کریم ﷺ کی روحانیت شامل حال نہیں ہو ہمیں اللہ کے کلام سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا قرآن خود کہتا ہے
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۸۲) یہ قرآن تو نازل ہو رہا ہے مؤمن وہی ہیں جن کے دل میں عظمتِ رسول ہے مؤمن وہی ہیں جن کے دل میں محبتِ رسول ہے اس کیلئے قرآن شفا بن کر آرہا ہے ۔ ظالم وہ ہیں جو بالکل حضور ﷺ کی محبت وعظمت سے عاری ہیں ان کا کیا حال ہے وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا قرآن جتنا بھی نازل ہو گا ان کے لئے خسارے کے سوا اس کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہو گا۔

ے باراں کہ درلطافتِ طبعش خلاف نیست در باغ را نے روئے وگل روید

بارش تو زمین کے ہر ٹکڑے پر پڑتی ہے جس زمین کے اندر روئیدگی کا مادہ ہوتا ہے وہیں پیداوار ہوتی ہے اور جہاں روئیدگی کا مادہ نہیں ہو تا وہاں پیداوار نہیں ہوتی اور جہاں کانٹے پیدا ہونے کا مادہ ہوتا ہے وہاں پر کانٹے پیدا ہوتے ہیں پھر خس وخاشاک پیدا ہوتے ہیں تو اسی لئے ابو جہل ابو لہب کافر مشرک منافق ان کے دلوں میں تو جہل کفر و نفاق ہی ہے تو وہاں جتنا بھی قرآن نازل ہوا اس کا نزول تو بارانِ رحمت تھی لیکن آپ نے دیکھا کہ چمنستان پر بھی وہی پانی کے قطرے برستے ہیں، کلر زمین جہاں پر زہریلے کانٹے پیدا ہوتے ہیں وہاں بھی وہی پانی کے قطرے برستے ہیں مگر وہاں پھلواری نظر آتی ہے اور وہاں کانٹوں کے جھاڑ نظر آتے ہیں تو بات یہ ہے کہ صدیقِ اکبر، فاروق اعظم کے سینے تو معرفت کے باغ ہیں اور ابو جہل اور ابو لہب کے سینے زہریلے کانٹوں کے جھکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں حضور ﷺ کی محبت عطا فرمائے کیونکہ اس کے بغیر تو نہ ہمیں توبہ نصیب ہو سکتی ہے نہ توبہ کا نتیجہ ہمیں مل سکتا ہے اللہ نے صاف فرمادیا کہ تمھارے توبہ کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا تمھاری برائیوں کا کفارہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمھیں جنت میں داخل فرمائے گا وہاں اللہ کی نعمتیں ہونگی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں ساتھ یہ عرض بھی کرتا ہوں کہ دعا کیجئے کہ جو قرآن وحدیث کا کام اللہ نے میرے ذمہ لگایا ہے یہ کام پورا ہو جائے رمضان المبارک کا مہینہ تو بڑا بابرکت ہوتا ہے اس کی برکتوں کے صدقے میں میں دعا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام پورا کرادے۔ آمین

الدرس السابع عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلك لمن الشاھدین والشاکرین

والحمدللہ رب العالمین ہ

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارك کی تیئیس تاریخ ہے اور ہفتہ کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تو نے اپنی رحمت سے تیئیس روزے رکھوا دیئے بقیہ روزے بھی اپنی رحمت سے پورے کرادے اور رمضان شریف کے معمولات بھی پایہ تکمیل کو پہنچادے اپنی رحمت سے شرفِ قبول بھی عطا فرمادے۔ الہ العٰلمین ہم سب کے حال پر رحم فرما آمین

اللّٰھم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

یَوْمَ لَایُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ ءَ امَنُوْامَعَہٗ ج نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَاوَاغْفِرْلَنَا ج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ (پارہ ۲۸۔ التحریم آیت ۸)

یَوْمَ لَایُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ ءَ امَنُوْامَعَہٗ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعمانوالہٗ نے ارشاد فرمایا جس دن اللہ رسوا نہیں فرمائے گا نبی کریم ﷺ کو اور ایمان والوں کو نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ قیامت کا وہ دن ہوگا کہ ایمان والوں کا نور دوڑتا ہوگا انکے آگے آگے اور وہ نور ان کے دائیں بائیں دوڑتا ہوگا یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَانُوْرَنَا وہ ایمان والے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ ہی عرض کرتے رہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا فرمادے اور وَاغْفِرْلَنَا ہمیں بخش دے اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعما نوالہٗ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی کو رسوا نہیں فرمائے گا اور ایمان والوں کو بھی اللہ تعالیٰ رسوا نہیں فرمائے گا، قیامت کا دن وہ ہوگا کہ ایمان والوں کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا ان کے داہنے، بائیں ان کا نور ہی نور ہوگا، وہ یہی دعا کرتے چلیں گے اور رب تعالیٰ سے یہی عرض کرتے رہیں گے رَبَّنَآاَتْمِمْ لَنَانُوْرَنَا اے ہمارے رب ہمارے نور کو اور پورا کر اور زیادہ کر اور بڑھادے اور ہمیں بخش دے بے شک تیری قدرت تو بڑی وسیع ہے اور تو تو ہر چیز پر قادر ہے۔

پہلی بات یَوْمَ لَایُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ ءَ امَنُوْامَعَہٗ ج جس دن اللہ رسوا نہیں فرمائے گا اپنے حبیب کو اور نہ ایمان والوں کو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ نبی کو بھی رسوا نہیں فرمائے گا اور ایمان والوں کو بھی رسوا نہیں فرمائے گا نبی کا رسوا نہ ہونا اور ایمان والوں کا رسوا نہ ہونا یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ نے اس

ایک آیت میں بیان فرمائیں۔ رسوائی کے معنی آپ جانتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے ذلت اٹھانا، بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار ہونا۔ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ذلیل وخوار نہیں فرمائے گا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا نہیں فرمائے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ذلیل وخوار نہیں فرمائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایمان والوں کو رسوا نہیں فرمائے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف صاف بیان فرمادیا اس بات کو اپنے ذہن کے ایک گوشے میں رکھیئے۔

ایک بات کہنے کی یہ ہے کہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ (پارہ ۳۰ ،الکوثر آیت ۱) کی تفسیر میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو الکوثر عطا فرمائی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صاف صاف فرمادیا کہ الکوثر کے معنی خیر کثیر ہیں کسی نے کہا کہ کوثر تو حضور کی حوض کا نام ہے اور آپ خیر کثیر فرمارہے ہیں تو آپ نے اُس کو جواب دیا کہ هُوَ مِنَ الْخَيْرِ الْكَثِيْرِ کوثر خیر کثیر ہی ہے اور تم جو حوض کی بات کرتے ہو وہ بھی خیر کثیر میں شامل ہے وہ خیر کثیر سے باہر نہیں ہے تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کتنا عالمانہ اور معقول جواب دیا۔

اب تفہیم میں مودودی نے ایک عجیب ایسا ہلاکت کا راستہ اختیار کیا کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا، ابن ماجہ میں ایک حدیث شریف آئی ہے وہ حدیث تو تمام صحاح ستہ اور حدیث کی ساری کتابوں میں ہے مگر ابن ماجہ میں ایک زیادت ہے اور وہ زیادت صرف ابن ماجہ نے ہی روایت کی ہے کسی اور محدث نے اس زیادت کو روایت نہیں کیا وہ زیادت یہ ہے اور یہ زیادت بھی صرف مودودی نے تفہیم میں نقل کی ہے اور مجھے پڑھ کر بڑا دکھ ہوا جس انداز میں اس نے اسے نقل کیا ہے۔ قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (سورۃ التحریم) تو یہ آیت کریمہ ایسی ہے کہ اس کے استدلال کے پرخچے اڑا دیتی ہے اور ایسے ذلیل انسان کا منہ کالا کردیتی ہے۔ وہ زیادت اس طرح بیان کی کہ حدیث میں یوں روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو! تم حوض کوثر پر جب موجود ہو گے میں تمھیں سیراب کروں گا میں ساقیِ کوثر بنوں گا لوگ حوضِ کوثر پر آئیں گے تو میری شان یہ ہو گی کہ میں حوضِ کوثر کا پانی پلاؤں گا اور تم لوگ اس پر جمع ہو گے اور میں ساقیِ کوثر ہوؤں گا۔ یہ زیادت کے الفاظ جو ہیں جو ابن ماجہ نے روایت کئے اور کسی محدث نے روایت نہیں کئے وہ یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حوضِ کوثر پر تمھارا ساقی ہوؤں گا فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْهِىْ تو اے میری امت حوضِ کوثر پر میرا منہ کالا نہیں کرنا۔ آپ سمجھے؟ بس پوری حدیث میں یہی الفاظ اس کو نظر آئے حالانکہ یہ الفاظ جو ہیں یہ زیادت ہیں اب جو شخص علمِ حدیث سے واقف نہیں ہے اس کو پتہ نہیں کہ زیادات کے احکام کیا ہیں وہ نہیں جانتا۔ زیادت سے مراد وہ جملہ ہے کہ وہ پوری حدیث کے بعد ایک ایسا جملہ آیا کہ اور محدثین میں سے کسی نے روایت نہیں کیا اس کو زیادت کہتے ہیں اور اِس زیادت کو روایت کرنے والا جو ہے وہ ثقہ نہیں ہے پوری حدیث کے راوی تو ثقہ ہیں لیکن اس زیادت کا جو راوی ہے وہ ثقہ

نہیں ہے وہ غیرِ ثقہ ہے۔ جس وقت میری نظر سے یہ بات گزری تو میرا کلیجہ کانپ اُٹھا اور میں نے کہا کہ دیکھو اِس شخص کو یہی الفاظ نظر آئے حالانکہ وہ ایک زیادت کے الفاظ ہیں اور وہ زیادت بھی جن راویوں نے روایت کی ہے اُن میں ایک راوی بالکل غیرِ ثقہ ہے غیرِ ثقہ کی زیادت تو اُس کو نظر آئی اور اُسکو اُس نے بڑا خوش ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ مجھے ایک بڑا سرمایہ ہاتھ آگیا اور اُس نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس زیادت کے الفاظ کو لکھ دیا اور یہ ترجمہ کر دیا جو میں نے آپ کو سنایا اور اِس لفظ کو بولتے ہوئے بھی کلیجہ پھٹتا ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کے رسولِ کریم ﷺ کے متعلق جو یہ زیادت جو غیرِ ثقہ کی زیادت ہے جب اُس کو تفہیم میں نقل کیا گیا اور وہ بھی إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (پارہ ۳۰۔الکوثر ۱) کی تفسیر میں۔ یہ سورۃ وہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے کمالِ فضل و کمالِ عظمت و کمالِ کرامت و کمالِ مدحت اور حضور ﷺ کے محاسنِ جمیلہ کے بیان میں نازل ہوئی ایسی سورۃ کی تفسیر کرتے ہوئے اس غیرِ ثقہ کی زیادت کو نقل کر دینا میں نہیں سمجھتا کہ یہ اس کے کون سے مخفی مقصد اور ارادے کی نشاندہی کرتا ہے۔ قرآن تو صاف کہتا ہے يَوْمَ لَايُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ ءَ امَنُوْا مَعَهٗ ج (سورۃ التحریم) بتایئے جس کا منہ کالا ہو اُس سے بڑھ کر بھی کوئی روسیاہ ہو سکتا ہے اور ذلیل و خوار ہو سکتا ہے؟ قرآن کی اِس آیت کو تو پڑھا نہیں اب دیکھیں، آپ قرآن میں سورۃ التحریم کی اِس آیت کو پڑھیے يَوْمَ لَايُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ ءَ امَنُوْا مَعَهٗ ج اللہ فرماتا ہے کہ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نبی کو ہرگز ہرگز رسوا نہیں فرمائے گا اور نہ ان لوگوں کو رسوا فرمائے گا جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ ارے! جن کے ساتھیوں کو بھی اللہ رسوا نہیں کرے گا تو اُن کے متعلق یہ کہنا کہ فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْهِيْ حضور نے فرمایا کہ دیکھو! کہیں حوضِ کوثر پر میرا منہ کالا نہیں کرنا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور یہ بات کون سے دماغ میں آئے گی کہ قرآن کی اِس آیت کے ہوتے ہوئے کہ يَوْمَ لَايُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ ءَ امَنُوْا مَعَهٗ ج اللہ تعالیٰ بالکل بالکل قطعاً ہرگز ہرگز رسوا نہیں فرمائے گا نبی کو قیامت کے دن اور نہ ان لوگوں کو رسوا فرمائے گا جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ بتایئے وہ زیادت جس کا راوی بھی ثقہ نہیں ہے اُس پر تو اعتماد کر لیا اور قرآن کی اِس آیت کو چھوڑ دیا یہ کتنا غضب ہے۔ تو یہ بات اِس کی نشاندہی کرتی ہے کہ اِن لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ کا بغض کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ بھئی یہ آیت سورۃ التحریم کی جو میں بار بار پڑھ رہا ہوں آپ ایمان سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے رسوا نہ ہونے کا اعلان فرمایا کہ نہیں فرمایا؟ اللہ فرماتا ہے کہ رسول کو قیامت کے دن ہرگز ہرگز رسوا نہیں کروں گا اور رسول کو کیا جو لوگ رسول کے ساتھ ایمان لائے اُن کو بھی میں رسوا نہیں کروں گا وہ سب رسول کے دامن میں ہوں گے نہ رسول کی رسوائی ہوگی نہ رسول کے ساتھ ایمان لانے والوں کی رسوائی ہوگی۔ اُن سب کی عزت ہوگی عظمت ہوگی کرامت ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَبِأَيْمٰنِهِمْ (التحریم آیت ۸) جن کا نور ان کے آگے آگے چلتا ہوگا دوڑتا ہوگا اور ان کے داہنے ان کے بائیں ان کا نور ہوگا اور وہ یہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے رہیں گے رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

وَاغْفِرْلَنَا ۔ اللہ اللہ۔ تو جن کے غلاموں کا یہ عالم ہو گا کہ جہاں وہ چلتے ہوں گے وہ سارا ماحول ہی پُر نور ہو گا بتایئے اِس سے بڑھ کر بھی کوئی عزت ہو گی۔ ارے ! جن کے غلاموں کا یہ مقام ہے تو اُن (غلاموں) کے آقا کی کیا شان ہو گی پھر یہ زیادت نقل کر کے دل کی بھڑاس نکالنا اور قرآن کی اِس آیت کو بالکل نظر انداز کر دیا ایک تو یہی آیت جو میں بار بار پڑھ رہا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پارہ ۱۵ ۔ بنی اسرائیل آیت ۷۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے، آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر جلوہ افروز فرمائے۔

مقامِ محمود: حمد کیا ہوا مقام۔ کس کو رونق افروز فرمائے ؟ محمد ﷺ کو، جو کمال حمد کئے ہوئے ہیں دیکھو! ایسی زیادت کو تو سامنے رکھ لیا جس کا راوی بھی ثقہ نہیں قرآن کی آیتوں کو بھی چھوڑ دیا اور صحیح احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا۔ غضب ہے ۔ اب میں آپ کو صحیح حدیث بتاؤں جو بخاری شریف میں موجود ہے میرے آقا ﷺ کا مقامِ محمود پر جلوہ گر ہونا کیا شان کا موقع ہو گا کیا بات ہو گی بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ہیں یَحْمِدُہٗ الْاَوَّلُوْنَ وَ الْآخِرُوْنَ دوسری روایت ہے یَحْمِدُہٗ اَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُمْ بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ہیں فرمایا کہ تمام اولین اُن کی حمد کریں گے یعنی حضور ﷺ کی اور تمام آخرین حضور ﷺ کی حمد کریں گے اور کتنے پیارے الفاظ ہیں آپ ذرا غور تو فرمائیں یَحْمِدُہٗ اَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُم تمام اھل جمع، جمع کے معنی ہیں محشر، جمع کہتے ہیں محشر کو، تمام اھلِ محشر حضور ﷺ کی حمد کریں گے کُلُّھُمْ سب، تو اول تو اھل کی اضافت جمع کی طرف یہ خود اضافت اضافتِ استغراقی ہے اور پھر کُلُّھُمْ اس کی تاکید، غور تو فرمائیں یعنی میدانِ محشر کا کوئی فرد ایسا نہیں رہے گا جو حضور ﷺ کی حمد نہیں کرے گا اور آپ کو معلوم ہے میدانِ محشر میں کون کون ہوں گے اولین سے آخرین تک کوئی بھی ایسا نہیں ہو گا جو میدانِ محشر میں نہیں ہو کیونکہ ہر ایک نے وہاں جمع ہونا ہے اور ہر ایک کا حساب و کتاب اور ان تمام کا جزاو سزا کا موقع وہی ہو گا سب جمع ہوں گے اور سب میں کون کون ہوں گے خدا کی قسم تمام انبیاء علیھم السلام ہوں گے رسلِ کرام ہوں گے صدیقین ہوں گے شُھداء ہوں گے صالحین ہوں گے صالحات ہوں گی مؤمنین ہوں گے مؤمنات ہوں گی طیبین ہوں گے طیبات ہوں گی تمام ہوں گے اور سب کس حال میں ہوں گے یَحْمِدُہٗ سب حضور ﷺ کی حمد کر رہے ہوں گے انبیاء بھی حضور ﷺ کی حمد کر رہے ہوں گے۔

ارے ظالم! کیسے غضب کا مقام ہے میدانِ محشر میں انبیاء تو اُن کی حمد کریں اور تُو یہ لفظ بول رہا ہے تجھے کچھ خدا کا خوف نہیں آتا انبیاء و رسل کرام حضور ﷺ کی حمد میں مشغول ہوں گے یَحْمِدُہٗ الْاَوَّلُوْنَ الْآخِرُوْنَ اولین و آخرین حمد کر رہے ہوں گے اور پھر سب حمدوں میں مصروف ہونگے یَحْمِدُہٗ اَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُمْ میں

تمام اھلِ محشر میں یہ سب حضرات ہوں گے۔ ہوں گے کہ نہیں ہوں گے ؟ان کے علاوہ جتنے کفار ہیں مشرکین ہیں منافقین ہیں فساق ہیں فجار ہیں ظالمین ہیں سب وہاں موجود ہوں گے۔بھئی تمام کافر ہوں گے یا نہیں ہوں گے ؟ فرعون بھی ہوگا، ہامان بھی ہوگا، نمرود بھی ہوگا، قارون بھی ہوگا، ابو جہل بھی ہوگا، ابو لہب بھی ہوگا، عتبہ بھی ہوگا، شیبہ بھی ہوگا، کعب بن اشرف بھی ہوگا، عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین بھی ہوگا تمام دشمنان دین ہوں گے اور پھر کیا حال ہوگا ؟ يَحْمِدُهٗ اَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ ہر ایک کی زبان پر حضور ﷺ کی حمد جاری ہوگی ارے ! ابو جہل بھی تو وہاں حضور ﷺ کی حمد کرے گا کیونکہ اَهْلُ الْجَمْعِ میں وہ ہے یا نہیں ہے ؟ وہ بھی حضور ﷺ کی حمد کرے گا اور ابو لہب بھی حمد کرے گا عبداللہ بن اُبی بن سلول بھی حضور ﷺ ی حمد کرے گا اور فرعون بھی حضور ﷺ کی حمد کرے گا ہامان، شداد اور نمرود سب کے سب حضور ﷺ کی حمد کریں گے اور جتنے کافر ہیں فاسق ہیں مشرک ہیں منافق ہیں سب کو حضور ﷺ کی حمد کرنا ہوگی مگر بھئی اُس وقت حمد کرنا بیکار ہوگا آج حمد کروگے تو کار آمد ہوگی

ـــــ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قیامت میں تو ابو جہل بھی حمد کرے گا ابو لہب بھی حمد کرے گا۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ جہاں، جس میدانِ محشر میں جس قیامت کے دن حضور ﷺ کے ایسے دشمن بھی حضور ﷺ کی حمد کریں گے اب وہاں یہ کہنا اور یہ الفاظ کہہ کر دل کی بھڑاس نکالنا ایمان سے کہنا یہ کیا ہے ؟ اب میں اس کو کن لفظوں سے تعبیر کروں مجھے الفاظ نہیں ملتے تو اس بخاری کی حدیث کو بھی نظر انداز کر دیا باقی حدیثوں کو بھی نظر انداز کر دیا يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ ءَ امَنُوْا مَعَهٗ اس کو بھی نظر انداز کر دیا قرآن و حدیث سب کو چھوڑ دیا ایک زیادت ابن ماجہ کی لے لی جس کا راوی بھی ثقہ نہیں ہے کتنا افسوس کا مقام ہے۔ بہر حال میں نے آپ کو یہ بتایا کہ اللّٰہ رب العزت جل جلالہ و عما نوالہ اپنے محبوب تاجدارِ مدنی جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ کا کیسا دفاع فرمارہا ہے۔ دیکھو! یہ (مودودی) تو اب پیدا ہوا اس نے اب یہ کہا یا جس نے یہ زیادت روایت کی وہ غیر ثقہ راوی وہ اب پیدا ہوا اللہ کو معلوم تھا کہ ایسے لوگ ایسی بات کریں گے اللہ نے پہلے فرمادیا کہ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ ءَ امَنُوْا مَعَهٗ ج اللہ نے فرمادیا یہ سب جھوٹ بولتے ہیں، سب جھوٹے ہیں، سب کذاب ہیں اللہ اپنے نبی کو ہرگز ہرگز رسوا نہیں کرے گا اور نبی تو نبی جو نبی کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اللہ ان کو بھی رسوا نہیں فرمائے گا تو مسلمانو! کس قدر ہمارے ایمانوں کو تازگی نصیب ہوئی ہے، ہاں مگر ڈنگ مارنے والا تو بہر حال ڈنک مارتا ہی ہے پھر وہ اپنے کام سے تو باز نہیں آتا۔ ایک بزرگ ایک منظر دیکھ رہے تھے کہ ایک نیک آدمی دریا کے کنارے بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بچھو دریا میں گر گیا اب وہ بچھو ڈوبتا تھا انھوں نے کیا کیا انھوں نے کہا کہ بچھو تو مر جائے گا اور تو کوئی چیز تھی نہیں ہاتھ پر اس کو نکالا جہاں ہاتھ پر نکالا اس نے فوراً اپنا ڈنک ماردیا وہ ہاتھ ان کا لرزا وہ پھر پانی میں گر گیا انھوں نے کہا یہ تو مر جائے گا پھر انھوں نے اٹھالیا پھر اس نے ڈنک ماردیا وہ جو اللہ کے نیک بندے پیچھے

کھڑے ہوئے تھے انھوں نے کہا کہ بڑاافسوس ہے آپ کو عقل ہی نہیں ہے وہ برابر ڈنک مار رہا ہے اور آپ اس کو پھر ہاتھ میں اٹھالیتے ہیں وہ پھر ڈنک مار دیتا ہے آپ کو اٹھانے کی کیا ضرورت ہے انھوں نے فرمایا کہ وہ اپنی برائی سے باز نہیں آتا میں بھلائی سے کیسے باز آجاؤں وہ برائی نہیں چھوڑتا تو میں نیکی کیسے چھوڑ دوں۔ تو بات یہ ہے کہ وہ اپنی وہ آن نہیں چھوڑتے ہم اپنی شان کیسے چھوڑ دیں۔ تو میں عرض کروں گا کہ ایمانوں کی ضمانت تو نبی کریم تاجدارِ مدنی ﷺ کی عظمت میں ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں الٰہی یہی عظمتیں لیکر ہم دنیا میں زندہ رہیں اور موت آئے تو انہی عظمتوں کو ہم لئے ہوئے ہوں اور ہم قبر میں جائیں تو ہم انہی عظمتوں کو ساتھ لیکر جائیں تاکہ ہماری قبریں جنت کا باغ بن جائیں اور قیامت کے دن حضور ﷺ کا دامن نصیب ہو جہاں نہ حضور ﷺ رسوا ہوں گے نہ حضور ﷺ کے دامن میں پناہ لینے والے رسوا ہوں گے سب کو پناہ ہوگی و آخر دعونا عن الحمد للہ

(سوال کے جواب میں : جانور تو کیا، قیامت کے دن تو شیطان کو بھی حضور ﷺ کی حمد کرنا ہوگی)

الدرس الثامن عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰهِ وکَفٰی وَسَلَام'' عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ط وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ہ (الفتح آیت ۲۸)

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسوله النبی الامین ونحن علی ذلك لمن الشاهدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ہ

اللّٰهم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰلہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَی اِحْسَانِهٖ آج رمضان المبارك کی اٹھائیس تاریخ ہے اور جمعرات کا دن ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ تو نے اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کے صدقے میں اٹھائیس روزے رکھوا دیئے باقی دو ایک روزے جو باقی ہیں وہ بھی اپنی رحمت سے پورے کرادے اور جو معمولات باقی ہیں اُن کو پایہ تکمیل تک پہنچادے اور شرفِ قبول بھی عطا فرمادے ہمارے جو بھائی اعتکاف بیٹھے ہیں یا اللہ! اُن کے اعتکاف کو بھی تکمیل تک پہنچادے اور ان کو شرفِ قبول عطا فرمادے آمین ثم آمین

اللّٰهم صل علی سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی اٰلہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

یٰٓاَیُّهَاالنَّبِیُّ جَاهِدِالْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ط وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (التحریم آیت ۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نبی مکرم نورِ مجسم ﷺ جَاهِدِالْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ آپ جہاد فرمائیں کافروں اور منافقوں سے وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ اور اے محبوب ﷺ آپ طبعاً نہایت ہی نرم طبع ہیں آپ ذرا اُن پر سختی فرمایئے کافروں اور منافقوں پر آپ ذرا سختی فرمایئے مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم اپنے نبی کریم ﷺ کو دیا ہے۔

کافراور منافق سے جہاد میں فرق: آپ کو معلوم ہے کہ کافروں اور منافقوں کے احکام الگ الگ ہیں ساری عمر کافر کافر ہی رہے گا اور اس پر کفر ہی کے احکام مرتب ہوں گے جب تک کہ وہ کفر سے تائب ہو کر مسلمان نہیں ہو جائے اور اسی طرح منافق عمر بھر منافق ہی رہے گا اور اس پر نفاق ہی کے احکام مرتب ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے نفاق سے توبہ کر کے مؤمن مخلص نہیں بن جائے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کفر ظاہری چیز ہے اور نفاق باطنی چیز ہے جن لوگوں نے ظاہر وباہر کفر کیا اُن پر کفار کا حکم لگا کہ وہ کافر ہیں اُن کے ساتھ جہاد بالسیف کا حکم دیا گیا کہ تلوار سے اُن پر جہاد کیجئے چنانچہ غزوہ بدر میں کفار سے جہاد ہوا غزوہ اُحد میں کفار سے جہاد ہوا حالانکہ غزوہ اُحد میں منافقین بھی موجود تھے لیکن منافقوں کو قتل نہیں کیا گیا اور کفار کے ساتھ مقاتلہ ہوا۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد بالسیف اور جہاد بالسنان نیزوں، تلواروں، تیروں کے ساتھ جہاد ہے کافروں کے ساتھ سیف و سنان کا جہاد اور منافق کے ساتھ جہاد باللسان، لسان کا جہاد۔ جہاں تک ہو سکے زبانی وعظ و نصیحت اور زبانی تبلیغ

اور ترغیب اور ترھیب منافقوں کے ساتھ اختیار کی جائے ۔

کافروں اور منافقوں کے جہاد میں تفریق کیسے ممکن ہے ؟اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کافروں کے ساتھ تو تلوار سے جہاد ہوا اور منافقوں کے ساتھ زبان سے جہاد ہوا لیکن یہ تفریق کیسے ہو گی ؟اور قرآن کی اس آیت پر عمل کیسے ہو گا ؟ اللہ کا حکم یہ ہے کہ محبوب ! کافروں سے بھی آپ جہاد کریں، منافقوں سے بھی جہاد کریں کافروں کا جہاد اور ہے منافقوں کا جہاد اور ہے تو جب تک رسول اللہ ﷺ کو ایک ایک منافق کا علم نہیں ہو جائے کہ یہ منافق ہے کس طرح کافروں کے جہاد سے اس کو ممتاز فرمائیں گے۔آپ غور فرمائیں کافروں کا حکم الگ ہے اور منافقوں کا الگ ہے تو دونوں کے اوپر الگ الگ احکام کا جاری کرنا اور حکم جہاد ہی کو لے لیجئے اسی حکم جہاد میں کافروں کو منافقوں سے جدا کرنا اور منافقوں کو کافروں سے جدا کرنا اور اُن کے لئے وہ جہاد کرنا جو اُن کے لئے حکم ہے اور اِن کے لئے وہ جہاد کرنا جس کا اِن کے لئے حکم ہے یہ کب ہو گا ؟ یہ جب ہی ہو گا جب حضور ﷺ کافر کو بھی پہچانیں اور منافق کو بھی پہچانیں اور اگر حضور ﷺ کو پتہ ہی نہیں ہو کہ منافق کون ہے اور کافر کون ہے اور مؤمن کون ہے تو آپ بتائیں کہ اللہ کے اِس حکم پر حضور ﷺ عمل کر سکتے ہیں ؟ پھر یہی نہیں بلکہ قرآن کی ایک اور آیت پڑھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (پارہ ۱۰۔ التوبة آیت ۸۴) محبوب آپ کسی منافق کے جنازے کی نماز نہیں پڑھیں۔ تو جب تک حضور ﷺ کو علم نہیں ہو کہ یہ منافق ہے تو کس طرح حضور ﷺ اس پر عمل فرمائیں گے تو یہ عمل جبھی ممکن ہے جب حضور ﷺ کو علم ہو کہ یہ منافق ہے اس علم کے مطابق حضور ﷺ عمل فرمائیں گے اب اگر منافقوں کے متعلق علم حضور ﷺ کے لئے تسلیم نہیں کیا جائے تو قرآن کی یہ آیات حضور ﷺ کے لئے قابل عمل نہیں ہو سکتیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن کی آیتیں حضور ﷺ کے لئے قابل عمل نہیں ہوں ہمارے لئے تو ممکن ہے کہ جب تک کسی آیت کا مفہوم ہمارے لئے متعین نہیں ہو جائے اُس وقت تک ہم مجبور ہیں اور جب تک اُس کا مفہوم متعین ہو ہم انتظار کریں اور جب حضور ﷺ پر اللہ کے احکام نازل ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ حضور سید عالم ﷺ پر قرآن نازل ہو اور پھر ایسا قرآن نازل ہو کہ حضور ﷺ اُس کا مفہوم بھی نہیں سمجھیں اُس کے معنی بھی حضور ﷺ نہیں سمجھیں حضور ﷺ کو پتہ نہیں چلے کہ اللہ منافقین کا لفظ فرما رہا ہے اب مجھے (حضور ﷺ کو) کیا پتہ کہ منافق کون ہے کون نہیں ہے۔ تو پھر یہ کیا ہوا۔ تو یہ لوگوں نے دین کا مذاق بنا لیا اور یہ کہہ دیا کہ حضور ﷺ کو منافقوں کا پتہ نہیں تھا ۔ یہ غلط ہے اور یہ جھوٹ ہے۔ قرآن نے تو یہاں تک کہہ دیا فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ (پارہ ۲۶ محمد آیت ۳۰) میرے محبوب آپ نے تو اُن کی پیشانیوں سے اُن کو پہچان لیا اور رہی سہی بات اُن کے لب و لہجہ سے ظاہر ہو جائے گی کیونکہ مؤمن کا لب و لہجہ منافق کے لب و لہجہ سے کبھی مل نہیں سکتا اور منافق کا لب و لہجہ مؤمن کے لب و لہجہ سے کبھی معافقت نہیں کر سکتا تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ محبوب آپ نے اُن کو پہچان لیا۔ اب آپ کے دل میں یہ خیال ہو گا کہ اگر یہی بات

تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَاتَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط (پارہ ۱۱ التوبۃ ۱۰۱) مدینہ میں جو منافقین ایسے ہیں کہ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ جنھوں نے نفاق پر تمرد اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَاتَعْلَمُهُمْ ج نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ آپ ان کو نہیں جانتے ہم اُن کو جانتے ہیں تو اِس آیت کا مطلب لوگوں نے صحیح نہیں سمجھا جبکہ اللہ نے یہ بتادیا کہ آپ تو اُن کی پیشانی سے ان کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ منافق ہیں اور پیشانی سے آپ اُن کو جان لیتے ہیں کہ یہ منافق ہیں اب یہ بات کہ لَاتَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط اس کا کیا مفہوم ہوگا اِس کا مفہوم آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ اللہ فرماتا ہے اِن منافقوں کو آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں ہم دو دفعہ انھیں عذاب دیں گے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو اِس کا مفہوم صاف اور واضح یہ ہے کہ یہاں جاننے سے لَاتَعْلَمُهُمْ ط سے حضور ﷺ کے علم کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ میرے محبوب یہ آپ کے جو دشمن ہیں آپ اِن کو نہیں جانتے ہم اِنھیں جانتے ہیں یہ اس بات کے لئے ہے کہ حضور ﷺ تو رؤف و رحیم ہیں حضور ﷺ تو منافقین کا عذاب بھی نہیں چاہتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے محبوب ہم اِن کو ایک نہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے اور آپ انھیں نہیں پہچانتے آپ انھیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں یہ کس لئے فرمایا؟ یہ اِس لئے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کو یہ فرمانا مقصود ہے کہ پیارے محبوب اِن کا معاملہ اب آپ ہم پر چھوڑ دیجئے آپ اِن کو نہیں جانتے ہم انھیں جانتے ہیں، آپ اِن کو نہیں جانتے کا کیا مطلب؟ آپ تو اِن کے عذاب کو بھی گوارا نہیں فرمارہے کیونکہ آپ تو رحمۃ اللعالمین ہیں اور ہم تو اِن کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ عذاب دیں گے لہٰذا آپ انھیں ہم پر چھوڑ دیں۔ آپ کو معلوم ہے ایک محبوب کا دشمن جو کھلم کھلا محبوب کے ساتھ دشمنی کرتا ہے اور جب محبّ کو پتہ لگے کہ یہ میرے محبوب کا دشمن ہے اور محبوب بھی جانتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے لیکن محبوب کچھ کہتا نہیں اور محبّ نے کیا کیا، محبّ نے اُس کو سزا دینے کی تیاری کی تو محبوب نے کہا کہ آپ سزا نہیں دیں تو محبّ کہے گا تو نہیں جانتا اِس کو میں جانتا ہوں یہ کیسا ظالم ہے۔ اِس نہ جاننے کا مطلب علم کی نفی نہیں ہے اِس نہیں جاننے کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب آپ اِن کے کفر و نفاق اور اِن کے تمرد کو کوئی ایسی نوعیت نہیں دے رہے کہ جس نوعیت کی بناء پر آپ اِن کے عذاب کو دیکھیں اور دیکھیں کہ یہ معذب ہورہے ہیں یہ آپ کا حسنِ خلق ہے آپ کی کمالِ رافت ہے اور آپ کی کمالِ رحمت ہے پھر اس کے علاوہ یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر لَاتَعْلَمُهُمْ سے یہی مراد لیا جائے کہ حضور ﷺ اُن کو نہیں جانتے تو پھر آپ ہی مجھے بتائیں کہ جب حضور ﷺ اُنھیں جانتے ہی نہیں تو وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ کے کیا معنی ہونگے حضور ﷺ انھیں جانتے ہی نہیں تو کس طرح اس آیت پر عمل کریں گے اور حضور ﷺ اُن کو جانتے ہی نہیں تو جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ پر عمل کیوں کر ہوگا تو عمل تو جبھی ہوسکتا ہے کہ جب حضور ﷺ اُن کو جانتے ہوں اور قرآن نے خود بھی کہہ دیا کہ میرے محبوب آپ تو اُن کو اُن کی پیشانی سے پہچان لیتے ہیں اور اُن کے لب و لہجہ سے آپ اُن کو پہچان لیتے ہیں مجھے ایک واقعہ یاد آیا غالباً تفسیر بحرِ مواج میں ہے یا کہاں ہے کہ

سرکار دو عالم ﷺ کا حمار مبارک جو نہی کسی منافق کو دیکھتا تو اس کو دیکھ کر فوراً پیشاب کر دیتا اور لوگ پہچان لیتے کہ یہ منافق ہے اور منافق کی نشانی یہ مقرر ہو گئی کہ وہاں لے چلو دیکھو اس کو دیکھ کر وہ حمار شریف پیشاب کرتا ہے یا نہیں کرتا اگر پیشاب پھر گیا تو سمجھو پکا منافق ہے ۔ آقائے نامدار کی عظمتوں کا کیا کہنا بھئی! حضور ﷺ کا وہ حمار شریف جس پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اُس تک کو اللہ تعالیٰ نے یہ امتیاز عطا فرمادیا اور یہ کہتے ہیں کہ رسول کو پتہ نہیں۔ بہر نوع میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ جل مجدہٗ نے فرمایا یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ جَاھِدِالْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اے پیارے نبی محترم ! آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ہر ایک کا جہاد چونکہ الگ الگ ہے اور یہ جبھی ہو سکتا ہے جب حضور ﷺ کو کافروں کے ساتھ ساتھ منافقوں کا بھی علم ہو۔ چونکہ اللہ کا حکم یہ تھا کہ ان پر کفر کے احکام نافذ نہیں کئے جائیں اور ان کو رہنے دیا جائے اِن کے نفاق کا پردہ اِن پر پڑا رہے جب تک اللہ چاہے۔ تو مؤمنوں کو اِس بات کی بڑی تکلیف تھی کہ یہ ہم میں رلے ملے رہتے ہیں لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ مؤمن ہیں یا منافق ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ یہ خبیث پکے منافق ہیں تو اِن ایمان والوں کو یہ بات ناگوار تھی کہ منافق کیوں ہم میں رلے ملے رہتے ہیں وہ چاہتے تھے کہ مؤمن الگ ہو جائیں اور منافق الگ ہو جائیں ہر مؤمن کی طبیعت کا یہ تقاضہ ہے تو مسلمان اِس بات کے لئے بڑے بے چین تھے اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا مَاکَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَالْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآاَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (پارہ ٤ .ال عمران ١٧٩) ایمان والو! گھبراؤ مت یہ جو تمھارے ساتھ منافق رلے ملے ہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ منافق کون ہے اور مؤمن کون ہے یہ حال زیادہ دیر تک نہیں رہے گا اللہ ایمان والوں کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا کہ منافق، مؤمن کا پتہ نہیں چلے ایسا نہیں ہو گا اللہ کی حکمت ہے اُسے پورا ہو جانے دو کچھ دیر یہ مؤمنوں میں رلے ملے رہیں اِس کو تم برداشت کر جاؤ لیکن یہ حال زیادہ دیر تک نہیں رہے گا آخر نتیجہ کیا ہو گا حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (ال عمران ١٧٩) اللہ منافقوں اور مؤمنوں کو رلا ملا نہیں رکھے گا یہاں تک کہ اللہ جدا کر دے گا خبیث کو طیب سے۔ خبیث منافق ہیں اور طیب مؤمن ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خبیث کو طیب سے جدا کر دے گا اور تمھیں پتہ چل جائے گا کہ یہ خبیث ہیں اور تم طیب ہو۔ اب یہ بات ایسی تو تھی نہیں کہ یونہی لوگوں کو پتہ چل جائے یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت کے مطابق وہ تقاضہ پورا ہو تو یہ بات سامنے آئے چنانچہ اس حکمت کی تکمیل کے لئے یہ ہوا کہ جمعہ کے دن حضور تاجدار مدنی ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے حضور ﷺ کی مسجد منافقوں اور مؤمنوں سے بھری ہوئی تھی منافق اور مؤمن سب رلے ملے بیٹھے تھے دیکھنے والوں کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ منافق کون ہے اور مؤمن کون ہے۔ اللہ کا وعدہ تھا حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ یہاں تک کہ خبیث کو طیب سے جدا کر دیں ۔ حضور ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا اُخْرُجْ یَافُلَان فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے قُمْ یَا فُلَان فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ اے فلاں تو کھڑا ہو جا تو منافق ہے اِذْھَبْ یَا فُلَان فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ اے فلاں تو چلا جا تو منافق ہے ایک ایک منافق کا نام لے لے کر حضور ﷺ نے کھڑا کیا اور مسجدِ نبوی

میں اللہ کے حکم سے اللہ کے وعدے کو پورا کرنے کے لئے۔ اِیْفَائًا لِوَعْدِاللّٰهِ ۔ اللہ کا وعدہ تھا حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ اللہ کے وعدے کو پورا کرنے کیلئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک ایک منافق کو جدا جدا حکم دیا تو کھڑا ہو جا، تو بھاگ جا، تو نکل جا، تو منافق ہے تین سو سے زائد منافق مسجد سے حضور ﷺ نے باہر نکالے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اُس دن مجھے مسجد میں آنے میں کچھ تاخیر ہو گئی تو میں جب آیا تو اتنا انبوہِ کثیر تھا (تین سو آدمی جب مسجد سے نکل کر باہر آئیں گے) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے گھبرائے انھوں نے سمجھا کہ جمعہ تو ہو چکا اور نمازی واپس جا رہے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے اندر آئے حضور ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ تو ابھی خطبہ دے رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھا وہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ۔ اب ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کو ایک ایک منافق کا علم تھا یا نہیں تھا؟ حضور ﷺ نے نام لے لے کر سب منافقوں کو نکالا یا نہیں نکالا ؟ سرکار نے صاف صاف فرمایا اُخْرُجْ یَافُلَان فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ اے فلاں تو نکل جا تُو منافق ہے قُمْ یَا فُلَان فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ اے فلاں تو کھڑا ہو جا تُو منافق ہے اِذْهَبْ یَافُلَان فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ اے فلاں تو چلا جا تُو منافق ہے تین سو سے زائد منافقوں کو حضور ﷺ نے نکالا۔

یہاں ایک بات تو یہ ہو گئی کہ حضور تاجدارِ مدنی ﷺ کو منافقین کا علم ہے اور اگر نہیں ہو تو ظاہر ہے کہ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ پر بھی عمل نہیں ہو سکتا اگر منافقین کا علم نہیں ہو تو وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا اس پر بھی عمل نہیں ہو سکتا اور وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (پارہ ۱۰۔ التوبۃ آیت ۸۴) ان تمام آیات پر عمل ضروری ہے اور یہ عمل بغیر علم کے ہو نہیں سکتا معلوم ہوا کہ علم ہے تبھی تو حضور ﷺ کو ان احکام کا مکلّف فرمایا۔

دوسری بات یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں جو بد گمان ہیں اُن کو سوچنا چاہیئے کہ جو منافق تھے اُن کو تو نکال دیا اور جو مؤمن تھے ان کو حضور ﷺ نے رکھ لیا تو اگر معاذ اللہ اِن میں بھی کوئی ایسی بات ہوتی تو جس آقائے نامدار ﷺ نے جس ذاتِ مقدسہ نے (اُن کی زبانِ مقدسہ پر کروڑوں درود ہوں) نام لے لے کر جب ایک ایک کو نکالا تو حضور ﷺ اِن کو کیسے رکھ لیتے۔ معلوم ہوا کہ وہ جو نکل گئے وہ منافق تھے اور یہ جو رہ گئے یہ مسلمان تھے اور پھر ایسے مؤمن ایسے مؤمن کہ آج تک حضور ﷺ کے ساتھ ہی ہیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت البقیع میں ہیں یا نہیں؟ حضور تاجدارِ مدنی ﷺ اھلِ بقیعہ کے لئے کتنے اچھے اچھے کلمات فرمایا کرتے تھے سبحان اللہ سبحان اللہ! بہر نوع میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ

وَالْمُنٰفِقِیْنَ اے نبی محترم ! کافروں کے ساتھ وہ جہاد فرمائیں کہ جو کافروں کے حال کے مناسب ہو اور منافقوں سے وہ جہاد فرمائیں جو منافقوں کے حال کے لائق ہو چنانچہ حضور ﷺ نے اللہ کے حکم کی تعمیل فرمائی منافقوں سے بھی جہاد فرمایا اور مؤمنوں کی معیت میں کافروں سے بھی جہاد فرمایا اور یہ عمل علم کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا حضور ﷺ کا علم بھی کامل اور عمل بھی کامل ہے ۔

ایمان شرطِ اول : ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صٰلِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ (التحریم ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی مثال بیان فرمائی۔مَثَل مِثْل مِثَال ایک ہی معنی میں آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی، دونوں کی بیویوں کی مثالیں کافروں کے لئے بیان فرمائیں كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صٰلِحَیْنِ یہ دونوں عورتیں ہمارے دو مقدس بندوں کے نکاح میں تھیں (حضرت نوح علیہ السلام کے نکاح میں ان کی بیوی تھیں، حضرت لوط علیہ السلام کے نکاح میں ان کی بیوی تھیں) فَخَانَتٰهُمَا پھر ان دونوں نے ان کی خیانت کی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے ان سے خیانت کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان سے خیانت کی۔اگرچہ یہ نبیوں کے نکاح میں تھیں نوح علیہ السلام <u>اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے پہلے رسول ہیں</u> اگرچہ وہ ان کی بیوی ان کے نکاح میں تھی لیکن کیا ہوا؟ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی لوط علیہ السلام ان کے نکاح میں تھی لیکن کیا ہوا؟ فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا نہ حضرت نوح علیہ السلام کا رشتہ ان کی بیوی کے کام آیا نہ حضرت لوط علیہ السلام کا رشتہ ان کی بیوی کے کام آیا ۔ تو پتہ چلا کہ اے کافرو ! اے مشرکو !اگر تم حضرت ابراھیم علیہ السلام کی نسل ہونے پر بڑے شاداں و فرحاں ہو کہ ہم تو ابراھیم علیہ السلام کی نسل ہیں ہماری تو بڑی شان ہے کیونکہ جتنے کفار مکہ تھے یہ تو قریش تھے اور قریش ابراھیم علیہ السلام کی نسل سے تھے تو یہ نسل ابراھیمی ہونے کی وجہ سے بڑے مغرور ہوتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے کافرو! اے مشرکو! حضرت نوح علیہ السلام کا خاوند ہونا ان کی بیوی کے کچھ کام نہیں آیا اور حضرت لوط علیہ السلام کا خاوند ہونا ان کی بیوی کے کام نہیں آیا، کیوں ؟اس لئے کہ دونوں نے خیانت کی تھی اور تم نے تو بہت بڑی خیانت کی ہے کیونکہ تم نے تو ملتِ ابراھیمی کو بالکل بدل ڈالا، کہاں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ملت اور کہاں تمھاری یہ جاہلیت اور بت پرستی اور یہ تمھارے تمام کفر و شرک کے اطوار، تو جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ملت کو تم نے بدل دیا اور ان سے تم بالکل الگ تھلگ ہو گئے تو اب ان کی نسبت تمھارے اسی طرح کام نہیں آئے گی جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کے کام حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت نہیں آئی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے لوط علیہ السلام کی

نسبت کام نہیں آئی تو تمھارے بھی ابراھیم واسماعیل علیہما السلام کی نسبت کام نہیں آئے گی کیونکہ تم نے بہت بڑی خیانت کی ہے انھوں نے بھی بہت بڑی خیانت کی تھی۔

ازواج انبیاءٔ جنسی خیانت سے پاک ہیں : ان کی خیانت کے متعلق یہ کبھی خیال نہیں کرنا کہ انھوں نے جنسی خیانت کی تھی کیونکہ انبیاءٔ علیہم السلام کی بیویاں اگرچہ کافرہ ہوں لیکن پھر بھی جنسی خیانت نہیں کر سکتیں اس لئے کہ یہ ایک عار ہے یہ ایک ننگ ہے اللہ تعالیٰ اس عار سے اپنے نبیوں کو محفوظ فرماتا ہے لہٰذا انھوں نے وہی خیانت کی جیسے گھر میں عورتیں اپنے خاوندوں کے اسرار یا ان کا بھید یا ان کا راز کھول دیا۔ راز بھی ایک امانت ہے۔ کوئی بھید کی بات آپ کریں وہ ایک امانت ہے تو اگر آپ اُس امانت کو ضائع کریں گے تو ضرور خیانت ہوگی یا کوئی بیوی اپنے خاوند کے مال میں خیانت کرے وہ بھی خیانت ہوگی اگر کوئی بیوی اپنے خاوند کے نظم ونسق میں اُس کے خلاف کوئی تصرف کرے یہ بھی خیانت ہوگی اگر کوئی بات بیوی کو کہے یا وہ اُس کا چھپا ہوا راز ہو اُس نے بیوی کو نہیں کہا، چھپا ہوا راز ہے اور اُس (بیوی) نے لوگوں کو بتا دیا یہ بھی خیانت ہے تو یہ اس قسم کی خیانت تھی یہ نہیں کہ ان کی بیویوں کا خدانخواستہ کسی دوسرے مرد سے کوئی اس قسم کا رابطہ ہو سکتا ہے جس کو جنسی خیانت کہا جائے انبیاءٔ علیہم السلام اس سے پاک ہیں کہ اان کی بیویاں جنسی خیانت کریں انبیاءٔ اس سے پاک ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ کفر بہت بڑا گناہ ہے لیکن اس کے باوجود میں آپ سے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ ہر شہر میں بدکار لوگوں کے اڈے ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو ہی مسلمان کہتے ہیں وہ مرد بھی اور عورتیں بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں اب یہ سمجھنے کی اور غور کرنے کی بات ہے۔ دیکھئے وہ کہتے تو ہیں مسلمان اور مسلمان ہی ہیں لیکن آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں ایک بدکار مرد جو اپنی لڑکیوں کو بھی بدکاری پر مجبور کئے ہوئے ہے اور اپنے سارے خاندان کو اُس نے بدکاری کی بھینٹ چڑھایا ہوا ہے اور خود بھی بدکاری میں مبتلا ہے اور سب دنیا جانتی ہے کہ اِس کا پیشہ کیا ہے اور اس کے گھر والوں کا پیشہ کیا ہے تو اب وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ ہاں یہ مسلمان ہے اور اب ہم سے بھی کوئی یہ <u>مسئلہ</u> پوچھے تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ اگر مر جائے تو جنازے کی نماز کوئی ایسا آدمی پڑھادے کہ جو عام مسلمان ہو کوئی ایسا شخص نہیں پڑھائے کہ جو دین میں بڑی وقعت والا ہو، ہم بھی اس کے بارے میں یہی کہیں گے یہی فتویٰ دیں گے۔ لیکن آپ سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی کافر جو بالکل کھلم کھلا کافر ہو۔ اب مثال میں نہیں دیتا فرض کیجئے گاندھی یا نہرو یہ دونوں مشرک تھے یا نہیں تھے؟! ایک طرف کنجر ہو اور ایک طرف نہرو ہو لوگوں کی نگاہوں میں دونوں میں کس کی عزت ہوگی حالانکہ وہ کافر ہے بھئی ایک طرف گاندھی ہو اور ایک طرف بدکاری کا اڈہ چلانے والا کنجر ہو تو پوچھتا ہوں کہ لوگوں کی نگاہوں میں کون معزز ہوگا اگرچہ وہ کافر ہے لیکن لوگوں کی نگاہوں میں وہ معزز ہوگا اور اس (کنجر) کو نہایت ہی حقارت اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں گے تو پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ کیونکہ یہ کام اور یہ بے حیائی یہ ایسی بری چیز ہے کہ اسلام کا نام لینے کے باوجود بھی

اس کی کراہت ذائل نہیں ہوتی بلکہ کوئی اس کو برداشت نہیں کرتا۔ شریف انسان اس کے تصور کو برداشت نہیں کرتا تو اس لئے کفر بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے باوجود ایک طرف بے حیائی اور ایک طرف کفر جب دونوں کا تقابل کرو تو بے حیائی جو ہے وہ انتہائی مکروہ ہے اور کفر بہت بڑا گناہ ہونے کے باوجود اتنا مکروہ نہیں ہے اتنا ناپسند نہیں ہے۔ آخرت میں جا کر جو کچھ بھی ہو وہ تو الگ چیز ہے لیکن میں دنیا کی بات کر رہا ہوں کہ لوگوں کی نگاہوں میں وہ ایسا نہیں جیسا کہ ایک بے حیائی والا معاملہ ہے تو بے حیائی والا معاملہ جو ہے وہ تو بہت برا ہوتا ہے۔ اس لئے انبیاً علیہم السلام کی بیویوں سے کفر ہو سکتا ہے مگر انبیاً علیہم السلام کی بیویوں سے بے حیائی کا کام نہیں ہو سکتا تو اس لئے فَخَانَتَاهُمَا کے معنی کوئی یہ نہیں سمجھے کہ انھوں نے کوئی جنسی قسم کی خیانت کی، انبیاً علیہم السلام اس سے پاک ہیں کہ ان کی بیویاں جنسی خیانت میں ملوث ہوں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے کوئی پوشیدہ راز کھول دیں یا ان کی امانتوں میں، ان کے دنیوی مال وغیرہ میں غلط تصرف کریں مگر یہ بے حیائی نہیں ہے یہ بدکاری نہیں ہے۔ بدکاری اور بے حیائی کا کام نبی کی بیوی سے نہیں ہو سکتا خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مَا زَنَتْ اِمْرأَةُ نَبِيٍّ قَطُّ نبی کی کسی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا اور ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ مَابَغَتْ اِمْرَأَةُ نَبِيٍّ قَطُّ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بَغِی کا کام نہیں کیا یہ بھی زنا کو کہتے ہیں اور ایک اور حدیث میں آتا ہے اس کا مفہوم کچھ ایسا ہے کہ نبی کی بیوی سے کفر ہو تو ہو مگر نبی کی بیوی سے بے حیائی کا کام نہیں ہو سکتا۔ تو اس لئے نوح علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی مگر بدکار نہیں تھی لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی مگر بے حیا نہیں تھی۔ آپ سمجھے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے کافروں کے لئے نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثل بیان کی اور مثل بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! تم اگر ابراھیم علیہ السلام کی نسبت لے کر آئے ہوئے ہو تو ان کو بھی تو نوح علیہ السلام کی اور لوط علیہ السلام کی کوئی نسبت تھے وہ نسبت ان کے کام نہیں آئی تمھارے کام ابراھیم علیہ السلام کی نسبت کیسے آئے گی۔ اب اس کے بعد وَقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَمَعَ الدّٰخِلِيْنَ ان سے کہہ دیا گیا کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ کس سے کہا گیا؟ نوح علیہ السلام کی بیوی جو کافرہ تھی اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو کافرہ تھی ان سے کہہ دیا گیا کہ تم جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ یعنی نوح علیہ السلام کا رشتہ نوح علیہ السلام کی بیوی کے کام نہیں آیا، لوط علیہ السلام کا رشتہ لوط علیہ السلام کی بیوی کے کام نہیں آیا تو جب یہ دونوں رشتے اِن کے کام نہیں آئے تو تمھارا یہ رشتہ کیسے کام آئے گا جبکہ تم نے ملتِ ابراھیمی کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا تو تم کس طرح ابراھیم علیہ السلام کا نام لیتے ہو اور کیوں کہتے ہو کہ اُن کی نسبت ہمارے کام آجائے گی تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثالیں بیان فرمائیں اور مثالیں بیان فرمانے کا یہی مفہوم ہے کہ ان کے خاوندوں کا رشتہ ان کے کام نہیں آیا تو ابراھیم علیہ السلام کا رشتہ تمھارے کام نہیں آئے گا کفر ایسی چیز ہے کہ یہ تمام چیزیں وہاں کام نہیں دیتیں کفر ایسی چیز ہے کہ یہ نسبت وہاں کام نہیں دے گی۔

اب آدم علیہ السلام کی اولاد سارے ہیں یا نہیں ہیں ؟ تو کافر آکر کہنے لگیں اور ناچنے لگیں کہ بھئی ہم تو خلیفۃ اللّٰہ کی اولاد ہیں ہم کیسے دوزخ میں جائیں گے، ارے ظالمو! جب تم کفر کروگے تو جاؤگے نہیں دوزخ میں تو کہاں جاؤگے۔ اگر کفار، مشرکین، منافقین آکر ناچنے لگیں شور مچانے لگیں کہ ہم تو خلیفۃ اللّٰہ کی اولاد ہیں ہم چاہے کفر کریں کچھ کریں بتوں کو پوجیں جو مرضی کریں شراب پیئں، خنزیر کھائیں جو مرضی کریں ہمیں کون دوزخ میں ڈالنے والا ہے ہم تو خلیفۃ اللّٰہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ارے آدم علیہ السلام کی اولاد تو تم ہو مگر یہ اولاد ہونا کام نہیں آئے گا جو تمہارے عقائد اور تمہارے اعمال ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اور حضرت لوط علیہ السلام کا رشتہ ان کی بیویوں کے کام نہیں آیا خلیفۃ اللّٰہ کی نسبت تمہارے کام نہیں آئے گی اور کافروں کے کام حضرت ابراھیم علیہ السلام کی نسبت نہیں آئے گی تو یہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے مثالیں بیان فرمائیں وہ مثل تو کافروں کے لئے تھی نوح علیہ السلام کی بیوی کی مثل اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثل تو کافروں کے لئے تھی کہ اے کافرو! تم دنیا میں کہتے پھرو کہ ہم خلیفۃ اللّٰہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ہم ابراھیم خلیل اللّٰہ علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ہم اسماعیل ذبیح اللّٰہ علیہ السلام کی اولاد ہیں ہمارا کوئی کیا بگاڑے گا، ارے بے وقوفو! جب تم نے اپنا کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے، کفر کیا، شرک کیا، بت پرستی کی تو اب کس طرح یہ نسبتیں تمہارے کام آئیں گی، نہیں آئیں گی دیکھ لو نوح علیہ السلام کی بیوی کو کوئی بھی ان کا رشتہ ان کے کام نہیں آیا دیکھو لوط علیہ السلام کی بیوی کو کوئی بھی ان کا رشتہ ان کے کام نہیں آیا تو تمہارے کیسے کام آئے گا لہٰذا اپنے حال کو ٹھیک کرو، عقائد کو بناؤ درست کرو، توحید کو اختیار کرو نیکی اور پارسائی کو اپناؤ تب تو تمہارا کام بنتا ہے ورنہ نہیں اور اس کے بعد ایمان والوں کے لئے بھی اللہ نے ایک مثل بیان فرمائی وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ م اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (التحریم ۱۱) ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی حضرت آسیۃ جو فرعون کی بیوی تھیں اللہ نے ایمان والوں کے لئے ان کی مثال بیان فرمائی اور فرمایا اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ یاد کرو جب فرعون کی بیوی نے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ التجا کی اور دعا کی کہ اے میرے رب اپنے قُرب میں میرے لئے جنت کے اندر ایک گھر بنادے اور اُس گھر کو تیرا قُرب حاصل ہو، مجھے تیرا دیدار اُس گھر میں بار بار ہوتا رہے اب یہ کتنی پاک اور کتنی طیبہ طاہرہ عورت تھیں کہ جس نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اے میرے رب جنت میں اپنے نزدیک یعنی اپنے قُرب میں، اپنے جوار میں میرے لئے گھر بنادے وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور اے اللہ مجھے جنت میں ایک گھر بنا کر وہاں بلالے اور فرعون سے مجھے نجات دلادے اور اس کے عمل سے بھی مجھے نجات دلادے۔ فرعون کا عمل کیا تھا؟ اس پاک دامنہ بیوی کے پاؤں اور ہاتھوں میں وہ میخیں ٹھونک دیا کرتا تھا اس قدر تکلیفیں پہنچاتا تھا بہت ظالم تھا تو اللہ کی بارگاہ میں حضرت آسیۃ نے دعا کی یا اللہ! یہ فرعون کہ میں جس کے نکاح میں ہوں تو

الٰہُ العالمین! تُو اس سے مجھے نجات دلادے اور اِس کے عمل سے بھی مجھے نجات دلادے اور اپنے قُربِ خاص میں مجھے ایک گھر بنا کر دے دے یہ حضرت آسیۃ نے اللہ سے دعا کی۔ اس سے آگے ہے وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (التحریم آیت ۱۲) اب یہ دو عورتوں کی بات آئی ایک تو حضرت آسیۃ کی جو فرعون کی بیوی تھیں اور ایک حضرت مریم علیہا السلام کی جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ ہیں پہلے اِن کی بات پوری کر دوں حضرت آسیۃ کی مثال بیان فرمانے کا مقصد کیا ہے؟ وہ جو اللہ نے ایمان والوں کے لئے بیان فرمائی ہے، تو جیسے کافروں کے لئے جو مثال بیان فرمائی تھی اس کا مقصد آپ کے سامنے آگیا تو ایمان والوں کے لئے ایک مثال تو یہ بیان کی اُدھر کافروں کے لئے بھی دو مثالیں تھیں ایک نوح علیہ السلام کی بیوی کی، ایک لوط علیہ السلام کی بیوی کی اور اِدھر بھی دو مثالیں ہو گئیں ایک حضرت آسیۃ کی اور ایک حضرت مریم کی۔ حضرت آسیۃ کی مثال میں ایمان والوں کے لئے کیا سبق ہے؟ اور کافروں پر کون سا رد ہے؟ یہ بات سمجھنے کے قابل ہے اصل بات یہ ہے کہ بے شک فرعون فرعون تھا فرعونیت تو بڑی عجیب چیز ہے فرعونیت کا تصور بھی انسان کو گھبرا دیتا ہے اگر چہ وہ فرعون تھا اور وہ (حضرت آسیۃ) اس کی منکوحہ تھیں اور ظاہر ہے کہ عورتیں تو ویسے ہی کمزور ہوتی ہیں اور پھر مردوں کے قبضے میں ہوتی ہیں اور فرعون جیسا ظالم مرد، تو بہر حال اُس کے قبضے میں تھیں لیکن باوجود اِس کے کہ فرعون اُن کا خاوند تھا اور حضرت آسیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرعون کی بیوی تھیں لیکن فرعون ان کو ڈھب پر نہیں لا سکا بھئی ان کو کافر نہیں بنا سکا فرعونیت قبول نہیں کرا سکا کفر قبول نہیں کرا سکا اور پھر جتنے عرصے تک اللہ تعالیٰ نے چاہا بے شک اتنے عرصہ تک وہ اس کی مصیبت میں مبتلا رہیں لیکن فرعون میں کہاں اتنی طاقت تھی کہ حضرت آسیۃ کو ملک الموت کے ہاتھ سے بچا کر اور ہمیشہ اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنائے رکھے بھئی! جب حضرت آسیۃ کو موت آئی تو ایمان سے کہنا کہ وہ سیدھی جنت میں گئیں یا نہیں گئیں؟ عزت، مکرمت اور راحت کا مقام انھوں نے پایا یا نہیں پایا؟ تو فرعون کتنا ہی ظالم سہی لیکن اللہ کا مقابلہ تو نہیں کر سکتا جب اللہ نے چاہا اپنی نیک پاک بندی کو اس کے پنجے سے نکال لے تو فرعون دیکھتا رہ گیا کہ اب میں کیا کروں بھئی! حضرت آسیۃ چلی گئیں یا نہیں گئیں؟ سیدھی جنت میں گئیں یا نہیں گئیں؟ انھوں نے دعا بھی کی کہ یا اللہ اپنے قُرب میں میرے لئے اپنی جنت میں گھر بنا دے اور پھر وہ گھر اللہ نے ان کے لئے وہاں بنایا فرعون کے اندر طاقت تھی کہ وہ روک دیتا کہ وہاں ان کا گھر جنت میں نہیں بنے؟ فرعون میں یہ طاقت نہیں تھی تو پتہ چلا کہ ظالموں کے ظلم اور کافروں کے کفر کی یلغار جو ہوتی ہے وہ بالکل عارضی ہوتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اُن کے ظلم و ستم کے پنجے سے نجات دے دیتا ہے جیسے کہ حضرت آسیۃ کو فرعون کے ظلم سے نجات دے دی اسی طرح اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو کافروں سے نجات دیتا ہے اور آخری مرحلہ ان کے حق میں نجات پر منتج ہوتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی بات کیا تھی، اِدھر تو فرعون کی طرف سے حضرت آسیۃ پر ظلم ہو رہا تھا اور اُدھر حضرت مریم علیہا السلام کا کیا حال تھا استغفر اللہ

آپ سے کیا کہوں جب حضرت عیسٰی پیدا ہوئے تو یہودی بد معاش انھوں نے کیا کہا انھوں نے کہا کہ (یا مریم) یٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا کَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ٥ (پارہ ۱۶ مریم آیت ۲۸) اے مریم تیرا باپ کوئی برا آدمی نہیں تھا تیرا باپ تو اچھا آدمی تھا وَّمَا کَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا اور تیری ماں بھی زانیہ نہیں تھی اب یہ بچہ تو کہاں سے لائی یہ بتا حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ جس کی وجہ سے مجھ پر الزام لگاتے ہو اس سے پوچھ لو یہ مجھ سے مت پوچھو جس کی وجہ سے تم میری توہین کر رہے ہو اسی سے پوچھ لو تو انھوں نے کہا کہ ہم اس سے کیا پوچھیں یہ بچہ ابھی پیدا ہوا ہے اور گود کا بچہ ہے اور تم ہم کو بے وقوف بنا رہی ہو کہ ہمیں کہتی ہو کہ اس گود کے بچہ سے خطاب کریں ہم اس سے کیسے پوچھیں یہ تو گود کا بچہ ہے اور گود کے بچے سے کون پوچھتا ہے حضرت مریم علیہا السلام نے یہی فرمایا میں کچھ نہیں جانتی جو کچھ پوچھنا ہے اس بچہ سے پوچھ لو۔ پھر ہوا کیا دیکھئے اُدھر حضرت آسیۃ کو فرعون سے اللہ نے نجات دلائی اور اِدھر حضرت مریم علیہا السلام کی عزت و عظمت کو جو چیرہ چیرہ کرنے والے اور ریزہ ریزہ کرنے والے ناپاک لوگ تھے ان کے ناپاک ظلم کے ہاتھوں سے اللہ تعالٰی نے حضرت مریم علیہا السلام کو نجات دی اور کیسے نجات دی؟ آپ نے فرمایا مجھ سے کیا پوچھتے ہو اس بچے کی وجہ سے اعتراض کر رہے ہو اس بچے سے پوچھ لو فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ط قف (انھوں نے بچہ کی طرف اشارہ کیا) قَالُوْا (یہودیوں نے کہا) کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِيًّا ٥ (مریم ۲۹) گود کے بچہ سے ہم بات کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے اب وہ بات تو اسی بحث میں رہی حضرت مریم علیہا السلام نے کہا جو پوچھنا ہے اسی بچہ سے پوچھو مجھ سے کچھ مت پوچھو پھر ہوا کیا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ ط ءَاتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِيًّا ٥ (مریم ۳۰) قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰه فرمایا میں تو اللہ کا بندہ ہوں ءَاتٰنِیَ الْکِتٰبَ میرے رب نے تو مجھے کتاب عطا فرمائی ہے وَجَعَلَنِیْ نَبِيًّا اور میرے رب نے تو مجھے نبی بنایا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ صلے وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَيًّا ٥ (مریم ۳۱) وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اور میرے رب نے تو مجھے بہت ہی برکت والا بنایا ہے اَیْنَ مَا کُنْتُ ارے میں زمین میں رہوں تب بھی برکت والا ہوں آسمانوں پر چلا جاؤں وہاں بھی برکت والا ہوں وَّبَرًّام بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا ٥ (مریم ۳۲) حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ کا نام تک نہیں لیا انھوں نے کوئی نام نہیں لیا کیونکہ اعتراض تو ان کی والدہ ماجدہ پر ہو رہا تھا انھوں نے ماں کا نام نہیں لیا انھوں نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں میں اللہ کا نبی ہوں مجھے اللہ نے کتاب عطا فرمائی مجھے اللہ نے مبارک بنایا جہاں بھی میں رہوں برکت والا ہوں۔ کیا مطلب؟ اگر تمھارا اعتراض میری ماں پر ٹھیک ہو تو میں ایسا بچہ کیسے ہو سکتا ہوں بھئی! جب میں ایسا ہوں تو تمھاری بات تو تمھارے منہ پر مارنے کے قابل ہے ارے تم جو کہتے ہو، میری ماں پر الزام لگاتے ہو اگر تمھارا الزام صحیح ہو تو وہ تو میری بنیاد پر ہے اور میں تو اللہ کا بندہ ہوں، میں تو اللہ کا نبی ہوں اللہ نے تو مجھے کتاب دی اللہ نے تو مجھے بابرکت بنایا۔ اللہ اکبر! یہ دونوں مثالیں اللہ نے ایمان والوں کے لئے بیان فرمائیں اور یہ بتایا کہ اے کافرو! تمھیں تو اللہ کے محبوبوں کی نسبت کوئی فائدہ نہیں دے گی

ابراھیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بننے سے کوئی فائدہ تمہیں نہیں ہوگا نوح علیہ السلام کی بیوی کو ان کے رشتہ کی وجہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا لوط علیہ السلام کی بیوی کو ان کے رشتہ کی وجہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا لیکن یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو وہ شرف عطا فرماتا ہے وہ فضل عطا فرماتا ہے وہ عزت عطا فرماتا ہے کہ کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتی فرعون کتنی کوشش کرتا رہا لیکن جب حضرت آسیۃ کا وقت آیا وہ تو پہلے دعا کرتی تھیں کہ یااللہ! اب تو میں یہاں سے تنگ آچکی ہوں اب تو اپنے پاس ہی میرا گھر بنا لے مجھے وہیں بلا لے تو بولو !! ایمان سے کہو جب حضرت آسیۃ گئیں تو فرعون کچھ کر سکا ہاتھ ملتارہ گیا کچھ بھی نہیں ہوا تو پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ کافر کچھ بھی کرلیں مؤمنوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے حضرت مریم علیہا السلام کا کیا بگاڑا، جو کچھ منہ سے بکواس کرنی تھی کرلی لیکن پھر نتیجہ کیا ہوا وہ گود کا بچہ جس کے لئے کہتے تھے ہم کیسے اس سے کلام کریں یہ تو گود کا بچہ ہے اللہ فرماتا ہے کہ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہ وہ خود ہی بول اٹھے اور دنیا نے سنا کہ یہ گود کا بچہ بول رہا ہے اور ماں کی عظمت کے افتاب کو چمکا رہا ہے اور ماں کی عزت وعظمت کے جھنڈے لہرا رہا ہے اس وقت حضرت مریم علیہا السلام کی عزت کا کیا مقام ہوگا۔ وہ کافروں کے لئے مثالیں تھیں اور یہ مؤمنوں کے لئے، وہاں بھی دو مثالیں تھیں اور یہاں بھی دو مثالیں ہیں باقی اگر اللہ نے چاہا تو کل انشاء اللہ ختم کردوں گا۔ اللہ سبکو صحت عطا فرمائے سب پر رحم کرے آمین

الدرس التاسع عشر

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ وکَفٰی وَسَلَام" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُفَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَّ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْر" رَّحِیْم" ہ

صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین

والحمدللہ رب العالمین ہ

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا مولانا وملجانا محمد وعلی الہٖ و اصحابہٖ وبارك وسلم

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی اِحْسَانِہٖ آج رمضان المبارک کی انتیس تاریخ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثم اَلحَمْدُ لِلّٰہِ ہم سب روزے سے ہیں اے اللہ تعالیٰ تو نے اپنی رحمت سے انتیس روزے رکھوا دیئے اور اگر کوئی اور روزہ تیرے علم میں ہے تو وہ بھی اپنی رحمت سے رکھوادے اور رمضان شریف کے تمام معمولات بخیر وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچادینا اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس سال اللہ تعالیٰ نے پانچ جمعہ عطا فرمائے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا (التحریم ۱۲) مریم بیٹی عمران کی جنھوں نے اپنی پارسائی کو محفوظ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے کافروں کے لئے دو مثالیں بیان فرمائیں تھیں ایک نوح علیہ السلام کی بیوی کی اور ایک لوط علیہ السلام کی بیوی کی یہ دونوں عورتیں کافرہ تھیں اور ان کے خاوند اللہ کے رسول، اللہ کے نبی تھے اور یہاں یہ دونوں اللہ کی نیک بندیاں مؤمنہ پارسا تھیں ایک حضرت مریم علیہا السلام ان پر الزام لگانے والے ان کے دشمن کافر تھے اور حضرت آسیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ظلم ڈھانے والا فرعون تھا وہ ان کا خاوند تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا نام عمران ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو اپنی قدرت کا نشان بنانا چاہا اور جب ان کے بطنِ پاک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اللہ نے پیدا فرمایا تو جو ان کے دشمن تھے انھوں نے ان پر بہتان باندھے تو بہتان باندھنے کی تکلیفیں حضرت مریم نے اٹھائیں۔ اب آپ سے کیا عرض کروں کہ اگر کسی کو پتھر مار دیا جائے تو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جس قدر تکلیف کسی پر بدکاری کا الزام لگنے پر ہوتی ہے تو حضرت مریم علیہا السلام پر انھوں نے جو پتھر مارے اور حضرت مریم علیہا السلام کو جو اذیتیں پہنچائیں وہ ان اذیتوں سے بہت زیادہ تھیں جو حضرت آسیۃ کو فرعون نے پہنچائیں لیکن باوجود اس کے نہ فرعون حضرت آسیۃ کا کچھ بگاڑ سکا نہ حضرت مریم علیہا السلام پر الزام لگانے والے حضرت مریم کا کچھ بگاڑ سکے اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا تو جس طرح ان دونوں کافرہ عورتوں کو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا ان دونوں پاک دامن بیبیوں کو فرعون اور حضرت مریم پر بہتان باندھنے والوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا یوں کہئے ان دونوں پاک دامن بیبیوں کی وہ تکلیفیں عارضی تھیں انھوں نے برداشت کیں اور پھر جنت کو سدھار گئیں فرعون اور حضرت